

یو-پی کے جرائم پیشہ اقوام

مصنف

پُرکاش ناراین سکسینہ
چیف پرو بیشن آفیسر یو-پی

قیمت ۳ روپیہ ۸ آفہ

۱۹۴۸

پہلی بار
۲۰۰۰

•

Published By
THE DISCHARGED PRISONERS' AID SOCIETY
Old Post Office Building, Lucknow.

Printed By
Pandit Madan Mohan Shukla
At The
SAHITYA MANDIR PRESS Ltd., LUCKNOW.

تہیہ

از شری گو دند سہائے اہل ایلے۔ پارلیمنٹری سکرٹری پریذیڈنٹ یو۔ پی ڈی سچاڑ
پرنس ایڈسورائیٹی۔ لکھنؤ۔

اقوام جہاں پیشہ کے ایسے خشک اور مشکل موضوع پر کافی غور و خوض مطالعہ کے
سہل اور آسان انداز میں کامیابی کے ساتھ ایک مفید اور قابل قدر کتاب لکھنے پر
میں اُسکے مصنف شرییت پر کاش زرائع سکینہ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اقوام
جہاں پیشہ کا موضوع ایک ایسا موضوع ہے جو بہت اہمیت رکھتا ہے لیکن ہمارے
سماج میں اس کو کبھی وہ اہمیت نہیں دیتی جس کا یہ موضوع مستحق ہے اور اس کی
طرف سے ہمیشہ لاپرواہی برتی گئی۔ کیونکہ ہمارا یہ عقیدہ رہا ہو گیا ہے کہ اقوام جہاں پیشہ
کے لوگ ایک الگ ذات ہیں جنکے لئے ہمارے دل میں ناقدری اور نفرت کے سوا
دوسرا جذبہ پیدا نہیں ہوتا گویا ہمارا انکا کوئی انسانی یا دنیاوی تعلق نہیں ہے۔
کچھ لوگ اپنے اس عقیدہ میں اتنے سخت ہیں کہ وہ ان اقوام کو پیدا کنشی مجرم اور
قابل نفرت سمجھتے ہیں اور انکا خیال ہے کہ خود خدا کا قہر ان پر ہے اور خدا نے اپنے
قہر و غصہ کی بنا پر انکو اقوام جہاں پیشہ کی حیثیت سے پیدا کیا ہے۔ کوئی بھی مصنف
جو ان ”توجہ طلب“ اقوام جہاں پیشہ کے موضوع پر اپنے مفید اور نئے خیالات کا
اظہار کرتا ہے وہ حقیقتاً بہت ہی خاص توجہ اور قدر دانی کا مستحق ہے میری رائے
میں اگر ہم اس اہم مسئلہ و موضوع پر سچی ہمدردی اور توجہ سے غور کریں تو یہ واضح
ہو جائے گا کہ ان اقوام کے جہاں پیشہ ہونے کی ذمہ داری بڑی حد تک خود

ہم پر اور ہمارے سماج پر ہو کیونکہ ہم نے کسی ایسے سماج کی بنیاد ہی نہیں رکھی
 جس میں ان بد نصیبوں کو پیدائش ہی کے وقت سے مجرم نہ قرار دیدیا جاتا ہو
 اور جس میں کسی بھی فرد کو زندگی میں صحیح راستہ پر بڑھنے اور ترقی کرنے کا پورا
 اور برابر کا موقع دیا جاتا ہو۔ شریعت پر کاش نرائن جی نے یہ کتاب لکھ کر
 ایک بڑی کمی کو پورا کیا ہے۔ انھوں نے علم جرائم اور علم تعزیرات کا سائنس
 کے اصولوں پر مطالعہ کیا ہے اور اپنی کتاب میں بڑی خوبی سے انھیں اصولوں پر
 اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے اپنی اس کتاب میں ہمیں مختلف
 اقوام جرائم پیشہ کی زندگی سے پوری طرح واقفیت حاصل کرانے کیلئے کافی
 مناسب اور مفید مواد جمع کر دیا ہے، اور اس سماجی بیماری کے اسباب تفصیل
 سے بتانے کے ساتھ ساتھ اس کے تدارک اور علاج کے بھی کارآمد و مفید
 طریقے بتائے ہیں جس کو پڑھ کر اور سمجھ کر ہم اپنے سماج کے اس کلنک کو دُور
 کر سکتے ہیں۔ مصنف نے اس موضوع کے نکات تک پہنچنے کیلئے سائنس
 کے اور نفسیاتی اصولوں سے کام لیا ہے اور اس چھان بین و تحقیق کے بعد
 بہت سی مفید اور کارآمد باتیں لکھی ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ ہمارے صوبہ کے
 سب پولیس، جیل اور ریکیمیشن ڈیپارٹمنٹ کے افسران اور دوسرے غیر سرکاری
 سماجی و سوشل خدمات انجام دینے والے اس دلچسپ اور مفید کتاب کو پڑھ کر
 ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔

گوند سہائے
 آنر بیل وزیر اعظم کے پارلیمنٹری سیکرٹری

لکھنؤ: مورخہ ۱۰ جنوری
 ۱۹۴۸ء

ممالک متحدہ کی جرائم پیشہ اقوام

فہرست مضامین

پہلا باب :- تشریح مضمون (جرائم پیشہ اقوام کون ہیں۔ انکی تعداد اور تقسیم آبادی دیگر صوبوں کی جرائم پیشہ اقوام سے انکا تعلق اور نقل آبادی)۔ صفحہ ۳

دوسرا باب :- (۱) تاریخی پہلو۔ ممالک متحدہ کی جرائم پیشہ اقوام اور انکا مختصر حال، ۱۶

(۲) پاسی - - - - - ۱۶

(۳) بوریا یا بادریہ - - - - - ۲۲

(۴) کنجڑ - - - - - ۳۸

(۵) نٹ - - - - - ۴۴

(۶) بنجارہ - - - - - ۵۲

(۷) گدھیا۔ مداری۔ گنڈیلا۔ سیقل گر - - - - - ۶۱

(۸) ہالوڑہ - - - - - ۶۱

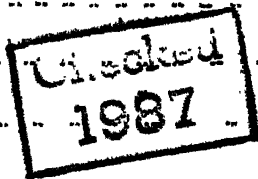
(۹) سانیا اور بیٹریا - - - - - ۶۸

(۱۰) بروار - - - - - ۸۰

(۱۱) چائی۔ ملاج۔ (بلیا) - - - - - ۸۵

(۱۲) کیوٹ - - - - - ۸۸

(۱۳) بلوچی۔ کنگریاں۔ اھیٹریہ - - - - - ۸۹



(۱۴) عوامی - ڈوم

(۱۵) بھانٹو

(۱۶) منہار

(۱۷) کرول

(۱۸) دوسادھ

(۱۹) دلیرا

(۲۰) گوجر

(۲۱) بھر

(۲۲) اودھیم

(۲۳) بید

(۲۴) بامدی - بیلدار

(۲۵) اوگڑ - کنہٹا یا کن پٹا

(۲۶) بدھک - یادھک یا ہتیارا

(۲۷) بنگالی

(۲۸) انسانی جسم کی بناوٹ اور ساخت کے اعتبار

سے جرائم پیشہ اقوام کا بیان

(۲۹)

(۳۰)

(۳۱)

(۳۲)

(۳۳)

(۳۴)

(۳۵)

(۳۶)

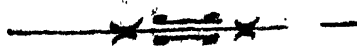
(۳۷)

(۳۸)

تیسرا باب :- جرائم پیشہ اقوام کے قانون و قواعد

چوتھا باب :- ذات کی تنظیم

پانچواں باب :- ریلیشن ڈیپارٹمنٹ کا کام





شہزی گوپی ناتھ شہزی وستو

میہر پبلک سروس کمیشن یو۔ پی

سابق چیئرمین یو۔ پی انسپراجٹ پریذرس ایڈ سوبائٹی

پیش لفظ

(از شری گوپی ناتھ سریو استو)

اقوام جرائم پیشہ کے وجود کا مسئلہ ہندوستان ہی سے مخصوص ہے۔ وسطی یورپ کے چند ملکوں کے سوا جہاں بعض ایسے قبیلے آباد ہیں جو خانہ بدوش ہونے کے ساتھ جرائم پیشہ نہیں ہیں ہندوستان کی سی جرائم پیشہ ذاتیں اور قومیں دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ جرائم پیشہ لوگ دنیا بھر میں پائے جاتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ وہ کبھی کبھی کچا ہو کر جھٹے بنا لیتے ہیں تاکہ وہ برے کام کا میابی کے ساتھ کر سکیں۔ مگر ان میں مجرمانہ ذہنیت کے سوا کوئی اور چیز مشترک نہیں ہوتی۔

انہیں ان بندشوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے، جو ان کی نقل و حرکت اور رات کی نگرانی کے سلسلہ میں ان پر عائد ہیں۔ وہ علیحدہ کر کے انہی بستیوں میں بسا دیئے گئے ہیں۔ جہاں ان کی آزادیوں پر پابندیاں لگا دی گئی ہیں لیکن انہیں برسہا روز گزار لگانے کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ قانون کی نظر میں وہ سزا میں امانہ اور امتیازی سلوک کے مستحق ہیں۔ گو یہ طریقہ پچھلے ستر سال سے برتا جا رہا ہے۔ اور مجرمانہ کارروائیاں بھی کسی قدر کم ہو گئی ہیں، پھر بھی جہاں تک ان کو سدھارنے اور عوام سماج میں پھر سے داخل کرنے کا تعلق ہے یہ طریقہ قطعاً ناکامیاب ثابت ہوا ہے۔ اس ناکامیابی کا سبب یہ بنیادی نقص ہے کہ جرمون کے علاوہ ارتکاب کی سزائیں مقرر کر دی گئی ہیں لیکن مجرمانہ ذہنیت کے حقیقی نفسیاتی اور سماجی اسباب سمجھنے کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ بیماری کی ظاہری علامتیں دیکھ کر علاج کیا جائے اور اس کے پوشیدہ اور اندرونی اسباب کی تلاش نہ کی جائے۔ اکثر اس طریقہ علاج سے یہ بیماری

اچھی نہیں ہو سکتی۔ یہی حال جرم کا بھی ہے جو ایک سماجی بیماری ہے

سٹرپ کاش زاین سکینہ چیف پردیشن آفیسر اور سکریٹری یو۔ پی۔ ڈسپارٹر جڈ پر زرس اینڈ سوسائٹی نے یہ کتاب ’صوبہ متحدہ میں اقوام جرم پیشہ‘ لکھی ہے۔ ایک کمیٹی نے جس میں میرے علاوہ ڈاکٹر ڈی این حرم دار لکھنؤ یونیورسٹی۔ راجہ بہادر چودھری رسالہ سنگم جو اس وقت گورنمنٹ صوبہ متحدہ کے ریکیمنشن افسر تھے شامل تھے اس کتاب کو بہترین قرار دیا ہے۔ کتاب کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے، اور اسے یو۔ پی۔ ڈسپارٹر پر زرس اینڈ سوسائٹی چھاپ رہی ہے۔ اس سوسائٹی نے طے کیا ہے کہ عام مفاد کے لئے جرموں کے موضوع پر کتابیں چھاپنے کتاب کا ہندی ایڈیشن بھی جلد ہی نکلنے والا ہے۔ یہ سٹرپ کاش نرائن کی دوسری کتاب ہے۔ ان کی پہلی کتاب ’ڈونڈ شاستر‘ جس کا اردو ترجمہ ”سزا کا علم“ ہے جو اردو ہندی ادب میں اپنے موضوع کے لحاظ سے پہلی

کتاب ہے۔

”صوبہ متحدہ میں اقوام جرائم پیشہ“ اردو میں اس موضوع پر واحد کتاب ہے۔ یہ بڑی آسان زبان میں لکھی گئی ہے اس میں اقوام جرائم پیشہ کے مسئلہ سب پہلوؤں، مختلف قوموں اور ذاتوں کی پیدائش، ان کے رہن سہن کے طریقہ تہذیب و رسوم و عادات، ان کی جماعتی تنظیم، ان کی جرموں کی ہمارے اور طریقہ کار مسئلہ کے نفسیاتی، سماجی سائنس، اور قانونی پہلو کے ساتھ ریکلیمیشن ڈیپارٹمنٹ کی کارگزاریوں پر بحث کی گئی ہے۔ پولیس، جیل پروبیشن اور ریکلیمیشن محکموں کے افسروں اور ملازموں کو اس کتاب کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ ہمارے طالب علم ایک انتہائی دلچسپ سماجی موضوع سے متعلق معلومات حاصل کریں گے یہ کتاب لائبریریوں اور اسکولوں کے نصاب میں داخل ہونے کے لائق ہے تاکہ اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ امداد باہمی گرام سدھار۔ گانوں پنچایت وغیرہ ترقی کے محکموں کے

(ز)

کارکنوں کو اس کتاب سے بڑا فائدہ ہوگا۔ اور مجھے آئینہ
 ہے کہ گورنمنٹ اس کتاب سے پورا فائدہ اٹھائے گی۔
 میں گورنمنٹ کے غور و غوص کے لئے یہ بات کہنا چاہتا
 ہوں کہ ہمارے صوبہ میں باقاعدہ سماجی کام کو اب تک وہ
 اہمیت نہیں دی گئی جس کا وہ مستحق ہے۔ مختلف سرکاری
 محکمے اصلاح و بحالی کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمارے
 میاں پر دیشن کا طریقہ ہے جو تجربہ کے دور سے گذر رہا ہے۔
 پیروں کا طریقہ ہے جس پر اندھا دھند عمل ہو رہا ہے۔ سکیمیشن ڈپارٹمنٹ
 ہے جس کے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ اقوام جرائم پیشہ کی اصلاح کا کام
 کر رہا ہو لیکن اب بھی بچوں کے لئے قانون وضع کرنے اور پورٹل ادارے
 قائم کرنے کی ضرورت ہے لیکن ان محکموں کی نگرانی کے لئے
 نہ تو کوئی مرکزی ادارہ ہے اور نہ ان کی کارروائیوں
 میں ہم آہنگی ہے۔ میری تجویز ہے کہ وہ ان مختلف
 محکموں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے ایک
 نیا محکمہ اصلاح و سماجی بحالی کے نام سے قائم

(ح)

کرے اور ان کی نگرانی کے لئے ایک مرکزی ادارہ
بنائے اور دوسرے محکموں کے کام کرنے کے
سلسلہ میں متعین اسکیم پیش کرے۔

ممالک متحدہ کی جرائم پیشہ اقوام

فہرست مضامین

پہلا باب :- تشریح مضمون (جرائم پیشہ اقوام کون ہیں۔ انکی تعداد اور تقسیم آبادی۔ دیگر صوبوں کی جرائم پیشہ اقوام سے ان کا تعلق اور نقل آبادی۔)

دوسرا باب :- علمی نظریہ۔ ممالک متحدہ کی جرائم پیشہ اقوام اور ان کا مختصر بیان۔

پاسی

بوریا یا بادریا

کنجھڑ

نٹ

بنجارہ۔ گدھیا۔ ہداری۔ گڈیلا۔ سیک گکر

ہا بوڑہ

سانیا اور بیڑیا

بردار

چانی پلاچ۔ کیوٹ۔ بلوچی۔ گنگیٹیا

اہیڑیا۔ میواتی۔ گھوسی

دوم۔ بھاتو۔

مُہر
کروال

دوسا دھ

دلیرا

گوہر۔ بھر

اوندھیا

وید۔ باندسی۔ بیلدار

اوگھڑ۔ کینٹھا

پدھک

بنگالی

علم نوع انسان اور علم خونِ امتحان کے مطابق جرائم پیشہ

اقوام کا درجہ

تیسرا باب :- جرائم پیشہ اقوام کے قانون و قواعد اور جرائم پیشہ اقوام کے
ذریعہ کئے گئے جرائم کی جانچ۔ جرائم کی تفصیل نفسیاتی نظریہ -

چوتھا باب :- تنظیمِ ملت

پانچواں باب :- کلیمیشن ٹو پارٹینٹ کا کلام

ممالک متحدہ کی جرائم پیشہ اقوام

باب تشیخ مضمون

جرائم پیشہ اقوام کون ہیں؟ اُن کی تعداد اور تقسیم آبادی۔ دیکھیں
 کی جرائم پیشہ اقوام سے ان کا تعلق اور نقل آبادی۔
 صوبہ متحدہ ہندوستان کا ایک خاص صوبہ ہے۔ یہ دو صوبوں آگرہ
 و اودھ سے مل کر بنا ہے اس لئے صوبہ متحدہ کہلاتا ہے۔ اس کے شمال
 میں ہمالیہ پہاڑ مشرق میں بہار۔ جنوب میں صوبہ وسط و وسطی دیہی ریاستیں
 اور مغرب میں دہلی اور پنجاب کے صوبہ ہیں۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے
 مطابق اس کی آبادی پانچ کروڑ کے ادھر ہے اس آبادی میں ۴۸ فیصدی
 ہندو۔ ۱۵ فیصدی مسلمان اور باقی ایک فی صدی میں ہندوستانی
 عیسائی اور انگریز و سکھ و جین وغیرہ ہیں۔ گنگا۔ جمنہ۔ گومتی۔ گھاگر
 بیتوا۔ کین۔ سون وغیرہ خاص دریا ہیں۔ کانپور۔ لکھنؤ۔ الہ آباد۔ آگرہ۔ بنارس

خاص شہر ہیں۔ پریاگ۔ کاشی۔ اجودھیا۔ متھرا۔ ہرودار ہندوؤں کے خاص تیرتھ استھان ہیں۔ حکومت کی آسانی کے لئے صوبہ ۲۸ ضلع میں تقسیم ہے۔ صوبہ متحدہ میں تین دیسی ریاستیں ٹیڑھی گڈھوال۔ رام پور اور بنارس ہیں۔ زیادہ تر لوگ گاؤں میں رہتے ہیں اور کھیتی باری ہی خاص پیشہ ہے۔

ذات ہندو دھرم کی خصوصیت ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جو شخص ذات ہندو دھرم کو چھوڑ کر غیر مذہب میں چلے گئے ہیں وہ اپنے ساتھ ہندو ذات کے قواعد و رسم و رواج بھی لیتے گئے ہیں اور جن کو بت حد تک دھرم چھوڑنے کے بعد بھی جانتے ہیں۔ ذاتوں کی کب اور کس طرح ابتدا ہوئی اس پر کوئی طے شدہ رائے نہیں ہے۔ اور ذاتوں میں کب اور کس طرح تبدیلیاں آتی گئیں اس کا صرف اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے۔ رگ وید میں دونوں کا پہلی بار ذکر ہے۔ ورن کے لفظی معنی رنگ ہیں۔ غالباً انسانوں کی تقسیم رنگ کے مطابق ہی کی گئی ہو اور جس طرح آج کل دنیا اور ہمارے ملک میں رنگ کا سوال ہے اسی طرح اس وقت بھی ہو جب سیکڑوں سال پہلے ہندوستان میں آریوں نے قدم رکھا ہو اور اپنے کو جو گورے رنگ کے تھے یہاں کے قدیم باشندوں سے جو غالباً کالے رنگ کے تھے علیحدہ رکھنے اور اپنی نسل کو پاک اور محفوظ رکھنے کے لئے کیا ہو۔ رگ وید کے ایک منتر میں کہا گیا ہے کہ برہمن کی پیدائش برہما

کے منہ سے۔ چھتریوں کی اس کے بازوؤں سے اور دیشوں کی اسکی
 جانگھوں سے اور شودروں کی اس کے پیروں سے ہوئی۔ ابتدا
 غالباً چار ہی ورنوں سے ہوئی و بدوں میں دیگر ذاتوں کا کوئی ذکر
 نہیں ہے۔ اور نہ ذات سے تعلق رکھنے والی روایتوں کا ہی کوئی
 ذکر ہے۔ برہمنوں کے لیے نہ کوئی خاص حقوق ہیں اور نہ شودروں
 کی ابر حالت ہی ہے۔ کھان، پان، شادی، بیاہ میں بھی کوئی رکاوٹیں
 نہیں ہیں۔ ویدک زمانہ میں بھی بہت سی صنعت کا ذکر ملتا ہے
 منوسمرتی میں بھی ذات کا ذکر ہے۔ لیکن منوسمرتی کے وقت میں چار
 ورنوں کے علاوہ بھی بہت سی ذاتیں ہو گئی تھیں۔ جو زیادہ تر
 مخلوط ذاتیں تھیں۔ برہمنوں کا درجہ اونچا ہو گیا تھا۔ کہیں کہیں
 تو اصل چھتری اور دیش رہ ہی نہیں گئے تھے اور وہ سب لوگ جو
 اپنے آباد اجداد کو برہمن ہونا ثابت نہیں کر سکتے تھے شودر کہلانے
 گئے تھے۔ شودر چاروں ورنوں میں اتر سمجھے جاتے تھے لیکن منو
 کے وقت میں اصل شودر مخلوط النسل ذاتوں سے اونچے مانے جاتے
 تھے۔ شودر ماں باپ کی اولاد۔ شودر باپ اور برہمن ماں کی اولاد
 سے اونچی مانی جاتی تھی۔ اور ایسی اولاد کو چنڈال کہا جاتا تھا جو بھی
 بھی اونچا نہیں ہو سکتا تھا۔ چاروں ورنوں کی مخلوط شادیوں سے پیدا
 ہوئی سیکڑوں دیگر ذاتیں ہو گئیں۔ یونانی الچی میگسینہ نے جو
 چند رگیت کے دربار میں رہتا تھا اپنی کتاب میں سات ذاتوں کا

ذکر کیا ہے :- (۱) وودان (۲) کرشک (۳) گڈریے (۴) صنعت
 یافتہ (۵) سپاہی (۶) ترکیچک (۷) راج متیری گن۔
 ذاتوں کی جماعت میں برابر و بدل ہوتا آیا ہے اس لئے سمجھنا
 بے بنیاد ہے کہ ذات قدیم ہے اور ہندو دھرم کے شروع سے ہی بغیر
 تبدیلی کے رہی ہے۔ پرانی مذہبی کتابوں میں بہت سی مثالیں ملتی
 ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ذنوں ذاتیں صرف صنعت پر ہی
 موقوف تھیں اور ہر شخص اپنے اوصاف کے مطابق اپنی ذات میں
 تبدیلی کر سکتا تھا۔

آج کل ذات کی اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں :-
 ۱۔ پیدائش۔ ہر ہندو کی پیدائش ایک خاص ذات میں ہوتی ہے
 اور زندگی بھر وہ اسی ذات کا ممبر رہتا ہے۔ اپنی ذات بدلنا ناممکن
 ہی ہے۔

۲۔ شادی۔ عام طور پر ہر ایک شخص کو اپنی ذات میں ہی شادی
 کرنی پڑتی ہے۔

۳۔ کھان پان۔ ہر ذات میں کھان پان کے لیے خاص اصول ہیں۔
 جن کو ذات والوں کو مانت پڑتا ہے۔
 ذات حسب ذیل اقسام کی ہوتی ہیں۔

۱۔ صنعت پیشہ۔ صنعت پیشہ ذات کا ہر ایک ممبر عموماً اسی صنعت کا
 پیشہ اختیار کرتا ہے۔ جیسے بڑھی۔ درزی۔ لوہار وغیرہ

۲۔ خاندان یا نسل :- چند ذاتیں ان لوگوں سے بنتی ہیں جو ایک ہی خاندان یا خون کے ہوتے ہیں اور اپنے کو ایک ہی خاندان یا خون کا مانتے ہیں اس قسم کی ذاتیں کم ہیں لیکن بطور مثال جاٹ۔ گوجر۔ بھڑیا۔ ڈوم ہیں۔

۳۔ پنہتھ :- خاص پنہتھ کے ماننے والوں کی علیحدہ ذات بنائی گئی ہے جیسے ابھتی گوشائیں۔ دشنوی سیارٹھ۔ وغیرہ

۴۔ پہاڑی ذاتیں :- ان ذاتوں میں ذات کے اصول سیدان میں بسنے والی ذاتوں کے مقابلے میں کم مشکل ہوتے ہیں۔

۵۔ جرائم پیشہ اور خائن بدروش ذاتیں :- یہ ذاتیں دیگر ذاتوں سے مقاطعہ کئے ہوئے شخصوں سے مل کر بنی ہیں جو اپنی حفاظت اور جرم کرنے کے لئے آپس میں مل گئے ہیں جیسے بدھک۔ باروار وغیرہ

۶۔ مسلمان ذاتیں۔

سماج اپنا کام ٹھیک طور پر چلانے کے لئے کچھ اصول بنالیتا ہے۔ ان ہی اصولوں کو قاعدے یا قانون کہا جاتا ہے۔ ان قاعدوں کی پابندی کرنا ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے جو شخص ان کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ سماج کے خلاف گناہ یا جرم کرتا ہے اس لئے مجرم کہلاتا ہے اسے قانون کے بموجب سزا دی جاتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے صوبے میں کچھ اقوام ایسی ہیں جن کا جرم کرنا ہی پیشہ ہو گیا ہے یہ چوری۔ ڈاکہ۔ لوٹ مار۔ جعل سازی کر کے وہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پاٹ پالتے ہیں۔

معمولی قانونوں کا اُن پر کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ جیل خانے کی سزا کا خوف ان کو اُنکی کارروائیوں سے باز رکھ سکا۔ جرائم پیشہ اقوام کو قابو میں لانے کے لیے ایک خاص قانون بنانے کی ضرورت پیش آئی جسے جرائم پیشہ اقوام کا قانون یا کرائمیل ٹرائیلس ایکٹ کہتے ہیں جو اقوام یا مخلوط گروہ ہیں قانون کی رُو سے نامزد کر دیے جاتے ہیں ان کا شمار جرائم پیشہ اقوام میں کیا جاتا ہے اور ایسے کل فرقے یا گروہ کے کسی ایک شخص پر جرائم پیشہ اقوام کے قانون کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس قانون کے بموجب ان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔

اس کتاب میں ایسی ہی جرائم پیشہ اقوام کا تذکرہ کیا گیا ہے مخلوط گروہوں میں چونکہ مختلف ذاتوں کے لوگ شامل ہوتے ہیں اور ارتکاب جرم ہی ان کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی کارروائیوں کو روکنے کے لئے ان کو جرائم پیشہ مشہر کر دیا جاتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اس صوبہ کے ایسے مخلوط گروہوں کا جرائم پیشہ اقوام کے ساتھ تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔

جرائم پیشہ اقوام دو طرح کی ہوتی ہیں۔ پہلی تو وہ جو گانوں میں بسی ہوئی ہیں اور دوسری خانہ بدوش۔ بسی ہوئی ذاتوں میں جرائم کرنے والی خاص خاص ذاتیں۔ پاسی۔ ایٹریا۔ بوریا وغیرہ ہیں۔ کھنڈ کو تو یہ ذاتیں بسی ہوئی ہیں اور ان کے پاس گھر دروازہ۔ کھیتی باڑی ہے اور ظاہرہ کوئی پیشہ بھی کرتے ہیں لیکن جرم کرنے کے لئے ان فرقوں یا ذاتوں کے لوگ اپنے گھر

سے دور جا کر غیر ضلعوں میں یا دوسرے صوبوں میں حشرم کرتے ہیں خانہ بدوش ذاتیں یا قومیں وہ ہیں جن کا گھربار نہیں ہوتا اور جو اپنی زندگی خیموں اور ڈیروں میں بسر کرتے ہیں تمام خانہ بدوش قومیں جرائم پیشہ نہیں ہوتیں۔ رتیا۔ بساطی۔ کیوٹ۔ بیل وادرات کے لوگ خانہ بدوش تو ہوتے ہیں لیکن جرائم پیشہ نہیں ہوتے۔ بابوڑہ۔ نٹ۔ کنجڑہ بھانتو۔ بھلیا۔ ڈوم وغیرہ خانہ بدوش بھی ہوتے ہیں۔ اور حشرم جرائم پیشہ بھی۔

عام طور پر جرائم پیشہ قومیں ہندو مذہب کی ماننے والی ہوتی ہیں لیکن چند جرائم پیشہ قومیں اسلام کی پیروی کا بھی ہوتی ہیں۔ مہادت ننگی پھٹان۔ قلندر۔ فقیر بوجی وغیرہ۔ کچھ جرائم پیشہ قومیں زمانہ قدیم سے چلی آتی ہیں اور ان کا رہن سہن۔ ڈھنگ۔ خیالات اور مذہب ہندو دھرم سے بالکل مختلف ہیں۔ یہ ذاتیں پوری طور پر ہندو مذہب میں گھل مل نہیں پائی ہیں۔ یہ ہیں بھڑیہ۔ بھانو۔ بابوڑہ۔ کنجڑ۔ ساسیہ نٹ۔ اہیر۔ اور بھلیہ وغیرہ۔ بہت سی قدیم قومیں جرائم پیشہ نہیں ہوتیں جیسے اگریہ۔ بھوئیہ۔ چیرو۔ کھیرا۔ کوروا۔ مچھورا۔ پلکھا۔ تپاری کول وغیرہ۔

بہت سی جرائم پیشہ قوموں کا شمار اچھوت ذاتوں یا ہریجنوں میں کیا جاتا ہے۔ اور بتائی ہوئی قدیم قوموں کو ہریجن سمجھا جاتا ہے ان کے علاوہ ڈوم۔ کھٹک۔ بیل وار۔ پوریہ۔ بدھک۔ بردار اور کٹریہ بھی اچھوت

جرائم پیشہ ذاتیں ہیں۔ بہت سی ہریجن ذاتیں جرائم پیشہ نہیں ہیں جیسے شلیکار۔ کالا دار۔ بانس فوڈ۔ بڑے گھر کار۔ دھانگ۔ ہاری پہلیہ۔ لال بگی۔ جاٹو۔ دھوبی۔ کوری۔ ٹنگر۔ وادی۔ بھینیا۔ باعلی کلاوز وغیرہ بہت سی قدیم اقوام یا پرانی ذاتوں کا شمار اونچی ورن والی ذاتوں میں کیا جاتا ہے لیکن وہ جرائم پیشہ نہیں ہوتیں لیکن کچھ جرائم پیشہ تو ہیں ایسی بھی ہیں جن کا اونچے ورن والی ذاتوں میں شمار کیا جاتا ہے مثلاً: بھار۔ بھو پور یاہ۔ گوجر۔ کیوٹ۔ دلیرا۔ اودھیہ۔ بہت سی جرائم پیشہ قومیں ایسی بھی ہیں جن کو گورنمنٹ کی طرف سے ہریجن اور اچھوت سمجھا جاتا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے کو اونچے ورن کی ذاتوں میں کہتے ہیں اور یہ ذاتیں اپنے کو ہریجن یا اچھوتوں میں شمار کیے جانے کے مخالف ہیں جیسے بھار۔ کرناٹ اور بھانٹو وغیرہ۔

جرائم پیشہ اقوام کے قانون کے مطابق ڈکریل ٹرایس ایکٹ ۱۹۲۲ء) ص ۱۰۲ میں ۳۲ جرائم پیشہ قومیں اور ۳۷ خانہ بدوش قومیں ہیں۔ ۹ قومیں ایسی ہیں جن کا شمار ہی ہوئی جرائم پیشہ اور خانہ بدوش جرائم پیشہ قوموں و دونوں ہی میں کیا گیا ہے۔ مثلاً بدھک۔ بھار۔ بوریہ۔ بڑیا۔ ڈوم۔ پوڑا۔ کنہڑ۔ اورنٹ وغیرہ۔ قانون جرایم پیشہ اقوام کے بموجب صوبہ متحدہ میں ۴۵ ملی جلی ذاتیں ہیں۔ جن پر یہ قانون عائد کیا گیا ہے۔

جرائم پیشہ قوموں کی گنتی علیحدہ علیحدہ ہے۔ کچھ کی آبادی زیادہ تعداد میں ہے اور وہ صوبہ کے متعدد اضلاع میں رہتی ہیں اور بعض ذاتوں

کی آبادی اب اس قدر کم ہو چکی ہے کہ ان کی مردم شماری صرف دو یا ایک ہی ضلع میں ہوئی ہے بعض ذاتیں ایسی ہیں جن کی مردم شماری کے اعداد بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی دو ذات والوں کا شمار ایک ہی ذات میں کر لیا جاتا ہے جس سے ان کی آبادی کے اعداد بڑھ جاتے ہیں اور کبھی ایک ہی ذات کا کئی مختلف فرقوں میں شمار کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کی آبادی کے اعداد کم ہو جاتے ہیں۔ خانہ بدوش ذاتوں کی مردم شماری میں بہت زیادہ زحمت پیش آتی ہے۔ کیوں کہ وہ کبھی ایک ضلع میں رہتی ہیں اور کبھی دوسرے ضلع میں چلی جاتی ہیں۔ بعض مرتبہ تو ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں چلی جاتی ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک ذات بہت سے اضلاع میں بستی ہے۔ لیکن کچھ ضلعوں میں تو اس کو جرائم پیشہ مشہور کر دیا گیا ہے اور کچھ میں نہیں کیا گیا ہے۔ کچھ ذاتیں تو ایسی ہیں جو کسی طرح سے بھی جرائم پیشہ نہیں سمجھی جاسکتیں لیکن اگر اس ذات کے لوگ کسی خاص وجہ سے ایک گانوں میں زیادہ جُرم کرنے لگ جاتے ہیں تو صرف اسی یا انھیں گاؤں میں اُس ذات والوں کو جرائم پیشہ مشہور کر دیا گیا ہے۔ خانہ بدوش جرائم پیشہ اقوام میں کچھ ۲۴ ضلعوں میں۔ نٹ (۱) ضلعوں میں۔ بخارا ۱۲ ضلعوں میں۔ کردال ۱۴ ضلعوں میں۔ بھیلیہ ۱۰ ضلعوں میں۔ بھاٹ ۹ ضلعوں میں۔ ڈوم ۸ ضلعوں میں۔ بیڑیا، ضلعوں میں۔ قلندر۔ فقیر۔ سنگی والا۔ مہاوت ۶ ضلعوں میں۔ بلوریا۔ چمر۔ انگا۔ کیریا۔ مداری ۵ ضلعوں میں۔ بدھک ۴ ضلعوں میں۔ کرناگتا۔ پیراکو ۳ ضلعوں

میں جرائم پیشہ مشہر کیا گیا ہے اور دوسری جرائم پیشہ ذاتیں جیسے کہ کن سیلیا۔ لونا چمار۔ کھر پرتا۔ کنکالی۔ سک لیگر۔ موگیہ۔ کنی پٹا۔ برج والی۔ گودن ہار۔ گوشائیں۔ دید۔ اودھڑ۔ وغیرہ کو صرف ایک یا دو ضلعوں میں جرائم پیشہ مشہر کیا گیا ہے۔

یہی ہوئی جرائم پیشہ ذاتوں میں سب سے پہلے ڈوم کا نمبر ہے جس کو کمایوں کی کشتنری کو چھوڑ کر باقی سب ضلعوں میں جرائم پیشہ مشہر کر دیا گیا ہے۔ پاسی ۱۵ ضلعوں میں۔ ہالوڑھ۔ ۱ ضلعوں میں۔ اہیڑیہ ۱ ضلعوں میں۔ نٹ اور ساسیہ ۲ ضلعوں میں۔ کنچڑ اور طارح ۶ ضلعوں میں۔ پٹریا ۵ ضلعوں میں۔ بدھک۔ بنجارہ۔ بھر اور مسہر ذاتوں کو ۴ ضلعوں میں۔ بروار اور گھوسی (بندو) کو ۳ ضلعوں میں۔ پوریہ۔ دلیرا۔ گوجر کٹھک اور گھیکھ کو صرف ۲ ضلعوں میں جرائم پیشہ مشہر کیا گیا ہے۔ بروار کوری پوریہ یا بادریہ۔ بھو پوریہ۔ گنڈلیہ۔ کیوٹ لودھ۔ لودھا۔ میواتی پلور دو سادھ یا پاسیہ اور نگا پھاٹ ذات کے لوگوں کو صرف ایک ہی ضلع میں جرائم پیشہ مشہر کیا گیا ہے۔ اٹارہ۔ غازی پور۔ اور جمنپور کے کچھ گاؤں میں رہنے والے چماروں کو اور ضلع بلند شہر کے کچھ گاؤں میں رہنے والے مسلمان راجپوتوں کو جرائم پیشہ مشہر کیا گیا ہے۔

صوبہ متحدہ میں رہنے والی جرائم پیشہ اقوام کو دوسرے صوبوں میں یا دہلی ریاستوں میں بھی جرائم پیشہ مشہر کر دیا گیا ہے اس کے تین وجوہ ہیں۔ پہلے تو یہ کہ وہ خانہ بدوش قومیں ہیں جو صوبہ متحدہ کے

علاوہ دوسرے صوبوں میں بھی گھومتی رہتی ہیں اور جرایم کرتی ہیں۔ اس لیے وہاں بھی ان کو جرایم پیشہ مشہر کر دیا گیا ہے۔ بابوڑھ آسام بنگال اور پنجاب میں۔ کنچڑ آسام۔ بنگال۔ مدراس۔ بمبئی۔ سندھ۔ پنجاب اور حیدرآباد دکن۔ پٹیا لہ۔ نالا بار۔ اودے پور۔ الور۔ جے پور۔ بھرت پور اجیر۔ بوندی۔ دھول پور۔ کوٹہ وغیرہ میں جرایم پیشہ مشہر ہیں۔ نٹ آسام بنگال۔ بہار۔ پنجاب۔ بمبئی۔ سندھ۔ بیکانیر۔ بھرت پور۔ حجالا وار۔ پٹیا لہ اور رام پور میں جرایم پیشہ مشہر ہیں۔ ساسیہ آسام۔ بنگال۔ بمبئی۔ پنجاب۔ اجیر۔ بھرت پور۔ بوندی۔ جے پور۔ حجالا وار میں جرایم پیشہ ذاتیں مشہر ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ چند جرایم پیشہ اقوام صوبہ متحدہ میں رہتی ہیں لیکن غول بنا کر دوسرے صوبوں میں جرم کرنے کے لیے چلی جاتی ہیں اور اسی لئے ان صوبوں میں ان کو جرایم پیشہ مشہر کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ڈوم ذات کو صوبہ بہار اور مدراس میں۔ اودھیہ ذات کو بمبئی میں۔ مسہر ذات کو صوبہ بہار میں (پلور اور دوسادھ ذاتوں کو بہار میں)

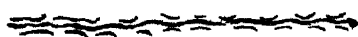
تیسری وجہ یہ ہے کہ ایسی ذاتوں کو جنہیں کسی وجہ سے اپنے جائے پیدائش کے مقام سے دوسرے صوبوں میں جا کر بسنا پڑا اور مختلف جگہوں پر جرم کرنے لگی ہیں۔ ایسی ذاتوں میں خاص ذات بورہ یا باورہ کی ہے جو ریاست الور۔ جو دھ پور۔ جلمیر۔ جے پور۔ اودے پور۔ بیکانیر۔ اجیر۔ بھرت پور۔ بمبئی۔ سندھ اور بنگال میں جرایم پیشہ قرار دی گئی ہے مختلف

صوبوں میں بوریہ یا باوریہ ذات کو دوسرے ناموں سے بھی پکارا جاتا ہے صوبہ بمبئی میں اس کو باوہری کہتے ہیں۔ راجپوتانہ کی مختلف ریاستوں میں ان کو مونگیہ یا باوری کہتے ہیں۔

صوبہ متحدہ میں جرائم پیشہ اقوام کی تعداد ۲۸ لاکھ سے زیادہ ہے یہ تعداد صوبہ کی کل آبادی کا ۵ فیصدی ہے۔ پاسیوں کی تعداد ۱۹۳۷ء کی مردم شماری میں ۱۵۹۰۰۰ تھی۔ تھڑات کی تعداد ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں ۴ لاکھ۔ ساٹھ ہزار تھی۔ طاح ۲۹۸۰۰۰۔ ڈوم ۱۰۸۰۰۰۔ دوسادھ ۷۷۰۰۰۔ بنجارہ ۸۱۰۰۰۔ نٹ ۴۱۰۰۰۔ ایڑیہ ۲۴۰۰۰۔ بھیلیہ ۱۴۰۰۰۔ یہ کہنا آسان نہیں ہے کہ ان ذاتوں میں سے کتنے لوگ واقعی جرم کرنا اپنا پیشہ بنائے ہوئے ہیں؟

اس صوبہ میں چند جرائم پیشہ قومیں ایسی بھی ہیں جن کی تعداد تو کم ہے لیکن جرم کرنے کے لئے مشہور ہیں۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں جگ ۱۳۶۷ تھے اور بدو ۳۱۴۴ تھے لیکن ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں ان دونوں ذاتوں کی تعداد اس قدر کم ہو گئی تھی کہ ان کی علیحدہ مردم شماری نہیں کی گئی۔ بوریہ یا باوریہ جن کو ظالم جرائم پیشہ کہا جاتا ہے ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ بیڑیہ۔ بنگالی اور بھانتو کی کل تعداد ۵۸۰۰ ہے۔ بھانتو ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں صرف ۳۰۰ تھے۔ ہا پوڑھ کی تعداد ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں ۲۱۶۸ تھی۔ سانیوں کی تعداد ۱۹۳۱ء

ساہریہ ذات کی تعداد ۲۷۹ ہے۔ کروال ذات کی تعداد ۱۹۳۱ ہے
 صرف ۱۰۸ بھٹی۔ کباڑیہ ذات کی تعداد صرف ۸۰۳ بھٹی لیکن ۱۹۴۱ء
 میں ان کی علیحدہ مردم شماری نہیں کی گئی۔ گیتھیا ذات کی تعداد ۱۹۴۱ء
 کی مردم شماری میں صرف ۵۹۸ بھٹی اور سونہاریہ ذات کی تعداد ۱۹۳۱ء
 کی مردم شماری میں صرف ۲۱ بھٹی۔ اس کتاب کے شروع میں
 صوبہ متحدہ کا ایک نقشہ دے دیا گیا ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ ہر ضلع
 میں کون کون سی خاص جرائم پیشہ اقوام رہتی ہیں۔



تاریخی پہلو

باب ۲

صوبہ متحدہ کی جراثیم پیشہ اقوام

اور
اُن کا مختصر حال

باب اول میں صوبہ متحدہ کی جراثیم پیشہ اقوام کا معمولی طور پر حال دیا جا چکا ہے۔ اب اس باب میں ہر جراثیم پیشہ قوم کا علیحدہ علیحدہ مفصل حال بیان کیا گیا ہے۔ مردم شناری کے حساب سے خاص خاص جراثیم پیشہ قومیں حسب ذیل ہیں :-

پاسی۔ دو سادھ۔ ملاح۔ بھڑ۔ نٹ۔ ٹردم۔ بنجارہ وغیرہ
ظالم ہونے کے ساتھ جرم کرنے والی ذاتیں یہ ہیں :- ہالوڑہ۔ گنجر
بھانٹو۔ بادریہ۔ بیڑیہ۔ سانسیمہ۔ کردال۔ اودھیمہ وغیرہ۔ ان ذاتوں
کا مفصل حال دیا گیا ہے لیکن ان کے علاوہ دوسری جراثیم پیشہ قوموں کا
بھی کچھ حال بیان پر دیا جاتا ہے۔

پاسی تپاسی۔ قوم دراوڑ نسل سے ہے جو صوبہ آگرہ کے مشرقی ضلعوں تک
اور صوبہ اودھ کے تقریباً ہر ضلع میں پائی جاتی ہے۔ پاسی سنسکرت کے

لفظ ”پیشک“ سے بنا ہے جس کے معنی پھنڈا استعمال کرنے والا ہے پاسیوں کا قدیم پیشہ تاڑ کے پیڑ سے تاڑی بکانا اور اُس سے نشہ تیار کرنا تھا۔ پاسیوں کی قوم کے وجود میں آنے کے متعلق بہت سی باتیں ہیں پہلی روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ پرشرام مہراج نے جنگل میں ایک شخص کو گاؤ کشی کرتے دیکھا۔ انھوں نے اپنے پسینہ کے چند قطرے گھانس پر ڈال دیئے جس سے پانچ آدمی پیدا ہو گئے جنھوں نے گاؤ کشی کو روک دیا۔ پسینہ سے جو لوگ پیدا ہوئے تھے وہ پاسی کہلانے لگے۔ جب ان آدمیوں نے گائے کو مرنے سے بچالیا تو پرشرام دشمنی سے انھوں نے اپنے لئے بیوی مانگی۔ اُسی وقت ایک کالیستھ کی لڑکی وہاں سے گزر رہی تھی۔ پرشرام جی نے اُس لڑکی کو ان پانچوں آدمیوں کے سپرد کر دیا۔ یہ لڑکی پاسی ذات کیستھو کی ماں بنی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ”کوفل“ نام کا ایک پجاری تھا برہاجی نے اُسے ایک بردوان دینے کو کہا۔ اُس نے بردوان یہ مانگا کہ وہ چوری کرنے میں یکتا ہو جائے یہ بردوان اُسے مل گیا۔ کوفل کی ذات کرن تھی اس کے دو بیویاں تھیں۔ ایک چھتری تھی اور دوسری اہیر اس کی پہلی بیوی کی اولاد راج پاسی اور بھیل ہیں اور دوسری کی اولاد کھٹک ذات ہے کچھ راج پاسیوں کا کہنا ہے کہ وہ بانئی راجپوتوں کے سردار ترلوک چند کی اولاد ہیں جو ایک بھڑاجہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنے کو بھڑا ذات سے متعلق کہتے ہیں۔ ضلع پرتاب گڑھ میں جو روایتیں

راج میں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ پاسی۔ ارکھ۔ کھٹیک اور بچار ایک ہی خاندان سے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں پاسیوں کی تیور کے راجہ سے لڑائی ہوئی۔ کچھ پاسی ڈرپوک تھے وہ خوف کے مارے ایک کھٹیا کے پیچھے چھپ گئے۔ اسی لئے وہ کھٹک کہلاتے ہیں۔ جو پاسی ٹک کے درخت کے نیچے چھپے تھے وہ ٹک کہلاتے ہیں۔ اودھ کے پاسیوں کا کہنا ہے کہ پہلے اودھ میں انہی کی ذات والوں کی حکومت تھی اور سنڈیلہ دھورارا۔ میتولی اور راکوٹ کے راجہ پاسی ہی تھے۔

آبادی پاسی ذات کی آبادی تقریباً ۱۶ لاکھ ہے ان میں ۳۰۰۰ خنڈ آباد ہیں ان کا عام پیشہ تاڑ کے پیڑ سے تاڑی بنانا ہے پاسیوں کے مختلف فرقوں میں آپس کے تفرقات اور تنظیم کے بارے میں پورا حال نہیں مل سکا ہے۔

شادی بیاہ کے معاملات ذات کی پنچایت طے کرتی ہے **رسم و رواج** زیادہ تر اونچے فرقے والے اپنے ہی فرقے میں شادی بیاہ کرتے ہیں لیکن بعض فرقے دوسرے فرقے والوں میں بھی شادی بیاہ کرتے ہیں۔ طلاق کا طریقہ رائج ہے۔ طلاق شدہ عورتیں دوبارہ عورتیں دوبارہ شادی کر سکتی ہیں۔ ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کے لوگ عموماً مخالف ہیں۔ اگر کوئی عورت بد فعلی کرتی ہوئی پائی جاتی ہے تو اس کے دونوں طرف کے رشتہ داروں کو پنچایت کو کھانا دینا

پڑتا ہے جس کے بغیر اس کے رشتہ داروں کو ذات میں نہیں کھا
 جاسکتا۔ اگر کوئی عورت دوسری قوم کے مرد کے ساتھ تعلق رکھتی
 پائی جاتی ہے تو اس کو ہمیشہ کے لئے ذات سے باہر نکال دیا جاتا ہے
 شادی کے لئے لڑکی کی کوئی قیمت مقرر نہیں ہے لیکن لڑکی کو والدین
 کو دو لہا کے والدین کو کچھ دولت دینا پڑتی ہے۔ دوسری ذات کی
 عورتوں کو پاسی ذات میں شامل نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر کسی پاسی
 عورت کے دوسری ذات والے مرد سے حل رہ جائے اور بچہ عورت
 کے شوہر یا والدین کے گھر پر پیدا ہو تو بچہ پاسی ذات کا کہلائے گا۔
 پاسیوں کے بہت سے ان کی ذات کے دیوتا ہیں مختلف مقاموں
 پر مختلف دیوتا پوجے جاتے ہیں۔ بعض جگہوں پر بندی مائی، اور
 بعض جگہوں پر ”پانچوں پیر“ کی پوجا کی جاتی ہے۔ کچھ لوگ رام
 سٹھاکر کو پوجتے ہیں۔ پاسی عورتیں چیکپ کے زمانے میں سینٹلامائی
 کی پوجا کرتی ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ پرانے درختوں پر بھوت۔
 پریت وغیرہ رہتے ہیں جن کو خوش کرنے کے لئے یہ لوگ سوڑکی
 قربانی کرتے ہیں۔ یہ لوگ گوشت کھاتے ہیں لیکن گائے بھینس
 وغیرہ کے گوشت سے پرہیز کرتے ہیں۔ پاسی۔ تاڑی۔ شراب
 وغیرہ پیتے ہیں۔ ان کی عورتیں ناک۔ کان۔ ہاتھ دپاؤں وگلے
 میں زیور پہنتی ہیں۔ مرد اکثر کان میں بالیان پہنتے ہیں۔
 تھوڑے سے پاسی زمیندار ہیں لیکن زیادہ تر پاسی ذات الے

مزدوری کرتے ہیں۔ تاڑی نکالتے ہیں۔ چکنی کے پاٹ و سل بٹہ بناتے ہیں۔ عام طور پر پاسی ذات بہت بدنام ہے۔ ۱۸۲۹ء میں پاسی ذات چورسی۔ ڈاکہ۔ ٹھگی۔ اور پیشہ ورز ہر دینے والوں میں مشہور تھی۔ اودھ کے تعلقدار لوگ پاسیوں کو اپنے ساتھ اپنی حفاظت کے لیے بطور چوکیدار رکھتے تھے۔ یہ لوگ اپنے مالک کے اشارے پر لوٹ مار کرتے تھے۔ یہ لوگ تیر اندازی میں مشاق تھے اور حب کبھی اودھ کے چھوٹے چھوٹے راجوں میں جھگڑے ہوتے تھے تو ان پاسیوں سے مدد لی جاتی تھی۔ کسانوں سے لگان وصول کرنے میں بھی پاسیوں سے مدد لی جاتی تھی لیکن فی زمانہ زمیندار اور تعلقدار ان کو نوکر نہیں رکھتے۔ آجکل پاسی لوگ زیادہ تر کھیتی باڑی میں لگ گئے ہیں لیکن ان کی لوٹ مار کی عادت ابھی باقی ہے۔ ڈاکہ زنی اور چورسی میں پاسیوں کے گروہ اب بھی زیادہ شامل رہتے ہیں ۱۹۰۲ء میں بریٹن صاحب نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا ”اودھ کے پاسی شہنشاہی ڈاکو اور چور ہیں۔ اسی طرح گونی گنج اور بھدوئی پرگنوں کے پاسیوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں یہ لوگ وسطی ہند اور ریواکی دیسی ریاستوں میں ڈاکہ ڈالا کرتے تھے۔ پاسی ذات میں اب بھی جرم کرنے کا بہت رجحان ہے اور اگر آجکل بھی ان پر پوری نگرانی نہ کی جائے تو ان کے جرائم کی تعداد بہت زیادہ بڑھ جائے کچھ ضلعوں میں جیسے کہ الہ آباد۔ پراگڑہ۔ رائے بریلی۔ مرزا پور کے شمالی علاقے میں پاسی عام لوگوں کو خوب لوٹتے

کھسٹتے ہیں اور بدچلن زمیندار پاسیوں کے گرد ہوں کو ملازم رکھ کر ان سے جرائم کراتے ہیں۔ ان لوگوں نے ریل سے خوب ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ ریل کے ذریعہ یہ لوگ بنگال و دوسرے صوبوں میں جرائم کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ شمالی مرزا پور کے رہنے والے پاسی ٹاکو دل نے جب یہ دیکھا کہ وہ ریادو وسط ہند کی ویسی ریاستوں میں ڈاکہ زنی کے لئے نہیں جاسکتے تو وہ پاسی ملاحوں سے مل گئے اور کشتی کے ذریعہ بنگال پہنچ کر پوربی بنگال و آسام کے ضلعوں میں ڈاکہ ڈالنے لگے۔ بھر ذات کی طرح پاسی بھی بنگال۔ بردوان۔ رنگ پور۔ پوانہ۔ ڈھاکہ۔ مہین سنگھ میں جا بسے اور ان تمام اصناف میں پاسیوں کو چوری و ڈاکہ ڈالنے کے لئے سزائیں ملی ہیں۔ یہ لوگ قنداد میں بھر اور دوسادھ کے برابر نہیں بسے ہیں لیکن یہ ان سے زیادہ خطرناک ہیں۔ ضرورت پڑنے پر یہ لوگ قتل کرنے میں نہیں چوکے۔ ٹوکیٹی اور چوری کا سامان بنگال سے لیکر یہ پاسی ہر سال اپنے گاؤں کو واپس آ جاتے ہیں اور قیمتی چیزیں اکثر معافی افسران کو بطور نذرانہ بھی پیش کر دیتے ہیں ان کی عورتیں ڈاکہ زنی میں شریک نہیں ہوتیں۔ پاسی لوگ غلہ سے لدی ہوئی گاڑیوں کو بھی روک کر لوٹ لیتے ہیں عام طور پر یہ لوگ لاٹھی چلاتے ہیں اور پتھر پھینکتے ہیں۔ اکثر بدوق اور پستول بھی رکھتے ہیں۔ پاسی عورتیں اوردو دونوں ہی زہر دینے میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جاتریوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور دوران سفر میں ان سے سیل چول بڑھاتے ہیں

اور موقع ملتے ہی بھولے بھالے آدمیوں کو زہر دے دیتے ہیں یا ان کو نشتے کی کوئی چیز کھاتے میں ملا کر دیتے ہیں اور پھر انکا مال درو پیہ لیکر چمپت ہو جاتے ہیں۔ سٹر ہانس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ پاسی عورتیں اکثر اپنے گردہ کی ستر نہ ہوتی ہیں۔ پچھلے چھ سات سال سے ضلع لکھنؤ میں چھیدا پاسی نام کے ایک شخص نے ڈاکوؤں کا ایک زبردست گروہ بنالیا تھا۔ پچھلے پانچ چھ سال میں اس نے تقریباً ۱۰ قتل کئے اور بیشمار ڈاکے ڈالے۔ کئی سال تک اسے گرفتار کرنے کی سخت کوشش کی گئی اور ایک بڑا انعام اس کی گرفتاری کے لئے مقرر کیا گیا۔ کئی سال تک پولیس اُسے گرفتار کرنے میں ناکامیاب رہی۔ ۱۹۴۷ء میں آخر بڑی دلیری سے مقابلہ کے بعد پولیس اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئی اور عدالت سے اُسے پھانسی کی سزا ملی۔ لیکن یہ سزا اُسے نہیں دی جاسکی۔ کیونکہ جیل میں اس کی موت ہو گئی۔

پوری یا بادریہ

پوری یا بادریہ ہندوستان کی سب سے زیادہ خراب اور خطرناک جرائم پیشہ قوم ہے۔ تمام ہندوستان بھر میں وہ جرائم کرتے رہتے ہیں یہ لوگ رہزنی، لٹب زنی وغیرہ کے علاوہ جعلی سکہ بھی ڈھالتے ہیں یہ لوگ سادھوں کے بھیس بناتے ہیں اور اپنے کو بیراگی یا گوشائیں سادھو و برہمچاری۔ پردہسی۔ اجدھیا کے برہمن۔ کاشی کے برہمن

دو ارک برہمن راجپوت برہمن وغیرہ کہتے ہیں۔ دوسری جرایم پیشہ میں
بھی جیسے بدلتی ہیں لیکن ان میں بور یہ قوم سب سے آگے ہے۔

اڑیسہ دکانجام ضلع میں جو بور یہ اور کوٹھل ذات کے لوگ بسے ہوئے
ہیں وہ جرایم پیشہ نہیں ہیں۔ یہ لوگ پاکی اٹھانے کا کام کرتے ہیں
زمین کھودنے۔ پتھر توڑنے کا بھی پیشہ کرتے ہیں۔ گاؤں میں نوکری
بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہندو ہوتے ہیں لیکن ان کو گھروں میں جانے
کی اجازت نہیں ہے۔ یہ گائے کا گوشت بھی نہیں کھاتے ”ادبتا“
برہمن اپنی پاکی ان ہی لوگوں سے اٹھواتے ہیں۔

سرہیم سلی مین، جنہوں نے ٹنگوں کا انسداد کیا تھا، کا کہنا ہے کہ
بور ی ذات کے لوگ بدھک۔ گکوڑا۔ باگرٹی۔ کیورگار۔ مونگیہ۔ ہاپوڑ
ارواڑی۔ سرنج واس بھی کہلاتے ہیں۔ ان کا اصلی وطن میواڑ اور
اُدے پور کی پہاڑیوں میں تھا۔ جنگلی بھیلوں اور جنگلی جانوروں کے
شکار پر ہی ان کی گزراوقات تھی لیکن جب بارہ سال تک دہلی کے
بادشاہ نے جتوڑ کا محاصرہ جاری رکھا جسکی وجہ سے وہاں قحط پڑنے
لگا تو یہ لوگ جتوڑ چھوڑ کر ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جا بسے
سلی مین صاحب نے ۱۸۳۹ء میں ایک گشتی جھٹی نکالی تھی جس میں لکھا
تھا کہ لیٹروں کی بستیوں میں جہاں بدھک لوگ رہتے ہیں۔ میواڑ کی
بور یہ قوم سب سے زیادہ ہے اس ذات کا ہر ایک فرقہ خواہ وہ کہیں بھی
آباد ہو، زیادہ تر لوٹ مار ہی کرتا ہے یہ لوگ آپس میں اپنی ایک نرالی

زبان بولتے ہیں۔ باہری آدمیوں سے اپنی زبان میں گفتگو نہیں کرتے اور قوم میں مگو تر یا ذاتیں ہوتی ہیں۔

(۱) چمبان (۲) راٹھور۔ (۳) پوار۔ (۴) چرن۔ (۵) سولھی
(۶) مہی، (۷) دندل۔ (۸) گھلوت۔

ہندوستان کے مختلف مقامات پر مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ اودھ کی مشرقی ترائی کے علاقے میں یہ لوگ سیارخواہ کہلاتے ہیں یعنی حصہ میں یہ مارڈاڑی کہلاتے ہیں۔ ایسے جگہوں پر جہاں یہ ظلم کے ساتھ ڈاکہ ڈالتے ہیں یہ بدھک کہلاتے ہیں۔ کنا۔ سانسی۔ مرسان۔ ہاترس کے زمینداران ان کو پناہ دیتے تھے۔ اوپری دواب اور دہلی کے علاقوں میں اس قوم کی بہت سی بستیاں ہیں لیکن وہ ڈاکہ نہیں ڈالتے ہیں۔ گو وہ بور یہی کہلاتے ہیں۔ گوالیار۔ الور۔ بے پور۔ بھرت پور اور کراولی میں یہ لوگ باگوڑا کے نام سے مشہور ہیں۔ مالوہ اور راجپوتانہ کے حصوں میں یہ باگری کہلاتے ہیں لیکن آپس میں یہ لوگ اپنے کو پور یہی کہتے ہیں اور اپنے دوسرے ناموں کو پسند نہیں کرتے۔ سیارخواہ نام سے یہ بہت چڑھتے ہیں۔ دکن میں باگری یا بور یہ ٹھاگر نام سے موسوم ہیں۔ یہ گجراتی زبان بولتے ہیں جو پال ریاست میں دوسرے مقامات کی طرح یہ لوگ بادھک کہلاتے ہیں پولیس ان کی نگرانی کرتی ہے۔

لفٹنٹ بریگیڈ کے سامنے جو ۱۸۳۹ء میں اسٹینٹ جنرل
 سپرنٹنڈنٹ تھے کچھ بوریوں کے اقبالی بیانات ہوئے تھے۔
 ان بیانات کو سلی مین صاحب کے پاس مراد آباد بھیجا گیا تھا بیان
 یہ ہے ”بور یہ راجپوت نسل کے تھے۔ ان کے آباد و اجداد وارڈ
 سے آئے تھے۔ ان کے ۸ گوتریا ذاتیں ہیں۔ دو تین سو سال کی
 بات ہے جب کہ شہنشاہ دہلی نے چوڑ کا محاصرہ کیا۔ رانی پدینی کی خاطر
 ۱۲ سال تک مسلمان چوڑ کا محاصرہ کیے رہے۔ چوڑ اس عرصہ
 میں بالکل تباہ ہو گیا اور محط پڑ گیا۔ روزی کی تلاش میں بوریوں
 کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا یہ لوگ تمام ہندوستان بھر کے مختلف مقامات
 پر جا بسے۔ کچھ بوریوں کا کہنا ہے کہ ان کی ذات بہت قدیم
 ہے۔ جب راجن رانی سینتا کو چڑا کر لٹکائے جا رہا تھا تو ان کی امداد
 کے لیے بہت سی جاتوں کے لوگ آئے تھے ان میں ایک
 بوری بھی تھا جس کا نام پردھی تھا اور جس کا پیشہ شکار کرنا تھا
 جب راجہ رام چندر جی نے راون کو شکست دیدی تب انھوں
 نے پردھی سے پوچھا کہ وہ کیا بردان چاہتا ہے۔ اس نے جواب
 دیا ”میں آپ کا پرہ دار ہونا چاہتا ہوں اور فرصت کے وقت
 شکار کھیل کروں گا۔ رام چندر جی نے اس کی درخواست منظور کر لی
 تب سے پردھی کا پیشہ اس ذات والوں کا پیشہ بن گیا ہو اگر
 کوئی راجہ اپنے دشمن کو مارنا چاہتا ہے تو وہ اس ذات والوں کی خدمت

حاصل کرتا ہے۔ راجہ اس ذات کے کسی آدمی سے اپنے دشمن کا
 کام سرکاٹنے کو کہتا ہے۔ یہ لوگ رات کے سناٹے میں دشمن کے سونے
 کے کمرے میں داخل ہو کر اس کا سر کاٹ لاتے ہیں۔ ان میں سے جو
 لوگ دہلی کے علاقہ میں آجسے ہیں وہ پور یہ کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے
 چوری کرنا بھی شروع کر دیا۔

یہ پور یہ دلی وال پور یہ کہلاتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ وسط ہند
 میں جا بیسے ہیں جو مالا پور یہ کہلاتے ہیں شادی بیاہ کے رسم و رواج
 اور جرم کرنے کے طریقوں میں یہ دونوں فرقے ایک دوسرے سے
 بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ یہ بات پوری طور پر نہ بھی صحیح ہو پھر بھی
 اتنا تو صحیح ضرور معلوم پڑتا ہے کہ یہ لوگ زمانہ قدیم میں میواڑ اور
 ادوے پور کے باشندے تھے اور جنگلی پھل پھول کھا کر زندگی بسر
 کرتے تھے۔ یہاں سے یہ لوگ ہندوستان کے مختلف حصوں میں
 پھیل گئے اور راہزنی اور ڈکیتی کرنا ان کا پیشہ بن گیا۔ دیسی
 راجاؤں کی امداد اور بہت افزائی کے باعث ان کو اپنے کام میں
 زیادہ سہولتیں مل گئیں چھوٹے راجاؤں اور زمینداروں کی انکو ہمدردی
 حاصل ہو گئی۔ مسافروں اور جاہلریوں کے لئے یہ ہمیشہ بہت خطرناک
 رہے۔ یہاں تک کہ امیر لوگ اور مسافرانہی کے آدمیوں کو رہبری
 اور راستہ دکھانے کے لئے جیتک ملازم نہیں رکھ لیتے تھے اس وقت
 ان کی جان اور مال خطرے میں رہتی تھی۔ جن گائوں کے قریب ڈاکو

رہتے تھے ان گانوں والوں کہ ان ڈاکوؤں کی چالپوسی اور خوشامد کرنا پڑتی تھی اور انہی کے، گروہ کے آدمیوں کو چوکیدار بنانا پڑتا تھا جس طرح سے بمبئی میں راموشی اور مدراس میں مارداڑوں کو نوکر رکھا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے گروہ بنا کر ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیا۔ ریلوں کے کھل جانے کے بعد سے ان لوگوں نے سڑکوں پر راہزنی کرنا چھوڑ دیا اور ریلوں پر اپنا کام شروع کر دیا۔ چھوٹی چھوٹی چوریاں کرنے اور نقب زنی میں تو یہ لوگ گیتا ہوتے ہیں لیکن قتل و خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے خصوصاً اس وقت جب کہ ان کو گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

سرولیم سلی مین صاحب نے بوریوں کو سدھارنے کی بہت کوشش کی۔ بہت سے بوریوں کو انھوں نے جرم کا اقبال کرنے پر معاف کر دیا اور ۱۸۳۵ء میں سر اکیٹیپن چارلس برڈن کی سرکردگی میں جبل پور میں ایک ادارہ قائم کیا گیا جہاں ان لوگوں کو دستکاری و سلائی سکھائی جاتی تھی اس ادارے کے باعث سیکڑوں کو اور ان کے بال بچے گھریلو دھندوں میں لگ گئے۔ بچوں کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا لیکن اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ بہت تھوڑے آدمیوں نے اس ادارے کا فائدہ اٹھایا۔ باقی مجرمین کو کالا پانی یا بھانسی کی سزا دی گئی۔ جرائم پیشہ قانون بوریوں پر عائد ہوتا ہے۔ اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ وہ اس قانون

کی زد سے بچ جائیں اور کھیتی باڑی میں لگ جائیں۔

ضلع مظفرنگر میں ان کو مفت زمینیں دی گئیں اس طرح سے
 اصغر حسین صاحب کی زمینداری میں خان پور۔ جھوٹا خان پور
 رویدی۔ احمدنگر۔ الادی پور۔ لاکن۔ داد دی ولی۔ خود سا۔ نواز آباد
 بنگالو کے مواعضات میں جو کہ ضلع مظفرنگر میں واقع ہیں بہت
 سے بوریہ بس گئے۔ یہ بوریہ مظفرنگر کے بوریہ کہلاتے ہیں۔ گو یہ لوگ
 اپنے کو چھپا کر ہندوستان کے مختلف حصوں میں جا بسے ہیں۔ پولیس
 نے ان کے انگوٹھوں کی چھاپا لے لی تھی تاکہ اگر یہ بھاگیں یا گزرا
 کئے جائیں تو ان کی شناخت کی جائے۔ ان لوگوں کی سختی کے ساتھ
 نگرانی کی جاتی ہے۔ اسکول کھول کر ان کے بچوں کو تعلیم دینے کی
 کوشش کی گئی لیکن ان طریقوں سے تھوڑی ہی کامیابی ہوئی
 تھوڑے سے بوریہ کسانی دھیتی باڑی میں لگ گئے۔ اور ان کی نگرانی
 کی سختی کم کر دی گئی۔ لوگ ان کے پرانے کارناموں کو بھولنے لگے
 لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا۔ یہ لوگ دوبارہ جرائم کرنے لگے اور
 ان کی پرانی خصلت جاگ اٹھی۔ کھیتی باڑی کی سیدھی سادی زندگی
 ان کو پسند نہیں آئی۔ یہ گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ بھیس
 بدل کر ریل کے ذریعہ دور دراز مقامات کو جانے لگے اور وہاں پر
 جرائم کرنے لگے۔ مظفرنگر کے افسران کو ان کی اس حرکت کا کوئی پتہ
 نہیں چلتا تھا۔ چونکہ یہ لوگ سادھو کے بھیس میں سفر کرتے تھے ان پر

کوئی آسانی سے شبہ نہیں کرتا تھا۔ یہ لوگ چوری وغیرہ کر لیتے تھے
 بوریوں کا ایک گروہ ۱۸۹۷ء میں ریاست میو میں بسا یا گیا۔ تھوڑے
 عرصہ تو یہ لوگ کھیتی باڑی میں لگے رہے لیکن پھر اپنا پرانا کام یعنی
 چوری ڈکیتی کرنے لگ گئے۔

بور یہ آپس میں گجراتی زبان بولتے ہیں۔ کچھ ہندوستانی بولتے ہیں
 جن جن ضلعوں میں یہ لوگ تھوڑے عرصہ بھی رہتے ہیں وہاں
 کی زبان سیکھ لیتے ہیں۔ یہ لوگ ہندو دیوتاؤں کی پوجا کرتے ہیں
 جسے نرسنگہ۔ درگا۔ شیو۔ وشنو وغیرہ۔ گوشائیں اور پیر کو بھی
 یہ لوگ مانتے ہیں۔ ایک بٹل میں کچھ گہوں کے دانے اور چند
 کے بیج رکھتے ہیں جس کو یہ دیو کا دانہ کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ مونچک
 بھی رکھتے ہیں۔ اس بٹل کی یہ لوگ پوجا کرتے ہیں اور اسی سے
 نیک ساعت بجاتے ہیں۔ دیوتاؤں پر کمرے کی بھینٹ پڑھاتے
 ہیں اور گوشت کھاتے ہیں۔ ان کی عورتیں گوشت نہیں کھاتی ہیں
 شراب اور نشہ بھی خوب پیتے ہیں۔ تمباکو۔ مدک۔ گانجا پیتے ہیں
 افیوں کھاتے ہیں۔ لوٹ مار کی رقم ان ہی مشاغل میں ضائع
 کرتے ہیں۔

ان کی شادی بیاہ کی رسمیں بہت سادہ ہیں۔ دو لہا دو لہن کو
 گھیر کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ڈھول بجاتے ہیں۔ گروہ کا سردار دھن
 کو دو لہا بھینٹ کرتا ہے اور پھر دھن کو دو لہا کے عزیز واقارب

تختے تدر کرتے ہیں۔ دوٹھا و دوٹھن کو ایک ساتھ ٹھلایا جاتا ہے اور تختے میں لے ہوئے کپڑے دونوں کو پہنائے جاتے ہیں۔ بارات کے سامنے پھر دونوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ اور پھر بارات کو شراب دعوت دی جاتی ہے۔ یہ لوگ تاڑی بھی پسند کرتے ہیں۔ بیواؤں کو دوسری شادی کرنے کا حق ہے۔ دیور سے ہی اکثر بیوہ کی شادی کر دی جاتی ہے۔ شادی شدہ عورت اگر بد چلتی کرتی ہے تو اس کو برادری سے خالص کر دیا جاتا ہے لیکن ہر جانہ دینے پر مافی بھی مل سکتی ہے۔ ہر جانہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مولسری کی جلتی ہوئی لکڑی سے عورت کی زبان کو داغ دیا جاتا ہے اور پھر اسے جنگل میں لجا کر وہاں عورت پر سے ایک بھیڑ کو صدقہ کر کے قربانی کی جاتی ہے جس کا گوشت چیل کوڑوں کو کھلایا جاتا ہے۔ یہ لوگ بہت پرانے خیالات کے ہوتے ہیں۔ بغیر نیک شگون بچارے کسی کام کو نہیں جاتے۔ شگون اس خیال سے دیکھتے ہیں کہ کام میں کامیابی ہوگی۔ یا نہیں۔ دیو کے دانے میں سے گیہوں نکال کر گنتے ہیں اور اس کی گنتی سے نیک و بد شگون بچارے ہیں۔ بور یہ بھالے پر چندن یا بھسم لگاتے ہیں۔ جس طرح پر شیو کے پجاری لگاتے ہیں اور ویشنو کے ہاتھ والوں کی طرح رام نامی پہنتے ہیں۔ تسمی مونگے یا ردور اکش کی لاپہنتے ہیں۔ کچھ سر کے بال منڈوا دیتے ہیں۔ اور کچھ لوگ بال بڑھاتے ہیں۔ یہ عموماً درمیانہ قد اور کھٹے بدن کے ہوتے ہیں۔ یہ پانچ فٹ۔ تین انچ سے لے کر وہ فٹ چھ انچ تک

ہوتے ہیں۔ یہ اپنے ساتھ ستارہ کھنجر ٹی اور ڈھولک رکھتے ہیں ان کے اکثر دو نام ہوتے ہیں۔ ایک گرو کا رکھا ہوا نام اور دوسرا والدین کا رکھا ہوا نام ہوتا ہے۔ گوشائیں کا چیلہ اپنے نام کے ساتھ گرمی اور بیراگیوں کے چیلے اپنے نام کے ساتھ داس لگاتے ہیں یہ لوگ گوشائیں اور بیراگی کے بھیس میں رہتے ہیں۔ دہلی داسے بور یہ دھوتی ایک خاص طریقے سے باندھتے ہیں۔ بالیں جانگ اور ایک پیر بالکل ننگا رہتا ہے۔ دھوتی بہت چھوٹی ہوتی ہے جو لوگ زیادہ عرصہ سے کھیتی باڑی کر رہے ہیں انھوں نے جرم کرنا چھوڑ دیا ہے۔ انہیں بھی کچھ لوگ کھیتی کے پیشہ کے ساتھ کبھی بھی چوری کر لیتے ہیں۔ باقی لوگ چٹن اور امن کے ساتھ روٹی نہیں کاتے یہ لوگ تمام ملک بھر میں اپنی عورتوں کو ساتھ لیکر بھیس بدل کر گھومتے رہتے ہیں اکثر کئی کئی گروہ ایک ساتھ جاتے ہیں۔ ہر ایک گروہ کا ایک یا دوسرا رہتے ہیں۔ ظاہر طور پر تو بھیک مانگتے ہیں اور اپنے کو چھپائے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنا اصل نام نہیں بتاتے۔ عورتیں بھیک نہیں مانگتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے ساتھ سامان ڈھونے کے لئے خچر دھٹو اور چوکیداری کے لئے گتے رکھتے ہیں۔ نقب زنی کرنا اور چوری کرنا ہی ان کا پیشہ ہے۔ اپنے کام میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں۔ مکانوں میں نقب زنی کرنے اور چوری کرنے کی تلاش میں یہ لوگ گھومتے پھرتے ہیں

جرم کرنے کا طریقہ کرتے ہیں اس سے کچھ فاصلہ پر ٹھہر جاتے
 ہیں۔ بھیک مانگنے کے بہانے گاؤں میں جاتے ہیں اور چوری کرنے کی
 غرض سے مکانات کو خوب دیکھ بھال لیتے ہیں۔ بچوں اور عورتوں
 کے زیورات کو غور سے دیکھتے ہیں اور اس طرح مال دار آدمیوں کے
 مکانات کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ یہ اطلاع اپنے گروہ کے سردار کو پہونچا دیتے
 ہیں۔ پھر گروہ کا سردار اور دوسرے لوگ مالدار کے مکان کا معائنہ
 کرنے علیحدہ علیحدہ جاتے ہیں دوکان کی کنڈی۔ کھڑکیوں اور
 دروازوں کو بغور دیکھتے ہیں ان کا پتہ لگانے کے لیے یہ لوگ کسی
 نہ کسی ترکیب سے مکان کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اور ان تمام
 باتوں کو بغور دیکھنے کے بعد وہاں چوری کرنے کا دن اور وقت طے
 کرتے ہیں۔ کچھ منتر پڑھ کر مکان کے اندر نکر ڈھیلے پھینکتے ہیں۔
 اور اس طرح گھر کے آدمیوں کے سوتے یا جاگتے ہونے کا پتہ چلاتے
 ہیں۔ پھر مکان کے اندر گھسنے کے لیے نقب لگاتے ہیں اور کچھ لوگ
 پہرہ دیتے ہیں۔ دروازہ کے برابر کی دیوار میں سینہ
 لگا کر ہاتھ ڈال کر اندر سے کنڈی کھول دیتے ہیں۔
 کھڑکیوں کی آہنی سلاخوں کو توڑ کر بھی اندر گھس جاتے
 ہیں۔ لوہے کا ایک اوزار ان کے پاس ہوتا ہے
 جو ایک طرف سے کدال کی طرح اور دوسری طرف

سے چمچے کی طرح ہوتا ہے۔ کدال کی طرف سے مٹی کھودتے ہیں اور چمچے والی طرف سے مٹی ہٹاتے ہیں۔ اس اوزار کو یہ لوگ چھپا کر زمین کے اندر دفن کر کے رکھتے ہیں۔ صرف کام کے وقت اس کو نکالتے ہیں۔ یہ اپنے ساتھ لٹھیاں رکھتے ہیں جو تلہ کرنے اور حملہ سے بچنے دونوں ہی کام میں لاتے ہیں۔ اپنے ساتھ دیاسلانی کی ایک ڈبی بھی رکھتے ہیں۔ جس کو جلا کر روشنی کرتے ہیں اور قیمتی سامان ڈھونڈھ لیتے ہیں۔ سوتی ہوئی عورتوں اور بچوں کے جسم پر سے زیور اس صفائی سے اتارتے ہیں کہ سونے والے کو مطلق خبر نہیں ہوتی۔ جن کبکسوں میں زیور وغیرہ ہوتے ہیں ان کو مکان سے کچھ فاصلہ پر لیجا کر توڑ پھوڑ ڈالتے ہیں۔ نقد روپیہ اور چاندی و سونے کے زیورات نکال لیتے ہیں اور کپڑوں والی چیزوں کو جنگلی آسانی سے شناخت کی جاسکتی ہے نکال دیتے ہیں۔ جن کپڑوں پر کارچوبی کام بنا ہوتا ہے۔ ان پر سے کارچوبی کام اکھاڑ لیتے ہیں اکثر معمولی کپڑوں کی جن کی شناخت نہیں ہو سکتی لے جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں میں رنگو اکرا استعمال کرتے ہیں۔ چوری کے مال کا بندل بنا لیتے ہیں اور اپنے گردہ کے ایک آدمی کے سپرد کر دیتے ہیں جو گردہ سے فاصلہ پر رہتا ہے اور گردہ کے پیچھے پیچھے آتا ہے۔ یہ اس غرض سے کرتے ہیں کہ اگر کہیں گردہ پر شہمہ کیا جائے تو چوری کا مال برآمد نہ ہو سکے۔ اگر چوری میں سامان زیادہ ہاٹھ لگ جاتا ہے تو یہ لوگ

بہت تیز سفر کرتے ہیں اور ایک ہی رات میں ۲۰ یا ۳۰ میل تک چلے جاتے ہیں۔ چوری کا مال گروہ کے جائے قیام سے کچھ فاصلہ پر کسی پوشیدہ جگہ پر زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور اگر کہیں پر پولیس کا ایک دوکا سپاہی مل جاتا ہے اور انھیں پکڑنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ اس پر حملہ کر دیتے ہیں اور اگر یہ چوری کا مال نہیں لے جا پاتے تو اسے پھینک دیتے ہیں۔

لوگ سن صاحب کا کہنا ہے کہ جس شخص کے پاس سے موم کا گولہ ایک چھوٹی ترازو اور کسوٹی کا پتھر لے وہ بلاشبہ لوریہ ہی ہوگا۔ موم کے گولے سے ایک پیڑا خوب رگڑا جاتا ہے پھر اس کو جلا کر چوری کے وقت موم بنی یا شعل کی طرح روشنی کے لئے استعمال کرتے ہیں اُجالے پاکہ میں چوری کا سامان تقسیم کرتے ہیں اس کام کو نیک شگون دیکھ کر کرتے ہیں۔ گروہ کے سردار کی موجودگی میں چوری کا سامان پانچ حصوں میں بانٹا جاتا ہے ایسے ایک حصے کے پھر چار حصے کیے جاتے ہیں جن میں سے ایک حصہ دیوتا کی نذر۔ ایک حصہ بیمار و بڈھوں کے لئے تیسرا حصہ بیوہ عورتوں کے لئے۔ اور چوتھا حصہ گروہ کے سردار کا ہو جاتا ہے۔ باقی بڑے چار حصوں کا مال گروہ کے ان تمام لوگوں میں جنھوں نے جرم کرنے میں شرکت کی ہے برابر برا تقسیم کیا جاتا ہے حصہ پانے والا اپنے حصے کے سامان کو حبس یا چاہے کام میں لا سکتا ہے یہ لوگ چوری کا مال خریدنے والوں سے ملے رہتے ہیں اور ان کے ذریعہ

ہی چوری کا مال توڑوا کر فروخت کر دیتے ہیں۔

بور یوں کی اپنی خاص بولی ہوتی ہے۔ یہ آپس میں اپنی زبان میں بات چیت کرتے ہیں۔ باہری لوگ ان کی بولی نہ بول سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے کچھ خاص نشانات بھی ہوتے ہیں جس کے ذریعہ وہ اپنے گروہ کے آدمیوں کو جان کے پیچھے آرہے ہوں۔ اپنے اگلے پڑاؤ کی بابت اطلاع دیتے ہیں۔ اپنے پچھلے پڑاؤ یا جائے قیام کے مکانات کی دیواروں پر کویلے سے نشانات بنا دیتے ہیں جیسے یہ ! — — — یا ! — — —۔ کھڑی لکیروں سے گروہ کے آدمیوں کی تعداد اور بیڑی لکیروں سے اگلے جائے قیام کی سمت کا پتہ چلتا ہے۔ اگر کھڑی لکیریں دائرے کے اندر بنی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گروہ قصبہ یا شہر کے اندر ہے اور اس کے پاس چوری کا مال موجود ہے۔ (۱۱۱۱) اور (۱۱۱۱) نشانات کا مطلب یہ ہے کہ گروہ شہر میں ہے۔

پوگ سن صاحب نے جو سنہ ۱۹۰۳ء میں خاندیش میں ضلع سپرنٹنڈنٹ تھے بور یوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ بور یہ سادھو کے بھیس میں سفر کرتے ہیں اپنے گروہ کے ایسے شخص کو جو سب سے زیادہ ضعیف لیکن سب سے زیادہ ذہین ہوتا ہے گروہ بنا کر گاؤں سے کچھ فاصلہ پر بچھا دیتے ہیں اور گروہ کے باقی لوگ گانوں میں بھیک مانگنے جاتے ہیں۔ عورتوں کے زیور دیکھ کر ان کے گھروں کی دولت کا اندازہ کرتے ہیں اور پھر یہ طے کرتے

ہیں کہ کہاں کہاں نقب لگانا ہے۔ پھر اندھیرے پاکہ میں انہی مکانوں میں چوری کرتے ہیں اور دوسرے گانوں کو روانہ ہو جاتے ہیں اور وہاں بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ پور یہ عموماً دروازے کے پاس کی دیوار میں سرائخ کرتے ہیں اور پھر ہاتھ ڈال کر اندر سے کنڈھی ہٹا دیتے ہیں اور دروازہ کھول لیتے ہیں۔ اکثر چو کھٹ کے نیچے کھود کر راستہ بنا لیتے ہیں۔ یہ لوگ ایک جھوٹا بیلچہ یا سا بڑ رکھتے ہیں جسے بانس کے اندر چھپا بھی سکتے ہیں۔ بانس میں لوہے کے چھلے لگے ہوتے ہیں۔ اگر ان چھلوں کو کھینچا جائے تو بیلچہ یا سا بڑ دکھائی دے جائے گا۔ اکثر یہ لوگ اپنے ساتھ نوکدار چیمچ اور چمکا رکھتے ہیں جسے دیوار میں سرائخ کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں چوری کا سامان اور نقب زنی کے اوزار رکھنے والا شخص گروہ کے ساتھ نہیں رہتا وہ گروہ سے ایک دوسیل آگے یا پیچھے رہتا ہے چوری کا مال اگر اسی شہر میں فروخت ہو جائے تو اُسے بیچ دیتے ہیں اُسے اپنے ساتھ نہیں رکھتے۔ اکثر یہ لوگ چوری کرنے کے بعد منہار کے ہمیں میں آ جاتے ہیں۔

نقب زنی کے ہتھیار اور اوزار :- (۱) زان چمچا۔ (۲) بانس کا اینڈا۔ (۳) چمچا۔ پورے تمام ہندوستان بھر میں دورہ کرتے ہیں میسور۔ مدراس۔ اور بمبئی کے صوبوں میں ان کو سزائیں ملی ہیں۔ کچھ پورے ملک کے مختلف حصوں میں بسے ہوئے ہیں ان کا تعلق منظر نگر کے پوریوں سے

ہے۔ منظر نگار کے بوریے ان کے پاس آکر ٹھہرتے ہیں اور ان کی مدد سے چوری کرتے ہیں اور بوریہ ڈاک روپیہ منظر نگار بھیجتے ہیں۔ بوریوں کے گروہ پنجاب۔ مارواڑ۔ بھوپال۔ بمبئی۔ وسط ہند۔ بنگال اور مدراس میں ملتے ہیں۔

بوریوں نے دھوکہ دینے کے لئے عطر بچھے والوں کا بھی پیشہ شروع کر دیا ہے اس غرض سے انھیں رئیس اور مال دار گھرانوں میں جانے کا موقع ملتا ہے اور عطر کے کبوں میں چوری اور ڈاکہ کا سامان رکھا جاسکتا ہے بوریہ لوگ جعلی سنگے بناتے ہیں۔ بنگال میں بوریوں کا ایک فرقہ ہے جو چمک کہلاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے کو ضلع غازی پور اور گورکھپور کا باشندہ کہتے ہیں۔ یہ اپنے کو کشمیری بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ بھی مویشیوں کی چوری اور نقب زنی کرتے ہیں۔ اور جعلی سنگے بھی بناتے ہیں۔

چور زبان۔ بوریوں کی بولی مخصوص ہوتی ہے۔ ان کی بولی کے چند الفاظ نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

لفظ	معنی	لفظ	معنی	لفظ	معنی
اد	بھڑپا	باکی	مہین	لسی جانا	بھیٹنا
اؤلبل	پسینا	بابن	عورت	چیا	بٹیا
اوند	انگلی	بھتھارا	بٹی	چوبا	چکارا
بائی	وہ	بورو	بور	دائچھ	دس
باپو	باپ	جھنڈوں	جڑا	جھمکیا	رٹکا

لفظ	معنی	لفظ	معنی	لفظ	معنی
دیکوسی	لڑکی	کنواری	کڑے کی	بھوریہ	دھیرے
کائی	پوی	کینج	بال	نون	نو ۹
ڈھنڈا	بیل	کوٹھے	گھر	نوڈی	دیمک
ڈھکیارہ	مور	ہوئی	سونا	پرلور	کبوتر
ڈھاووں	باپاں ہاتھ	کاہب	انگریز	پنٹری	رد پیر
گرو	گاؤں	خورد	لنگڑا	فاروزانہ	بھاگنا
ہٹ	سات	لنگڑ	لوٹری	راتو	لال
پنڈو	چھپکلی	لودیہ	گتتا	سامو	اچھا
پاراکاری	ترکاری	مگیر	چادر	ٹاٹ	بکری
جمنّا	سیدھا ہاتھ	لوپر	چور	تاتہ	بریا۔ بھڑ
کھاکھرا	سُسر	مُرش	آدھی	تھانو	پولیس
کھاکھو	ساس	مکیہ	سپاہی	ترکی	پایا
کھاگڑا	جوتا	مہہ پھر	پولیس انسپکٹر	سہوریہ {	بھویا بیٹے
بک	میں	مونہنیو	انیدھن		کی بوی

کنجھڑ

ابتدا۔ صوبہ متحدہ میں جو خانہ بدوش قومیں ہیں ان میں سے زیادہ تر اپنے کو کنجھڑ ہی کہتی ہیں۔ کنجھڑ لفظ کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی اُس کے

مستقل کوئی صحیح بات معلوم نہیں ہو سکی ہے لیکن خیال یہ ہے کہ لفظ کبچڑ الفاظ "کانن چر" سے بنا ہے جس کے معنی ہیں جھگل بھیجنے والا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہندوستان کی قدیم خانہ بدوش قوموں میں کبچڑ سب سے زیادہ اہم تھے۔ لیکن ان کو اپنی محافظت کرنے اور جرم کرنے کی غرض سے دوسری قوموں سے میل جول بڑھانا پڑا اور ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنے پڑے جس کا اثر یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کی ذاتی خصوصیات فنا ہوئی گئیں یہاں تک کہ اب پڑیہ۔ بھاتو کبچڑ۔ ہالوڑہ اور سانسیہ میں تفریق کرنا تقریباً ناممکن سا ہو گیا ہے۔ کبچڑوں کی شروعات کا پتہ قدیم تاریخ سے بالکل نہیں چلتا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مانا گرو کی اولاد ہیں جو اپنی بیوی نالینہ کبچڑن کے ساتھ رہتے تھے۔ مانا گرو نے دہلی پہنچ کر مسلمان بادشاہ کے ملکہ۔ کلونا نام کے دو پہلوانوں کو ہرا دیا تھا جس کے صلہ میں بادشاہ دہلی نے انکو انعام دے کر رخصت کیا تھا۔ کبچڑ اب مانا گرو کو اپنا دیوتا مانتے ہیں۔ کبچڑ قوم کے چار فرقے ہیں۔ (۱) بڑھ بندہ جھاڑو بنانے کا کام کرتے ہیں۔ (۲) پتھر کٹ۔ یہ لوگ پتھر کاٹتے ہیں۔ (۳) جلا دجو بھانسی دیتے ہیں۔ یا مردہ جانور اٹھاتے ہیں۔ (۴) دکش بندہ جو جولا ہوں کا کرگھا بناتے ہیں۔ یہ فرقے پیشہ کے اعتبار سے بنے ہیں تیس فیصد صاحب نے اپنی کتاب میں کبچڑوں کے سات فرقوں کا تذکرہ کیا ہے ان کا خیال ہے کہ کبچڑ اور نٹ قوم اسپن اور یورپ کی دوسری

خانہ بدوش ذاتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ کنجڑوں میں بھی ذات بچاوت ہوتی ہے۔ یہ بچاوت ذات کے جھگڑوں کو فیصلہ کرتی ہے نہ فیصلہ صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کنجڑوں کے شادی بیاہ کے رسومات ہندوؤں کے رواج سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ بچپن میں کوئی سگائی نہیں ہوتی۔ نیک غلوں اور نیک دین کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ شادی کے موقع پر بہت زیادہ رسومات نہیں برتے جاتے۔ برہمن بھی نہیں بلایا جاتا۔ دولہا کا باپ یا کوئی اور نزدیکی رشتہ دار دلہن کے باپ یا رشتہ دار کے پاس پیغام لیکر جاتے ہیں۔ انھیں تاڑی پلا کر خوش کرتے ہیں اور پھر شادی کی درخواست کرتے ہیں۔ اس کی منظوری مل جانے پر اُسے کوئی مویشی جانور یا اوزار تحفہ کے طور پر تندر کرتے ہیں۔ جس لڑکی سے شادی کرنا تجویز کیا جاتا ہے۔ اُس سے کوئی رشتہ داری نہیں ہونا چاہیئے لڑکی عموماً دوسرے گروہ کی ہوتی ہے کچھ عرصہ کے بعد دولہا اپنے رشتہ داروں کو اکٹھا کر کے اور اپنے بہترین کپڑوں سے آراستہ ہو کر دلہن کے گھر جاتا ہے اور لڑکی کے باپ سے لڑکی دینے کے لئے ایسے الفاظ میں درخواست کرتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اگر اس کی درخواست نامنظور ہوئی۔ تو وہ دلہن کو زبردستی طاقت سے حاصل کر لے گا۔ لڑکی اُسے خاموشی کے ساتھ تندر کر دی جاتی ہے۔ یہ طریقہ پرانے زمانے میں طاقت کے زور سے دلہن حاصل کرنے کے رواج کی یادگار ہے۔ دلہن

جب اپنے شوہر کے گھر پر آ جاتی ہے تو شادی کے رسومات ادا کئے جاتے ہیں مٹی کے ٹیلے پر ایک بانس گاڑا جاتا ہے جس کے اوپر جس گھانسن لگا دی جاتی ہے جو کنجڑوں کی دستکاری کی نشانی ہے دوٹھا۔ دھن کا ہاتھ پکڑتا ہے اور بانس کے ارد گرد کئی بار چکر لگانا ہے اس کے بعد سور یا بکری کی قربانی کی جاتی ہے اور تاری کے ساتھ مانا گرو کی پوجا ہوتی ہے اور ان کی تعریف میں گائے گائے جاتے ہیں اور بعد میں تمام ذات کے آدمیوں کو تاڑی اور گوشت کی دعوت دی جاتی ہے۔ ناچ ہوتا ہے۔ دھن کا باپ دوٹھا کو جینر جگل کا حصہ دیتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی کنجڑ دوٹھا کی اجازت کے بغیر اس جگل سے کوئی پھل۔ پھول یا لکڑی اور گھانسن وغیرہ نہیں لے سکتا ہے اور نہ وہاں شکار کھیل سکتا ہے اور نہ شہ نکال سکتا ہے۔

کنجڑوں میں عورت کے حاملہ ہونے کے دوران میں بھی کوئی رسم و رواج نہیں ہوتے۔ لڑکا پیدا ہونے کے بعد برادری میں چادل تقسیم کئے جاتے ہیں۔ چھٹی میں عورتیں گاتی بجاتی ہیں اور پھر دعوت ہوتی ہے۔ مردوں کا کر یا کریم تین طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) جل پر باہ یعنی پانی میں لاش کو بہا دینا (۲) واہ کر یا یعنی لاش کو آگ میں جلا دینا۔ (۳) لاش کو دفن کرنا۔ مانا گرو کی لاش ضلع الہ آباد کے کٹرہ موضع میں دفن کی گئی تھی۔ یہ کنجڑوں کا متبرک مقام ہے۔

نذہبی خیالات کے اعتبار سے کچھ سنسکرت زبان کے بھی مشیر
 کے زمانے کے ہیں۔ ان کے یہاں سورتی پوجا نہیں ہوتی ہے یہ مندروں
 میں نہیں جاتے۔ پوجا دی نہیں رکھتے۔ بھوت پریت سے ڈرتے ہیں۔
 ان کا اعتقاد ہے کہ مرے ہوئے آدمیوں کی روحیں بھوت بن جاتی ہیں
 مرڈے کی کرایہ کرم کے جائز سموات پورے نہ ہو سکنے کے باعث یا
 کسی اور غامی کی وجہ سے مرڈے کی روح کسی زندہ انسان کے جسم
 میں داخل ہو جاتی ہے اور اُسے طرح طرح سے پریشان کرتی ہے
 بیماریاں۔ پاگل پن مرگی۔ دورے۔ بخار وغیرہ بھوتوں کی وجہ سے
 ہوتے ہیں۔ ان بیماریوں میں یہ سیانے سے علاج کراتے ہیں۔ سیانے
 بھوت پریت کو قابو کرنے کے علم میں ماہر ہیں۔ کچھ مانا گرو
 کی پوجا بڑی دھوم دھام سے کرتے ہیں برسات کے زمانے میں پوجا
 زیادہ کی جاتی ہے۔ کیونکہ بارش کے زمانے میں یہ لوگ کم گھومتے
 پھرتے ہیں۔ کچھ تین دیویاں ہیں۔

(۱) ماری (۲) پردھیا (۳) بھوتیاں۔

ضلع مرزا پور کے کچھ مندھیا چل کی دیوی کی بھی پوجا کرتے ہیں
 جلاو کچھ نامک پنچھی ہو گئے ہیں ضلع علی گڑھ کے موضع بکے گڑھ میں کچھ
 بند کچھروں نے مانا گرو اور نلیہ کی یادگار میں ایک چبوترہ بنوایا ہے جہاں
 بھاؤں کے مہینے میں ایک بڑا سیلہ لگتا ہے۔ یہ لوگ دوسری بیج
 ذات خاتون کی طرح جھکیا دیوی کی بھی پوجا کرتے ہیں کچھ بند کچھ ہولی

دسہرہ۔ دیوالی اور کرشن جنم اسٹی کو بھی مانتے ہیں۔

پیشے اور حُریم کرنا بہت سے کنجڑاب عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے ہیں۔ کھیتی باڑی اور مزدوری کرتے ہیں۔ شہر کے نزدیک رہنے والے کنجڑوں کو لیاں۔ ٹلیاں۔ چلنی پتکے چٹائی۔ رستی۔ پتیل۔ دُونے اور سوتلی وغیرہ بناتے ہیں اور ایمان داری سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ آوارہ گرد کنجڑ پچاس ساٹھ آدمیوں کا گروہ بنا کر صوبہ میں گھومتے ہیں جنگل اور اوسر زمین پر ڈیرہ ڈالتے ہیں اور شکار کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں یہ بہت ہوشیار شکاری ہوتے ہیں پرندوں اور جنگلی جانوروں کو جال میں پڑی ہوشیاری سے پھانس لیتے ہیں یہ لوگ جنگلی جڑی بوٹی اکٹھا کرتے ہیں۔ تارکے درخت سے تار پھیلا لیتے ہیں جس کی ٹٹیاں۔ سیرکی کی ڈلیاں اور رستی وغیرہ بناتے ہیں۔ شہر یا گاؤں میں پہونچنے پر اپنا بنایا ہوا سامان بیچ ڈالتے ہیں یا اسے اپنے استعمال کی چیز سے بدل لیتے ہیں۔ کھانا ان کا بہت عزیز ہتھیار ہے اس سے یہ گھانس کاٹتے ہیں۔ سیار مارتے ہیں سانپ اور سیاہی کے بل کھو دڈالتے ہیں۔ انھیں پکڑ لیتے ہیں۔ لکڑی کاٹتے ہیں اور اسی سے نقب بھی لگاتے ہیں ان پر ۱۸۷۵ء میں ہی خطرناک جرائم کرنے کا بیٹھہ کیا جاتا تھا میرٹھ سے مدراس تک راہزنی کے جرم میں یہ لوگ گرفتار کئے گئے ۱۸۷۵ء میں ہیر پور ضلع میں مجسٹریٹ نے ان کے خلاف سخت کارروائی کئے جانے کی سفارش کی تھی۔ ۱۸۷۵ء میں ان لوگوں نے علما گڈھ۔ مٹھ۔ ا۔ ملند۔ شہ۔ آگرہ۔ کرا۔ ضل۔ ع۔ د۔ د۔

زیادہ پریشان کیا۔ عموماً یہ لوگ۔ نقب زنی اور راہزنی کرتے ہیں راستے میں گاڑیوں اور مسافروں کو روک کر لوٹ لیتے ہیں۔ لوٹ کے مال کو چھپا ڈالتے ہیں یا موقع پا کر اُسے بیچ ڈالتے ہیں۔ نقب زنی میں خاص ہو شیاری نہیں دکھاتے۔ سینہ گھا کر مکان میں داخل ہوتے ہیں اور زبردستی سامان اٹھالے جاتے ہیں۔ گرفتار ہو جانے پر یہ لوگ اپنے کو بیڑیہ۔ بنجارہ۔ بھنگی۔ بھانت۔ نائی۔ کھار۔ کچ بند یہ۔ کھار۔ کرناٹک۔ بانٹ بتاتے ہیں۔

نٹ

نٹ لفظ سنسکرت کا ہے جس کے معنی ہیں۔ ناچنا۔ صوبہ متحدہ کے تقریباً ہر ضلع میں نٹ پائے جاتے ہیں۔ ناچنے گانے کے علاوہ یہ لوگ کھیل تماشے۔ قلا بازی اور رستی کے کھیل وغیرہ دکھاتے ہیں انکی عورتوں کا چال چلن ٹھیک نہیں ہوتا۔ یہ رنڈی کا پیشہ بھی کرتی ہیں۔ نٹ ذات کیسے پیدا ہوئی۔ اس کے بارے میں کچھ ٹھیک پتہ نہیں چلتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو ذاتیں ناچ گانے اور قلا بازی و رنڈی کا پیشہ کرتی ہیں وہ عام طور پر نٹ کہلانے لگتی ہیں۔ یہ لوگ صوبہ متحدہ کے باہر بھی پائے جاتے ہیں۔ صوبہ بمبئی کے کولا ماتنی جو ڈوم باری بھی کہلاتے ہیں۔ یہاں کے نٹوں سے بہت ملے جلتے ہیں۔ یہ لوگ بھی قلا بازی اور رستی کے تماشے و کھیل دکھاتے

ہیں۔ ان کی لڑکیاں جب سن بلوغ کو پہنچتی ہیں تو ان سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ آیا وہ شادی کریں گی یا رنڈی کا پیشہ اگر وہ شادی کرنا پسند کرتی ہیں تو ان کو بہت احتیاط کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ اور مناسب دودھ لکھانے کے ساتھ بیاہ کر دیا جاتا ہے لیکن اگر وہ رنڈی بننا پسند کرتی ہیں تو اسے نچایت کے سامنے لے جایا جاتا ہے اور برادری کو کھانا دینے کے بعد اسے رنڈی بننے کی اجازت دیدی جاتی ہے ایسی رنڈیوں کے ساتھ علاوہ ان کے بچوں کے دوسرے اور لوگ کھانا وغیرہ نہیں کھاتے۔ کل ہانیوں کے لیے بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ بھی ساسیہ ذات کی ایک شاخ ہیں اور سانس مل کے بھائی ملانور کے خاندان کے ہیں۔ ان کے دو فرقے ہیں۔ (۱) دنکھاتی اور (۲) فامیہ پال کھاتی۔ یہ دونوں فرقے اپنی عورتوں سے رنڈی کا پیشہ کراتے ہیں اور یہی ان کی گزر اوقات کا خاص ذریعہ ہے۔ دو دنکھاتی ڈاک کے بھی ڈالتے ہیں۔

صوبہ بنگال میں بھی ایک ایسا فرقہ ہے جو نرنٹ۔ نرنٹک یا ناٹک کہلاتی ہے۔ یہ لوگ بھی ناچتے۔ گانے کا پیشہ کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ جو صوبہ متحدہ میں بازی گز سپیراؤ کو تری کہلاتے ہیں اور جو یہاں نیٹوں میں شمار کئے جاتے ہیں وہ بنگال میں بیڑیے کہلاتے ہیں جو سانسیہ۔ ہاپڑوں۔ کجھڑوں وغیرہ سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

نٹ پنجاب میں بھی پائے جاتے ہیں۔ وہاں وہ ناچنے گانے کے

علاوہ بازی گری بھی کرتے ہیں۔ کھیل کود کے تماشے کے علاوہ جنگلی جڑی بوٹی سے دوا علاج اور جھاڑ بھونک بھی کرتے ہیں۔ ان کی عورتیں کبوتری کہلاتی ہیں اور رنڈی کا پیشہ کرتی ہیں۔ ان میں سے تین چوتھائی ہندو اور ایک چوتھائی مسلمان ہیں۔ یہ دیوی گردونا تک اور گرد تیغ بہا در اور ہنومان جی کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو مارواڑ کا پرانا باشندہ کہتے ہیں۔

ضلع مظفرنگر میں ہندو نٹ ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ پر ماتمانے ان کو خود پیدا کیا ہے تاکہ وہ اُسے اپنے فن سے خوش رکھ سکیں۔ ان کے یہاں شادی بیاہ کی وہی رسیں ہیں جو دوسری پنج قوموں میں رائج ہیں۔ داشتہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ بیوہ دوسری شادی کر سکتی ہے۔ یہ لوگ اپنے مردے کو دفن کرتے ہیں اور لاش کے مُٹھ میں تانبے کا پیسہ رکھ دیتے ہیں۔ اکثر یہ مردے کو جلاتے بھی ہیں۔ گائے کے علاوہ دوسرے تمام جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں یہ لوگ بھی ہرچن ہیں۔

ضلع بدایوں کے گولیہ نٹ دوسری خانہ بدوش قوموں کی طرح اپنا قدیم وطن چتور بتاتے ہیں۔ ضلع بدایوں میں بشولی مقام پر لوہا جی زمانے میں ایک نٹ رسی سے کھیل گرتے ہوئے گر کر مر گیا تھا۔ اس کی بیوی سستی ہونا چاہتی تھی بشولی کے لوہا نے اُسے منع کیا اور کہا کہ

اگر تم جل کر جان دو گی تو کوئی بھی تمہیں یاد نہیں کرے گا۔ اگر تم دفن کئے جانے کے لئے تیار ہو تو میں تمہارے لئے پکی قبر بنوا دوں گا۔ نٹ لوگوں نے اس بات کو منظور کر لیا اور اس کی قبر بنوا دی جو آج تک سستی کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔ دُور دُور سے گولیہ نٹ یہاں یاڑا کے لئے آتے ہیں کچھ گولیہ نٹ یہاں بسے بھی ہوئے ہیں۔ یہ لوگ پہلے اپنے مردوں کو جلاتے تھے لیکن اب زمین میں دفن کرتے ہیں۔ جو نٹ گر کر مر گیا تھا اس کے پانچ بیٹے تھے۔ ذاب نے کرولی گاؤں انہیں انعام میں دے دیا تھا لیکن ان کی بد اعمالیوں کے باعث یہ گاؤں ان کے قبضہ سے نکل گیا ہے۔

گولیہ نٹ اور کلواز نٹوں میں فرق ہوتا ہے۔ گولیہ نٹ رستی اور بانس کے اوپر کھیل تماشے کرتے ہیں۔ کلواز نٹ زمین پر ہی قلابازیاں دکھاتے ہیں۔ ضلع بدایوں میں نٹوں کی خاص خاص ذاتیں یہ ہیں :-

(۱) برج دالی۔ (۲) گوال۔ (۳) جوگیلا۔ (۴) خال خور
مدیش نٹ جو پہلے ہندو تھے ساٹھ سال ہوئے مسلمان ہو گئے تھے۔ کلواز اور گولیہ نٹوں کی عورتیں خود کھیل تماشے نہیں کرتیں اور جہاں پر ان کے مرد کھیل تماشے کرتے ہیں وہاں یہ موجود بھی نہیں رہتی ہیں۔ عموماً رنڈی کا پیشہ بھی نہیں کرتیں دوسری نٹ ذاتوں کی عورتوں کے مقابلہ میں ان کی عورتیں زیادہ باعزت طور پر زندگی

بسر کرتی ہیں۔ برج دالی اور گوال نٹوں کی عورتیں کھلے عام ناچتی
 گاتی ہیں اور یہی ان کی گزراوقات کا خاص ذریعہ ہے۔
 رنڈی کا پیشہ بھی کرتی ہیں۔ بیڑیہ نٹوں میں رنڈیوں کا پیشہ بہت
 عام ہے۔ شادی شدہ عورتیں بھی ناچتی گاتی ہیں اور رنڈی کا
 پیشہ کرتی ہیں۔ کنواری لڑکیوں سے یہ کام نہیں کرایا جاسکتا
 اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو بچپن سے سزا دی جاتی اور برادری سے
 خارج کر دیا جاتا ہے۔ برج باسی نٹ دوسری ذات کی عورتوں
 کو اپنی ذات میں عموماً نہیں ملا تے اگر کسی کو ملا تے ہیں تو متسام
 برادری کو کھانا کھلانا پڑتا ہے۔ جس کے بعد اُس عورت کو نٹوں
 میں شامل کیا جاتا ہے۔ شوہر کو اپنی بیوی سے رنڈی کا پیشہ
 کرانے کا پورا اختیار ہوتا ہے۔

جنگلی نٹ اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے بلکہ ان کو ناچنا گانا
 اور رنڈی کا پیشہ کرنا سکھاتے ہیں۔ صرف غریب جوگیلہ نٹ جو اس
 تعلیم کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے وہی کچھ روپیہ لے کر اپنی لڑکی
 کا بیاہ کر دیتے ہیں۔ جب کوئی لڑکی رنڈی کا پیشہ شروع کرتی
 ہے تو اس کے عوض میں اپنی ذات برادری دالوں کو ایک بڑی دعوت
 دیتی ہے۔ یہ دعوت اُس روپیہ کی کمائی سے ہوتی ہے جو وہ خود
 گا بجا کر کماتی ہے جوگیلہ نٹ عورتیں پردہ کرتی ہیں اور خود ناچتے
 گانے کا پیشہ نہیں کرتی ہیں۔ اس ذات کے لوگ دوسری ذات کی

بدچلن عورتوں کو بھگاللاتے ہیں۔ زبردستی اٹھاللاتے ہیں یا خریدتے ہیں اور ان سے شادی کر لیتے ہیں اور پھر ان سے رنڈی کا پیشہ نہیں کرواتے۔ ایسی عورتیں کھیر۔ تراؤ۔ مسان۔ خاکگی۔ دھنیہ۔ بڑھی گڈریہ اور کھار ذاتوں سے لائی جاتی ہیں۔ چار۔ کنجڑ۔ بھنگلی اور مسلمان ذات کی عورتوں کو نہیں لاتے۔

خال خورنٹ جو گیلے نٹوں ہی کی طرح اپنی عورتوں سے سلوک کرتے ہیں اور ان کی لڑکیاں بھی ناچتی۔ گاتی اور رنڈی کا پیشہ کرتی ہیں۔ وہ شادی بیاہ نہیں کرتیں۔ رنڈی کا پیشہ شروع کرنے سے پیشتر برادری کو ایک دعوت یا بھوج دینا پڑتا ہے عورتیں دوسری ذات سے بھی خریدتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی ذات میں لاتے ہیں ان کو بھی برادری کو بھوج دینا پڑتا ہے۔ بدیانٹ اپنی لڑکیوں کی شادی خال خورنٹوں سے کرتے ہیں۔

مہیش نٹ جو مسلمان ہوتے ہیں۔ بھی اپنی لڑکیوں سے ناچنے گانے اور رنڈی کا پیشہ کراتے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یہ پیشہ نہیں کرواتے ہیں۔ لڑکی کے باپ کو پورا اختیار ہوتا ہے خواہ وہ اپنی لڑکی سے پیشہ کروائے یا اس کی شادی کر دے لیکن شوہر کو اپنی بیوی سے رنڈی کا پیشہ کرانے کا بالکل حق نہیں ہوتا ہے۔ ضلع فتح پور کے نٹ مسلمان ہیں انہیں رنڈی کے پیشے کا رواج کم ہوتا جا رہا ہے غیر مردوں کے ساتھ

بذریعہ کرنے کے لئے عورتوں کو طلاق دیا جاسکتا ہے لیکن پنچایت کے سامنے عورت کے خلاف الزام کا ثبوت دینا پڑتا ہے شادی بیاہ کے لئے بھی پنچایت کی منظوری حاصل کرنا پڑتی ہے جس کے لئے ایک مقررہ فیس ادا کرنا پڑتی ہے۔ تیس روپیہ دیکر بیوہ عورت کے ساتھ اور اور ساٹھ روپیہ دیکر کنواری لڑکی کے ساتھ بیاہ کیا جاسکتا ہے بیاہ کے موقع پر سرت دودھ بھاتی کی رسم ہوتی ہے۔ بڑے بھائی کی بیوہ سے چھوٹا بھائی بیاہ کر سکتا ہے لیکن چھوٹے بھائی کی بیوہ سے بڑا بھائی شادی نہیں کر سکتا۔ زنا کے جرم کے لئے پنچایت دو سو روپیہ جرمانہ کرتی ہے۔

ضلع اٹاواہ کے منٹ بھی اپنی ذات میں زندگی کے پیشہ کو روک رہے ہیں۔ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو اسکول بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ ضلع مین پوری میں کرناٹک ننٹوں کے کچھ خاندان آباد ہیں جو اپنی کوکبوتری بھی کہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ مسلمان ہو گئے ہیں اور سید اعمال خاں کے پیر ہیں۔ اگر کسی کے ڈوڑیاں ہوتی ہیں تو وہ ایک کی شادی کر دیتا ہے اور دوسری سے پیشہ کرتا ہے۔ اگر کوئی زندگی بھنگی۔ چار۔ کوری یا ہمارے تعلق پیدا کرتی ہے تو اس کو ذات سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ بچاس روپیہ جرمانہ ادا کرنے پر دوبارہ ذات میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ ضلع گورکھپور میں ناگری منٹ ہوتے ہیں یہ بھی غو۔ توں سے پیشہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔

گورکھپور میں نوٹوں کا ایک اور فرقہ آباد ہے جو سمیت کہلاتا ہے یہ لوگ بھی مسلمان ہوتے ہیں اور مرثیہ لال کیا ہوا گوشت کھاتے ہیں نیو لے اور کچھوے کا گوشت نہیں کھاتے۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ شادی اور بچہ پیدا ہونے کے تقریبوں میں ہاجہ بجانے کا پیشہ کرتے ہیں۔ ان کی عورتیں گودنا گودتی ہیں۔

ان کے گھریلو دھندے۔ صوبہ متحدہ کے ۲۹ فیصدی نٹ کھیتی باڑی کا پیشہ کرتے ہیں ۱۲ فیصدی مزدوری کرتے ہیں۔ ۲۶ فیصدی ناچتے۔ گاتے۔ ہاجہ بجاتے اور رنڈی کا پیشہ کرتے ہیں چونکہ یہ لوگ آوارہ گرد ہیں۔ اس لئے جرائم بھی کرتے ہیں۔ چوری اور اٹھائی گیری کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا پیشہ جرم کو ناپسین ہوتا ہے لیکن موقع ہاتھ آنے پر چوکتے بھی نہیں ہیں۔ یہ لوگ خطرناک قسم کے جرم نہیں کرتے۔ گاڑیوں میں سے سامان چراتے ہیں۔ خالی مکانوں میں گھس کر چوری کرتے ہیں عورتوں کو اکیلا پا کر زیورات بھی چھپٹ لیتے ہیں۔ گرفتار ہو جانے پر اپنے کو سانسہ۔ ہا بڑہ۔ ڈوم کنجرا اور بھاتاوتلاتے ہیں۔ ان کو یہ آسانی پہچانا جاسکتا ہے۔ یہ سیاہ رنگ لپسٹہ۔ قد اور گٹھیلے بدن کے ہوتے ہیں۔ یہ جھوٹی اور چوڑی ناک۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔ کالے دگھنے بغیر کڑھے ہوئے بال۔ جھوٹی داڑھی مونچھ والے ہوتے ہیں

بنجارہ

بنجاروں کا مخصوص پیشہ غلے کا ایک جگہ سے دوسری جگہ پر ڈھونا تھا اور اب بھی ہے۔ ان کا نام سنسکرت زبان میں "بارن" جیسا کہ "ہتا جو کثرت استعمال سے بنجارہ ہو گیا۔ بنجاروں کا حال مہاکو یہ ڈنڈنی کی تصنیف دس کمار چتر میں دیا ہوا ہے۔ بنجارے تمام ہندوستان بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دکن میں بنجاروں کے تین فرقے ہیں۔ (۱) مٹھور یا جو مٹھرا کے پرانے باشندے تھے (۲) لورن جو نمک ڈھونے کا کام کرتے ہیں (۳) چاٹن جو گپت چاروں یا خفیہ بھید پتہ لگانے کا کام کرتے ہیں، یہ لوگ خود کو اونچے ورن کا ہند برہمن یا راجپوتوں کے خاندان سے تعبیر کرتے ہیں جنہوں نے کسی پنچ ذات کی عورت سے شادی کر لی تھی۔ ان میں سے کچھ تو گروناٹک کے پیر ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ لوگ مغل فوج کے ساتھ شمالی ہندوستان سے دکن آئے تھے۔ مسلمانوں کی تواریخ میں ان کا حال سنہ ۱۵۰۶ء میں ملتا ہے۔ جب سکندر لودھی نے لائل پور پر حملہ کیا تھا تو چاٹن بنجاروں کا راجھٹور خاندان سب سے زیادہ طاقت ور تھا۔ صوبہ برار میں ان کی دھاک جمی ہوئی تھی۔ چاٹن بنجارے سنہ ۱۶۳۰ء میں دکن آئے۔ یہ لوگ آصف جاہ کی فوج کے ساتھ آئے تھے۔ بنجاروں کے ایک بھنگی جنگی تھے جن کے ساتھ ۱۸۰۱ء ہزار میں تھے اور جو فوجی سامان و رسد کے

ڈھونے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ آصف جاہ نے ان لوگوں کو تانبہ کا ایک حکم نامہ دیا تھا۔ جس پر سونے کے حروف میں یہ الفاظ کندہ تھے

”جن کا پانی چھیر کا گھاس + دین کا تین خون صاف

اور جہاں آصف جہاں گر گھوٹے + وہاں بھنگی جنگلی کا بیل“

تانبہ کا یہ حکم نامہ بھی بھنگی جنگلی کے خاندان میں موجود ہے اور یہ نظام حیدر آباد کی عمارتوں میں بھی رائج سمجھا جاتا ہے اور جب اس خاندان کے کسی فرد کو جین اور اشت میں ملتا ہے تو اسے نظام کی طرف سے ایک خلعت بھی عطا ہوتی ہے۔

دکن کے بنجارے جادو۔ منتر اور ڈائن پر بہت اعتقاد کرتے تھے اگر کسی کو کوئی بیماری ہو جاتی تو وہ اسے ڈائن یا چڑیل کے ٹونے کا اثر ہونے کا باعث قرار دیتے۔ ایسی عورت کو جسے ڈائن یا چڑیل ہونے کا بہنہ کرتے ہیں یا جسے ان کا بھگت ایسے تصور کرتا ہے۔ تو اس کو قتل کر دیتے ہیں عورت کے باپ یا شوہر سے اُسے مار ڈالنے کو کہا جاتا تھا۔ اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرتے تھے تو دوسرے اور لوگ عورت کو قتل کر ڈالتے تھے اور اس کے باپ یا شوہر سے جرمانہ وصول کیا جاتا تھا جو کئی ہزار روپیہ تک ہو سکتا تھا۔ بنجاریوں میں ایک سو سال پیشتر انسان کی قربانی کرنے کا رواج تھا۔ چڑن بنجارے زیادہ تر ہندو ہوتے ہیں۔ یہ لوگ گرونامک کے علاوہ مہاکالی تلجادیوی میٹھو ٹھو مکھیا اور سستی کی پوجا کرتے ہیں۔

جرم کرنے کے ڈھنگ۔ بخاروں کے پڑاؤ میں ایک جھونپڑا خالی ہوتا ہے جو میٹھو ٹھو مکھیا کا جھونپڑا کہا جاتا ہے۔ میٹھو ٹھو مکھیا ایک بخارہ ڈاکو تھا جرائم پیشہ بخارے میٹھو ٹھو مکھیا کی پوجا کرتے ہیں۔ دکن میں انکی پوجا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کسی خانہ بدوش بخاروں کے پڑاؤ میں کسی جھونپڑی کے اوپر سفید جھنڈا لہرا رہا ہو تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ میٹھو ٹھو مکھیا کے پجاری ہیں اور جرم کرتے ہیں۔ جرم کرنے کا پروگرام بنالینے کے بعد یہ لوگ میٹھو ٹھو مکھیا کے جھونپڑے میں رات کے وقت جمع ہوتے ہیں۔ سستی کی ایک مور تی بناتے ہیں۔ گھی کا ایک چراغ جلاتے ہیں جس کی بتی نیچے سے چوڑی اور اوپر پتلی ہوتی ہے۔ بتی کو سیدھا کھڑا کر کے جلاتے ہیں۔

ستھی کی مور تی کی پوجا کرتے ہیں اور پوجا کرنے کے بعد قبیلہ کے لوگ مور تی سے مراد مانگتے ہیں۔ مور تی کے سامنے یہ بتا دیتے ہیں کہ وہ کہاں رہ رہا اور کس کے وہاں جرم کرنا چاہتے ہیں۔ بتی کو بغور دیکھتے ہیں اگر بتی سیرھی رہنے کے بجائے ٹھجک جاتی ہے تو اس کو نیک خلون سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد قبیلہ کے لوگ جھنڈے کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ ڈنڈوٹ کرتے ہیں اور فوراً اپنے پروگرام کے مطابق جرم کرنے کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں جس وقت تک انکا جرم پورا ہوا نہیں جاتا وہ ایک دوسرے سے بات چیت نہیں کرتے ہیں اس لیے اپنے گھروں میں نہیں آتے۔ یہی وجہ ہے کہ راہزنی کرنے یا ڈاکہ ڈالنے کے وقت بخارے بالکل ہی نہیں بولتے۔ اگر کوئی انھیں روکنا کر

یا چیلنج کرتا ہے تو بھی خاموش رہتے ہیں۔ اگر کوئی راستے میں بولتا ہے
یا چیلنج کا جواب دیتا ہے تو اُسے بُرا ٹھکون سمجھتے ہیں اور بغیر جرم کئے ہی
واپس لوٹ آتے ہیں۔ دوبارہ پوچھا کرتے ہیں اور نیک ٹھکون بھارتے
ہیں اور نیک خال بھگنے پر ہی جُرم کرنے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ اگر قبیلہ
کا کوئی بھی شخص راستے میں چھینک دیتا ہے تو بھی بُرا خال سمجھتے ہیں اور
واپس لوٹ آتے ہیں لیکن اکثر یہ لوگ چیلنج دینے والے شخص پر
لاٹھیوں سے حملہ کر دیتے ہیں اور اُسے مار ڈالتے ہیں یا اس قدر زیادہ
گھائل کر دیتے ہیں کہ ان کے لئے کوئی خطرہ نہ باقی رہ جائے۔

وسط ہند کی ریاستوں میں بھی بھارتوں کے کچھ قبیلے آباد ہیں۔ یہ لوگ
بیل کی پوچھا کرتے ہیں جس کو ہتھیار دیکھتے ہیں۔ اس بیل پر سامان وغیرہ
نہیں لادا جاتا ہے۔ اس کو خوب سجاتے ہیں۔ سرخ رنگ کی ریشمی جوت
اس کی پیٹھ پر ڈالتے ہیں۔ گردن اور پیر میں پستیل کی مالا لٹیں۔
پہناتے ہیں۔ کوڑی وچھوٹے چھوٹے سنکھ و پستیل کے ٹھنڈرو کی مالا لٹیں گلے
میں پہناتے ہیں۔ دن بھر چلنے کے بعد جہاں کہیں بھی یہ بیل ٹھہرتا ہے
وہیں پر بھارتے اپنا پڑاؤ ڈالتے ہیں اپنی اور اپنے جانوروں کی بیماری
میں اس بیل کی پوچھا کرتے ہیں۔ اس صوبہ میں بھی بھارتوں کی کئی ذاتیں
ہیں جن کے نام بہروپ۔ چوہان۔ گوار۔ جادو۔ پوارے۔ راٹھور توارے
ہیں۔ گوار اور بہروپ فرقوں کو چھوڑ کر ان کی ذاتوں کے نام راجپوتوں
کے نام سے ملتے جلتے ہیں صوبہ متحدہ کے بھارتے اپنے کو راجپوت خاندان

کا کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں اودھ اور ترائی کے ضلع میں بنجاروں کی ہی ریاستیں تھیں یہ لوگ بریلی ضلع میں بہت پہلے بس گئے تھے لیکن وہاں سے ان کو جانگڑا راجپوتوں نے نکال دیا تھا۔ ضلع کھیری میں بھی بنجاروں سے راجپوتوں نے کھیرا گڑھ لے لیا تھا۔ ۱۲۸۷ء میں چکلا دار حاکم ہندی نے بنجاروں کو پرگنہ سجولی سے نکال دیا۔ دیرہ نو میں یہ روایت مشہور ہے کہ پاٹنوں کی فوج کی رسد پہونچانے کا کام بنجاروں کے ہی سپرد تھا اور انھوں ہی نے قصبہ دیوبند بسایا تھا۔ سراج ایم پیٹ نے بنجاروں کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے پانچ فرقتے ہوتے ہیں۔

(۱) ترکیمہ۔ یہ مسلمان ہیں اپنے کو ملتان کا قدیم باشندہ کہتے ہیں۔ ان کے بزرگ رستم خاں مراد آباد ضلع میں آکر آباد ہو گئے تھے اُس وقت سے اُس پڑوس کے اضلاع میں پھیل گئے ہیں یہ بنجارے سامان ڈھونے کا کام کرتے ہیں۔

(۲) بید بنجارہ۔ یہ لوگ اپنے کو بھٹنیر کا قدیم باشندہ کہتے ہیں دولانام کا کوئی شخص ان کا سردار تھا۔ کوچ۔ پٹی بھیت وغیرہ میں یہ لوگ آباد ہیں۔ کپڑا بننے اور دودار دینے کا کام کرتے ہیں۔

(۳) نون بنجارہ۔ یہ لوگ اپنے کو گوڑ برہمن کے خاندان سے کہتے ہیں اور انھیں تھمبور کو اپنا قدیم وطن کہتے ہیں نعل بادشاہ اور نگ زیب کے زمانے میں یہ لوگ صوبہ متحدہ میں آکر آباد ہو گئے۔ یہ لوگ پاٹری علاقوں میں تجارت اور مال کی برداری کا کام کرتے ہیں۔

(۴) کیری بنجارہ۔ بریلی ضلع میں آباد ہیں اور مکہ سے اپنا تعلق بتاتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کے بزرگوں نے مکہ آباد کیا تھا۔ یہ لوگ پہلے مکائی کہلاتے تھے جو کثرت استعمال میں کیری کے نام سے بدل گیا لیکن یہ روایت بالکل من گڑھنت معلوم ہوتی ہے۔ شولا پور میں بھی ایک ذات کیری کے نام سے ہے جو بنجاروں ہی کا پیشہ کرتی ہے۔ ان کا نام کیری لفظ ”کُرنا“ سے پڑا ہے۔

(۵) بہروپ بنجارہ۔ یہ لوگ نٹ کی لڑکیوں سے بیاہ کر لیتے ہیں لیکن اپنی لڑکیاں نٹوں میں نہیں بیاہتے۔

ناٹک بنجارے کو رکھپور ضلع میں رہتے ہیں اور اپنے کو کٹر ہندو کہتے ہیں اگر ان میں سے کسی کی لڑکی بد چلن ہو جاتی ہے تو اسے ست زان کی کھٹا کھانی پڑتی ہے۔ یہ لوگ اپنے کو سناڈھ برہمن کی ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اپنے مردے کو جلاتے ہیں ان میں زمیندار بھی ہیں۔ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اور اناج کی تجارت بھی کرتے ہیں۔ ضلع کھیری کی تحصیل گجھان میں بنجارے آباد ہو گئے ہیں جو کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ مویشی پالتے ہیں مویشی بیچنے کے لیے دوسرے ضلعوں کا دورہ کرتے ہیں۔

ضلع بیل بھیت کی تحصیل پورن پور میں بنجارے آباد ہیں۔ یہ لوگ لدار زمیندار ہیں اور چاول کی تجارت کرتے ہیں۔ شادی کے موقع پر دہلھا کو سر کی کے چھپر کے اندر رہنا پڑتا ہے۔ دہلھا کا باپ دہلھن کے باپ کو اڈھلی میں دھان رکھ کر نذر دیتا ہے۔

ضلع مظفرنگر کے بنجاروں کے شادی بیاہ کے رسومات پنجی ذات کے ہندوؤں سے لیتے جلتے ہیں۔ ان کے میاں کا بچا کھانا برہمن کھا لیتے ہیں ہندو مندروں میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں ان کی ایک اپنی بچایت ہے۔ ان کی ایک شاخ مسلمان بھی ہے۔ کچھ ہی روز ہوئے کہ ضلع سیلی بھیت کے بنجاروں نے اسلام قبول کر لیا۔ ضلع اٹاوا میں احمدیہ لوگ بنجاروں کو مسلمان بنا رہے تھے۔ یہ لوگ اچھے درجہ کے کسان ہیں اور جانوروں کی تجارت کرتے ہیں۔

ضلع گورکھپور کے بنجارے اپنے کو شیخ کہتے ہیں۔ یہ لوگ غلہ کا بڑا کاروبار کرتے ہیں۔ مسٹر گلکس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ضلع گورکھپور کے آس پڑوس کے رہنے والے بنجارے ڈکیتی اور دوسرے جرائم کے لئے بدنام تھے۔ لیکن آج کل پولیس ان پر راکیوں کا اغوا کرنے کا بشر کر رہی ہے۔ یہ لوگ جانوروں کی بھی چوری کرتے ہیں۔ دوسری ذات کی عورتوں کو اپنی ذات میں ملا لیتے ہیں۔ ۱۸۹۶ء میں مسٹر گلکس نے یہ رائے دی تھی۔ مسٹر کیمل نے بھی اپنی رپورٹ میں بنجاروں کا تذکرہ کیا ہے انکا کہنا ہے کہ یہ لوگ چوری کیے ہوئے مولیٰ خریدتے ہیں۔ ان کے جانوروں کے گلے بہت ہی زیادہ بڑے ہوتے ہیں اور یہ کہ لوگ جانوروں کے نمبر اور شناخت کے نشانات کو بدلنے میں اس قدر ہوشیار ہوتے ہیں کہ چوری کیے ہوئے جانوروں کو ان کے قبضے سے برآمد کر لینا بہت ہی دشوار کام ہے۔

مسٹر ہالنس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ بنجاروں کو چوری۔ دکنیتی اور نقب زنی میں سزا میں مل چکی ہیں۔ لیکن اس ذات کے لوگ اکثر سنگین قسم کے جرائم کرتے رہتے ہیں چوری۔ جانوروں کو چرانا اور لکڑیاں کا اغوا کرنا ہی ان کے خاص جرائم ہیں۔

گھریلو دھندے۔ بنجارے مویشیوں اور جانوروں کا بیوپار کرتے ہیں۔ اگر وہ اور مسخرہ کے اضلاع میں جتنا کی ترائی میں یہ لوگ تازہ پالتے ہیں اور وہاں سے ان کو دوسرے مقامات پر بیچنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ فصل پونے کے موقع پر یہ لوگ کسانوں کو بیل قرض پر بیچتے ہیں اور فصل کٹنے پر اس کی قیمت وصول کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ کوئی تحریری کارروائی نہیں کرتے۔ عام طور سے فصل کے کٹنے پر دام وصول کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی قیمت نہیں دیتا تو اس کے یہاں ہرٹا دیتے ہیں اور اس کے گھر کی عورتوں کو کوستے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور اس طرح سے اپنا قرض وصول کر لیتے ہیں۔

رسومات۔ بنجاروں کا پہنا دا بالکل عجیب ہوتا ہے جن لوگوں نے یورپ کی خانہ بدوش قوموں کو دیکھا ہے ان کا کہنا ہے کہ بنجاروں کا پہناوا اور رہن سہن کا ڈھنگ ان سے بہت ملتا جلتا ہے۔ ۱۸۶۷ء میں ایک روسی باشندہ ہندوستان آیا تھا اس روسی سیاح کے ساتھ ہنگری کا بھی ایک باشندہ تھا جو ہنگری کی خانہ بدوش قوم بخاری کی زبان جانتا تھا۔ ہنگری کا یہ باشندہ بنجاروں سے خانہ بدوش بخاریوں

کی زبان میں بات کر سکتے ہیں کا سیاب ہوا کیونکہ نجاروں کی زبان خجاریوں کی زبان سے بہت زیادہ لمبی جلتی تھی۔ نجاروں کی عورتیں سرخ یا سرے رنگ کا لہنگا پہنتی ہیں جس پر کڑھائی و کشیدہ کا کام بہت زیادہ بنا ہوتا ہے چوٹی پر دو کندھوں پر بھی کڑھائی کا کام بنا ہوتا ہے یہ چوٹی کسی ہوئی پہنتی ہیں جو پیٹھ پر بندوں سے بندھی ہوتی ہے۔ بند کے سروں پر کوڑیاں لگی ہوتی ہیں۔ بند رنگ برنگ ہوتے ہیں۔ اوڑھنی یا ڈوپٹہ پر بھی اسی طرح کا کام بنا ہوتا ہے۔ ڈوپٹہ کا ایک سر اکرم میں کھونس لیا جاتا ہے اور دوسرا سر کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔ ان کی عورتیں مختلف قسموں کے زیورات پہنتی ہیں جن میں کوڑیاں پڑی ہوتی ہیں۔ چاندی کی سنسلی بھی گلے میں پہنتی ہیں جو سہاگن ہونے کی نشانی ہے۔ پیتل اور سینگ کی چوڑیاں ہاتھوں میں پہنتی ہیں جو کلانی سے کہنی تک چڑھی ہوتی ہیں۔ دہی کلانی پر ایک انچ چوڑا پٹھا لگا ہوتا ہے جو بہت زیادہ کڑھا ہوا ہوتا ہے پیروں میں ہاتھی دانت یا ہڈی کے کڑے صرف سہاگن عورتیں ہی پہنتی ہیں۔ بیوہ ہو جانے پر ان کو یہ پہننے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ناک اور کان میں چاندی کے زیورات پہنتی ہیں۔ اس کے علاوہ جسم کے دوسرے حصوں پر پیتل۔ تانبے۔ چاندی اور ہڈی کے زیورات پہنتی ہیں۔

سہاگن عورت کے بال ایک مخصوص طریقے سے کنگھی کئے جاتے ہیں چوٹی میں کوڑی وغیرہ بندھی ہوتی ہیں لیکن کانوں میں بسے ہوئے نجاروں کی پوشاک میں اب بہت عجیب و غریب تغیر ہوتا جا رہا ہے۔

گدھیسہ۔ یہ لوگ بھی جرائم پیشہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مراد آباد
بجنور۔ غازی پور اور گورکھ پور کے اضلاع میں بسے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ
انھیں سانیہ اور کچھ پوریہ ذات کا ایک فرقہ بتاتے ہیں۔ یہ لوگ کانیٹیوں
سے خاص طور پر نفرت کرتے ہیں۔ سیار کا گوشت کھاتے ہیں۔ ۱۹۴۱ء
کی مردم شماری میں ان کی تعداد تقریباً ۶۰۰ تھی

مداری۔ ضلع کانپور کے موضع مکن پور میں شاہ مدار کی قبر ہے جہاں پر
نسبت کے روز بڑا میلہ لگتا ہے۔ مداری لوگ اپنے کو شاہ مدار کا پیرو
کہتے ہیں۔ یہ لوگ بھالو اور بندر پالتے ہیں اور ان کے کھیل تماشے دکھاتے
ہیں کہیں کہیں پر یہ خانہ بدوش بھی ہیں اور چھوٹے موٹے جرائم بھی کرتے ہیں بلایا اور
اگرہ کے ضلعوں میں ان کو جرائم پیشہ قوم مشہور کر دیا گیا ہے۔
گندیلیہ۔ یہ فرقہ بھی تعداد میں بہت کم ہے لیکن جرائم پیشہ ذاتوں میں اس کا شمار کیا جاتا
ہے۔ یہ پنجاب کے باشندے ہیں ضلع مظفرنگر میں آباد ہیں کھیتی باڑی کرتے ہیں۔
سیقل گر۔ اس فرقے کے لوگ لوہے اور دوسری دھاتوں کے ہتھیار۔
چاقو۔ چھری وغیرہ بناتے ہیں۔ یہ خانہ بدوش ہیں اور کچھ اضلاع میں ان کو
جرائم پیشہ مشہور کر دیا ہے۔

ہالوڑہ

یہ ایک خانہ بدوش فرقہ ہے جو گنگا و جمنائے دواب کے علاقوں میں
رہتا ہے۔ ہالوڑہ لفظ، صوا سے نکلا ہے۔ کیوں کہ ہالوڑہ لوگوں سے

ان کے پڑوسی بہت زیادہ ڈرتے ہیں لہذا ان کے پڑوسی ان کو صو ا کہنے لگے جو ہوتے ہوتے ہا بڑہ میں بدل گیا۔ ہا بڑہ۔ سانیہ اور بھانتو ایک ہی نسل کے ہیں۔ بیڑیوں کے مقابلہ میں یہ لوگ کچھ اونچے درجے کے سمجھے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو ضلع ایٹھ کے موضع نوہاڑ بیرہ کے باختدے کہتے ہیں۔ برسات کے موسم میں یہ لوگ اپنے مقام کو واپس جاتے ہیں وہیں پرشادی بیاہ طے کرتے ہیں اور اپنے نجی جھگڑوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہیں ان کی پنچایتیں بھیتی ہیں۔ یہ لوگ ”رگ“ کو اپنا بزرگ بتاتے ہیں۔ جنھوں نے ایک دن مہارانی سیتاجی کو جب وہ بن باس میں تھیں سوتے سے جگا دیا تھا جس پر وہ ناراض ہو گئی تھیں اور یہ شراب دیا تھا کہ ”رگ“ تم اور تمھاری اولاد بھی جنگلوں میں ماری ماری پھرتی رہے گی اور شکار کر کے پیٹ بھر گی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ لوگ چوہان راجپوت تھے۔ ان کے بزرگ کسی جرم کی پاداش میں ذات سے باہر نکال دیے گئے تھے۔

صوبہ متحدہ میں جو ہا بڑہ خانہ بدوش ہیں وہ دوسری خانہ بدوش فرقوں سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ پوچھنے پر یہ لوگ اپنی ذات کبھی ٹھیک نہیں بتاتے موقع کے مطابق کبھی اپنے کو بیڑیا۔ بھانتو۔ چمار۔ ڈوم۔ کردال۔ کنہڑ۔ کرناٹک۔ لودھ۔ نٹ یا سانیہ بتا دیتے ہیں تین مشہور ڈاکوؤں کے نام پر ان کے تین فرقے ہیں :- (۱) بدھائے جن میں بھانتو۔ جوگی۔ کردال۔ سانیہ اور سرب خواں بھی شامل ہیں

(۲) کال خور جس میں بٹریا۔ برجس باسی چار۔ نگلتا۔ سوندوال نٹ اور کنگر شامل ہیں۔ (۳) چیری۔ جس میں بدتھا۔ سے سیا۔ ترک شامل ہیں۔ جرائم پیشہ اقوام کے قانون کے بموجب ہا بوڑہ کوسانیہ میں شامل سمجھا جاتا ہے۔

ہا بوڑہ دوسری خانہ بدوش و آوارہ گرد ذاتوں سے ملتے جلتے ہیں اس لئے یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ ایک مخصوص شخص کس خانہ بدوشی ذات کا ہے۔ اصلی ہا بوڑہ عام آدمیوں کے مقابلہ میں قد میں کچھ لاٹنا سیاہ رنگ اور ڈبلا پتلا ہوتا ہے۔ بہت تیز دھڑکتا ہے اور ایک دن میں بہت فاصلہ طے کر سکتا ہے۔ دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں پر بہت تیز بھاگ سکتا ہے۔ ان کے عورت اور مرد دونوں ہی کم سے کم کپڑا پہنتے ہیں۔

سماجک ریت رواج۔ ان کے نجی جھگڑے ان کی نجات طے کرتی ہے۔ اب ان کے مختلف فرقوں یا مختلف ذاتوں میں آپس کے بیاہ شادی ہونے لگے ہیں۔ بچپن روپیہ میں شادی کے لئے لڑکی خرید کی جاتی ہے اور یہ رقم لڑکی کے باپ کو ملتی ہے۔ لڑکی کا باپ بیاہ کی دعوت دیتا ہے۔ کچھ شرطوں کے ساتھ طلاق دینے۔ یہ عورتوں کی شادی۔ اور طلاق دی ہوئی عورتوں کو دوبارہ شادی کرنے کا اختیار ہے۔ قدیم زمانے کے ہا بوڑے دوسری ذات کی عورتوں کو تنگ کرتے تھے اور اپنی برادری میں شامل کر لیتے تھے۔ اب بھی دوسری

ذاتوں سے نکالی ہوئی عورتیں۔ چلن عورتیں ہالوڑیوں میں جا کر مل جاتی ہیں۔ دوسری ذات کی عورت کے ساتھ بد چلنی کرنا بڑا سمجھا جاتا ہے۔ ایسے مرد کو ۱۲۰ روپیہ جرمانہ دینا پڑتا ہے۔ آوارہ گرد زندگی بسر کرنے کے باعث ان کی عورتوں کا چال چلن اچھا نہیں ہوتا۔ اور اکثر ان کی عورتیں زمیندار کی داسیتہ ہو جاتی ہیں۔ کنواری لڑکیوں کو شادی نہ ہونے تک بد چلن نہیں ہونے دیا جاتا۔ عام طور پر یہ لوگ اپنے مرنے کو جلاتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی دفن بھی کرتے ہیں۔ یہ لوگ خود کو ہندو کہتے ہیں۔ لیکن برہمنوں کو تقریبوں کے موقع پر نہیں بلاتے۔ ضلع بجنور میں کالی بھوانی کی پوجا کرتے ہیں۔ اپنے مرنے ہوئے بزرگوں کی بھوت پریت روحوں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ غلہ دان کے لیے ان خراب روحوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہالوڑہ ہی صرت اس طریقے سے غلہ دان کرتے ہیں۔ ہر خاندان کے بزرگ کے پاس ایک تھیلا ہوتا ہے جس میں دان کا اناج رکھا رہتا ہے۔ یہ لوگ بیماری کو مرنے ہوئے بزرگوں کا عتاب سمجھتے ہیں اور نظر لگنے سے بہت ڈرتے ہیں۔ گائے اور گدھے کا گوشت چھوڑ کر باقی سب تمام جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ سانپ کا بھی گوشت کھا جاتے ہیں۔

گھریلو دھندے اور جرم کرنے کے طریقے ہالوڑے دو کاموں میں گئے ہیں۔ کچھ کاٹوں میں دبے ہوئے ہیں اور کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں اور کچھ آوارہ گرد ہیں۔

جو لوگ گانوں میں بسے ہوئے ہیں اور کھیتی باڑی میں لگے ہوئے ہیں اُن پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لوگ آوارہ گرد ہا بڑوں کو اطلاعات ہم پہنچاتے ہیں اور ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ آوارہ گرد ہا بڑہ سادھو اور فقیر کے کھبیس بنا کر گھومتے رہتے ہیں یہ لوگ بچپن سے ہی چوری ڈکیتی کے ماہر ہوتے ہیں۔ گیہوں اور چاول کی بھی چوری کرنا سکھایا جاتا ہے۔ نقب زنی اور رہزنی بھی سکھائی جاتی ہے۔ ہا بڑے جہاں کہیں بھی رہتے ہیں اپنے پڑوسی گانوں والوں کو بہت پریشان کرتے ہیں کھیت کی کھڑی ہوئی فصلوں کو چرا کر کاٹ لیتے ہیں۔ راستے میں آدمیوں اور گاڑیوں کو لوٹتے ہیں۔ نقب زنی اور رہزنی و ڈکیتی میں ۸ یا دس آدمیوں کا گروہ شامل ہوتا ہے۔ کھیت کاٹنے کے لئے ۲۰ یا ۲۵ آدمیوں کا گروہ بناتے ہیں۔ یہ لوگ جرم کرنے میں ظلم کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے یہ لوگ علاوہ ڈنڈے کے اپنے پاس کوئی ہتھیار نہیں رکھتے اگر انکے جرم کا تہ لگ جاتا ہو اور گروہ کے گرفتار ہو جانے کی صورت پیش آتی ہو تو ان کا سردار یہ مختار ہوتا ہے کہ گروہ کا کون سا فرد اپنے کو گرفتار کرائے۔ چھ گروہ میں سے دو آدمی اور آٹھ گروہ سے تین آدمی خود کو پولیس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ان کا اناج اپنے سر پر رکھ کر ان کے فرقے کا سردار یہ طے کرتا ہے کہ کون شخص اپنے کو گرفتاری کے لیے پیش کرے گا خود وہ مجرم ہو یا بے گناہ ہی کیون نہ ہو۔ اسی صورت میں یہ آدمی جرم کا اقبال کر لیتے ہیں اور پھانسی دکانے

پائی کی سزا کو بخوشی منظور کر لیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ان کے
فرقے کے لوگ صاف بچ جاتے ہیں۔ ان کو پورا اطمینان ہوتا ہے کہ
ان کا سردار اور فرقے کے دوسرے ساتھی ان کے بال بچوں کی اچھی
طرح پرورش کرتے رہیں گے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اپنے بال بچوں کی
پرورش کے مقابلہ میں یہ لوگ سزا یاب لوگوں کے خاندان والوں کی
پرورش کا پہلے انتظام کرتے ہیں۔ اب تک ضلع علی گڑھ کے ہاؤزوں
میں یہ رواج ہے کہ اگر ان میں سے کسی شخص کی جان جرم کرنے کی
وجہ سے ضائع ہو جاتی ہے تو اس کے ساتھی لوگ مرحوم کی بیوہ کو
۵۰ روپیہ نقد دیتے ہیں۔ اگر کوئی ہاؤزہ گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کی
زبانی کے وقت تک اس کے خاندان کی پرورش کی جاتی ہے۔ یہ
لوگ اپنے ساتھیوں کے خلاف پولیس کو کبھی کوئی اطلاع نہیں دیتے
اگر کوئی شخص اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کو ذات سے نکال
دیا جاتا ہے یہ لوگ اپنے دل یا گردہ کا نام بدل دیتے ہیں گروہ کے
سفر کو چھپانے کی کوئی خاص کوشش نہیں کرتے۔ بہت سے زمیندار
ان کی پشت بہوتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے چوڑی
سیکے ہوئے بالی کو دوبارہ بیچنے میں مدد دیتے ہیں۔ سٹرالس نے اپنی
کتاب میں لکھا ہے کہ ہاؤزوں کو سزا دھارنے کے لیے ایک ایکیم چلائی
گئی تھی لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئی۔ جرائم پیشہ اقوام کا قانون ان پر

عاید کیا گیا ہے لیکن اس قانون کا اثر صرف ایسے بابڑوں پر پڑا جو گانوں میں بسے ہوئے تھے اور کم جرائم کرتے تھے آوارہ گرد بابڑوں پر اس کا اثر کچھ بھی نہیں ہوا۔

بابڑوں کی چور بولی۔ بابڑوں کی بھی اپنی ایک مخصوص بولی ہوتی ہے۔ یہ اپنی ہی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔ کسی باہری آدمی کو اپنی زبان سیکھنے نہیں دیتے۔ ان کی زبان کے کچھ الفاظ ذیل میں درج ہیں۔

لفظ	معنی	لفظ	معنی
آئی	مان	ڈھنڈا	بیل
بس بُ	باپ	پیونہ	داماد
برگو	جلدی	میٹر	پٹیر
چرکول	چڑیا	تیسرہ	گرمی
چرنیا	پیٹی کوٹ	ہندھو	جاؤ
مرے ری	ڈلیا۔ ڈوکری	جگایا	گلے
ڈوکرا	لوکا	جسباؤ	چوری
ڈوکری	روکا	کھو	اناج
دھتی	شوہر	کھا کھرا	جوتا
دھینائی	بیوی	کھائی	سیاہی

لفظ	معنی	لفظ	معنی
لوگریہ	کپڑے	نہ	آنا
لوڑیو	کٹا	پروہند	یہاں کجا
لواڈھانا	تھانیدار	ت برا	برتن
نیجا	بھاگنا	بیرو	ہوا

سانسیہ کنج پریا سیریا

یہ جو اہم پیشہ قوم ریاست بھرت پور سے شروع ہوئی ہے اور آہستہ آہستہ تمام ہندوستان بھر میں پھیل گئی ہے اور یوں کی طرح یہ لوگ بھی چوری۔ راہزنی اور ڈاکہ ڈالتے ہیں سلی بین صاحب نے ان کی شروعات کے متعلق یہ لکھا ہے ”عرضہ ہوا جبکہ ریاست بھرت پور میں دو بھائی رہتے تھے جن کے نام ساسی اور ساس مل تھے۔ ساس مل کے خاندان والے بیڑیا کہلانے لگے اور ساسی کے خاندان والے ساسیہ یا ساسیہ بھاٹ کہلانے لگے۔ دونوں کی مختلف زبانیں ہوئیں سانسیہ بیڑیوں کو ڈھولی کہنے لگے اور خود کو بھانتو کہنے لگے۔ بیڑیہ لوگ سانسیہ ذات والوں کو ہمیش کہنے لگے۔ بیڑیہ لوگ ڈھول بجاتے تھے اور بھیک مانگتے تھے۔ ان کی عورتیں رنڈیوں کا پیشہ کرتی تھیں۔ سانسیہ بھیک مانگتے تھے۔ یا گائے بھینس۔ بکری اور ٹٹو

وغیرہ بیچتے تھے۔ چھلنی۔ رسی۔ یا سرکی بھی بنانے کا پیشہ کرتے ہیں لیکن دونوں ذاتوں کے لوگ چوری۔ نقب زنی۔ راہزنی کرتے تھے اور ڈاکہ ڈالنے میں بے رحمی سے کام لیتے تھے۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ان کا ایک فرقہ اور ہے جو سانسی کچر کہلاتا ہے اور جو جاہل کرنے کے لیے ان سے زیادہ خطرناک ہے اور بتائے ہوئے جرائم کے علاوہ مویشیوں کی چوری کرنے اور جعلی سکے بنانے کا بھی کام کرتے ہیں۔

سانسیوں میں ایک روایت مشہور ہے کہ جب دونوں بھجائی سانس مل اور سانس نہ رہے تھے تو اس وقت کسی پونجا جاٹ نے جس کا نام ملاؤد تھا یہ حکم صادر کیا تھا کہ جاٹوں کو چاہیے کہ وہ سانسوں کو کچھ خراج سالانہ ادا کیا کریں۔ اس لئے سانسہ خود کو زمانہ قدیم سے جاٹوں کا فاتح مانتے تھے۔ سانسوں میں یہ رواج ہو گیا تھا کہ اپنے بزرگوں کے نام کے ساتھ جاٹوں کے نام بھی ملا لیتے تھے یہی وجہ تھی کہ جاٹ لوگ سانسوں کو اپنے ذات کی ایک قسم سمجھتے تھے۔ جب جاٹوں کے یہاں شادی بیاہ ہوتے تو وہ سانسوں کو بھی مدعو کرتے جو ان کے بزرگوں کی منتی کرتے تھے اور ان کا تعلق پونجا جاٹ کے زمانے سے بتاتے۔

سانسیوں کی دو گوتریا ذاتیں ہوتی ہیں (۱) کلہاس (۲) لمہاس

کبھی کبھی یہ لوگ کنٹر بھی کہلاتے ہیں۔ سانیہ اب اپنے کو کنٹر نہیں مانتے ہیں کیوں کہ مسلمانوں میں بھی کنٹر ہوتے ہیں اور جنوبی ہند کے کنٹر چاروں کا کام کرتے ہیں۔ سانیہ ہند دہوتے ہیں۔

کچھ سانیوں نے اپنے جزم کا اقبال کرتے ہوئے پاکستان الیس کے سامنے جو ۱۹۷۱ء میں گوالیار کے صاحب ریز پرنٹ کے ماتحت تعینات تھے، یہ بیان کیا کہ ست جنگ کے زمانے سے ان کے بزرگ اجمیر اور رادڑ میں رہتے چلے آ رہے ہیں۔ کچھ سو برس کی بات ہے کہ سانیوں میں بوٹی نام کی ایک عورت تھی جس کا تعلق رادڑ کے ایک بڑے طاقتور زمیندار سے ہو گیا تھا۔ سالانہ پوجا کے موقع پر بوٹی کے اصلی شوہر کو بوٹی کے زمیندار سے تعلقات ہونے کا پتہ چل گیا۔ اس نے بوٹی کو مارا پیٹا۔ بوٹی کے بھائی نے اپنی بہن کی مدد کی جس سے جھگڑا بڑھ گیا۔ لیکن رشتہ داروں اور بڑوسیوں نے جھگڑے کو رفع دفع کر دیا۔ اس واقعہ کے ایک مہینے کے بعد بوٹی کے شوہر نے بوٹی کے بھائی کو قتل کر دیا کیوں کہ اس کا یہ خیال تھا کہ اس کی مدد سے ہی زمیندار سے تعلقات پیدا ہوئے تھے جب بوٹی کو اس کا پتہ لگا تو اس نے اپنے شوہر کو مرد آلا اور کوٹہ کے راجہ کے پاس پناہ لی۔ کوٹہ کے راجہ نے اس کو ۲۰ سو وار دیکر مدد کی۔ بوٹی نے ان سپاہیوں کی مدد سے سیکڑوں سانیوں کو گرفتار کر دیا اور کتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بوٹی نے سانیوں کے بزرگوں کی کی سادھیوں اور نشانات دہروں کو بھی تھس تھس کر دیا۔ سانیوں

کو اس وقت مارواڑ چھوڑنا پڑا وہ تمام ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جا کر بس گئے۔

رسومات۔ سانیہ عام طور پر مع اپنے بیوی بچوں کے سفر کرتے ہیں۔ شگون بچار کر سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ بد شگونی ہو جانے سے سفر ملتوی کر دیتے تھے۔ سفر شروع کرنے سے قبل سیار کا بولنا۔ بلی دکھائی پڑنا کسی مردے کا نظر آنا چھینکنا۔ کتے کا کھانا لے کر بھاگنا۔ درخت پر چیل کا چلانا۔ کنویں پر پانی کے گھرے کا ٹوٹنا وغیرہ بد شگونی کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔

راستے میں گوالن کا بلنا، دپہ۔ اناج یا پانی سے بھرا گھڑا لئے جانے والے کا بلنا۔ بارات کا جلوس کچھو یا سور کا بلنا وغیرہ نیک شگون کے نشانات سمجھے جاتے ہیں۔ ریاست اندور کے محکمہ پولیس کے انسپٹر جنرل نے بیڑیوں اور سانیوں کے شاہی رواج کے متعلق یہ لکھا ہے ”ریاست بھرت پور کے برولی ضلع میں کنجر علاقہ کے بیاناہ گاؤں میں کچھ راجپوت آباد تھے۔ گوجر اور بیڑی انہی راجپوتوں کی نسل سے ہیں۔ گوجر کھیتی کرائی کرنے لگے اور بیڑی خانہ بدوش ہو گئے۔ بیڑیوں کے دو خاص سرغنہ ہوئے ہیں (۱) ہاسی اور (۲) ساہی کل۔ ساہی کل کی نسل بیڑی ہے اور ہاسی کی نسل سانی کہلاتی ہے۔ بیڑیوں میں آٹھ گوترا فرقے ہوتے ہیں۔

(۱) کالا بور۔ پوپت۔

(۲) بیٹھو۔ آپ گوتر

(۳) منگل اور چاندی اور چندر واد

(۴) گالو۔

(۵) تما بچی۔

(۶) کوٹھان۔

(۷) بھورا۔

(۸) گہالا۔

ایک ہی گوتر یا فرقے میں آپس میں شادی بیاہ نہیں کئے جاتے۔
دوٹھا دوٹھن کا گوتر مختلف ہونا چاہیئے۔ بیٹھو اور گہالوں کے درمیان
بیاہ نہیں ہو سکتے کیوں کہ بیٹھو گوتر منگل گہالوں سے اونچی درجہ کی سمجھی
جاتی ہے۔

ساننیوں میں پانچ گوتر ہوتے ہیں:-

(۱) جھو جھایا۔

(۲) راجندر

(۳) بلیب

(۴) دُورسہ

(۵) ساسی۔

جھو جھیا کا بیاہ سلیوں میں نہیں ہو سکتا۔ راجپوتوں کی شادی دور سا کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ جھو جھیا کا بیاہ راجپوتوں کی یا دوسرے کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن راجپوتوں اور دوسرے کا بیاہ جھو جھیا اور سلیوں میں ہو سکتا ہے۔ پانچویں گوتریا فرتے ساسی کا بیاہ صرف اپنے ہی گوتریا فرتے میں ہوتا ہے۔ بیڑیوں اور ساسیوں میں ایک دوسرے کے وہاں شادی بیاہ کئے جاسکتے ہیں۔ گو عموماً یہ ناپسند کئے جاتے ہیں۔ بیٹھو اپنے بیاہ ساسیوں میں نہیں کرتے۔

ہندوستان کے مختلف صوبوں میں بیڑیوں اور ساسیوں کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ مالوہ میں سانس۔ گجرات میں پوپت۔ گھاگھرا میں پلٹن۔ سندھ میں گرھیر۔ گنگاپار کے علاقہ میں بھانتو۔ متحدہ میں کنجڑ یا بیڑیہ۔ گوا یا ر میں گوڑیہ یا بیڑیہ۔ بنگال میں چیر و خال کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

بیڑیوں کی عورتیں زیادہ تر رنڈی کا پیشہ کرتی ہیں۔ بیڑیہ چھوٹی لڑکیوں کو چڑا بھی لے جاتے ہیں۔ خوشحال بیڑیوں کے گھروں میں پانچ چھ نوجوان لڑکیوں کا ہونا ضروری ہے۔ جن کو چوری کر خریدا جاتا ہے اور ان سے رنڈی کا پیشہ کرایا جاتا ہے۔

سانسیوں کی عورتیں اتنی زیادہ بدچلن نہیں ہوتیں۔ ان کی عورتوں مردوں اور بچوں کا پیشہ چوری کرنا ہوتا ہے۔ آدمی اکثر بیڑیوں

کی چوری کرتے ہیں۔ راہزنی کرتے ہیں۔ ڈاکے ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ شراب بہت پیتے ہیں ان کی تندرستی شراب نوشی سے اور جگہ جگہ گھومنے سے خراب ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ عموماً تپ دق کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جرم کرنے کا ڈھنگ :- بیڑیے اور سانپے کنجڑ کی دو شاخیں ہیں اکثر خانہ بدوش ذاتیں کنجڑوں میں شامل ہیں۔ بیڑیے اور سانپے عموماً علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ اکثر کمیں کمیں جرایم کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ سانپوں کے مقابلہ میں بیڑیوں کا رہن سہن خراب اور بناوٹ بھدی ہوتی ہے۔ سانپوں کے ہاتھ پیر کی بناوٹ چھوٹی اور سٹول ہوتی ہے۔ بیڑیے اور سانپے دونوں ہی بہت نڈر اور خطرناک ہوتے ہیں۔ گرفتار ہو جانے پر کسی بھی سختی اور ظلم کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ کوئی پتہ نہیں دیتے۔ لیکن ان کو شراب پلا دی جائے تو وہ اپنی ذات کے متعلق تمام حالات بہ آسانی بتا دیتے ہیں۔ گرفتار ہو جانے پر یہ اپنے کو بھنگی۔ مالی یا کاچھی کہتے ہیں۔ گروہ بنا کر جب یہ جرم کرنے کے لئے نکلتے ہیں تو بوڑھی عورتوں کو لے کر آدمیوں کو بچوں کو گانوں ہی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ جوان عورتوں کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اپنے ساتھ گدھے بکریاں اور بھینس وغیرہ لے لیتے ہیں تاکہ ان پر آسان سے شک نہ کیا جاسکے اور یہ سمجھا جائے

کہ یہ لوگ بھیک مانگ کر یا مویشیوں کو بیچ کر اپنی روزی ایا اندازی سے کماتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو بھاٹ بھی بتاتے ہیں کبھی چاٹ کا بھاٹ۔ جگ بھاٹ۔ گجراتی۔ بھاٹ کاشی یا کبھان بھاٹ کہتے ہیں۔

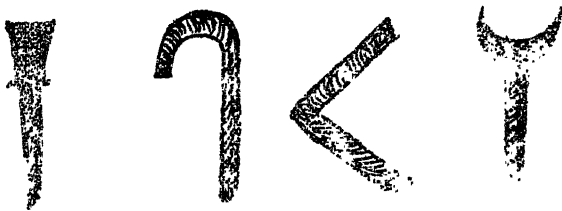
سانسی ڈاکوؤں نے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہوئے اپنے جرایم کرنے کے طریقوں کی تفصیل یوں بتائی ہے کہ ”جہاں کہیں جرم کرنے کا ارادہ ہوتا ہے وہاں سے تقریباً دو روز کے پیدل سفر کے فاصلہ پر ان کا گروہ ٹھہرتا ہے۔ گروہ کا سردار تین چار چالاک عورتوں اور کچھ آدمیوں کو بیکر آگے بڑھ جاتا ہے اپنے ساتھ نوکدار بانس اور بھالے رکھتے ہیں جن کو جرم کرنے کی جگہ پر زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ اگر اُس جگہ پر کوئی مشہور سندر واقع ہوتا ہے تو وہاں پوجا کرنے جاتے ہیں اور اُس جگہ پر تین چار دن رہتے ہیں اور یہ پتا لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مالدار آسامی کون ہے اور اپنے بھاگنے کے راستوں پر بھی غور کر لیتے ہیں۔ اپنا شکار طر کر لینے کے بعد تھوڑی سی شراب دیوی کے نام پر وہاں زمین پر چھڑکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”ہے دیوی مائی اگر ہم کو اپنے کام میں کامیابی حاصل ہوئی اور لوٹ کا مال ملا تو ہم تمہاری بڑی پوجا کریں گے اور ناریل چڑھائیں گے پھر گروہ کا سرغنہ ہر شخص کے ذمہ کام تقسیم کرتا ہے کہ کون شخص باہر

یہ رہ دیگا۔ کون شخص مکان کے اندر جائے گا اور کون مشعل جلائیگا۔ یہ
 لوگ اپنے ساتھ کلہاڑی۔ بے لیتے ہیں جس سے صندوق وغیرہ توڑتے
 ہیں اگر پولیس کا انتظام درست ہوتا تو اسے اور ڈاکہ یا چوری کا مال لیکر گانوں میں داخل
 ہونا ناممکن معلوم ہوتا تو یہ لوگ باجوہ یا پٹنہ کے بوجھ خرید لیتے ہیں اور اس بوجھ کے
 اندر نوکر اربالوں کو چھپا لیتے ہیں ایک شخص اس کٹھن یا بوجھ کو سر پر کھڑا کر کے آئے
 چلتا ہو اور بانی لوگ پیچھے پیچھے آتے ہیں۔ اگر دوسرا غیر شخص اس بوجھ کے سامان کو
 خریدنے کو اسے کہتا ہو تو یہ اس کو پیچھے کو ماضی نہیں ہوتے کوئی نہ کوئی بہانہ کر دیتے
 ہیں یا بہت جھکا کر قیمت بتاتے ہیں اور اپنی بے کی ہوئی جگہ پر جہاں بجالوں
 کی نوکیں زمین میں پہلے دفن کی تھیں پھونچ جاتے ہیں مشعل ہلا کر ان کو
 کھود لیتے ہیں۔ یہ لوگ عموماً تنگے پاؤں اور تنگے بدن رہتے ہیں۔ مگر
 میں پتھر پکڑوں میں بازو دھ لیتے ہیں اور اپنے سر کو اور منہ کو دھانکے
 رہتے ہیں تاکہ یہ لوگ آسانی سے پہچانے نہ جاسکیں۔ ان کا سر در پھر
 چھج کر کہتا ہے ”کھانڈے واو کے۔ کھانڈے رومی“ اور بھران کا
 مشعل بھی مشعل لے کر ”دین“ ”دین“ چلاتے ہوئے مقررہ مکان یا
 دوکان میں گھس پڑتا ہے۔ ان کا اشارہ ”لکھڑی خان بھائی“ ہے
 جس کے کہنے سے یہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں اگر کوئی ان کے
 مقابلے پر آتا ہے تو یہ اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص باہر سے
 مدد کرنے آتا ہے تو پہرے کے آدمی پتھر پھینک کر مدد کرنے والوں کو
 مار بھگاتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی ساتھی مارا جاتا ہے یا گھائل ہو جاتا ہے

تو اس کا سر کاٹ کر لے جاتے ہیں تاکہ گروہ کی پہچان نہ ہو سکے
 جُرم کرنے کے بعد یہ لوگ ٹکڑی بنا کر بھاگ سکتے ہیں۔ جو
 لوگ پہلے بھاگتے ہیں وہ سڑک کے چوراہوں پر پتھر رکھ کر کچھ ایسا خاص
 نشان بناتے ہیں جس سے ان کے پیچھے آنے والے ساتھی کو پتہ
 لگ جائے کہ پہلے آدمی کدھر بھاگے ہیں۔ بعد میں جب ان کی سب
 ٹکڑیاں مل جاتی ہیں تو یہ لوٹ کے مال کو بین میں گاڑ دیتے ہیں
 جب معاملہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تب اُس مال کو نکالتے ہیں اور تقسیم
 کر لیتے ہیں۔ ڈاکے وغیرہ کے بعد عورتیں بھی فوراً چل دیتی ہیں اور گروہ
 میں جا ملتی ہیں۔

بنگال کی پولیس کا بیان ہے کہ سانسہ اور کنٹر عورتیں پولیس
 کے کام میں رخنہ ڈالتی ہیں اور پولیس کا مقابلہ کرتی ہیں۔ کبھی کبھی
 پولیس پر کچھ پٹر اور سیلا بھی پھینکتی ہیں جو رسی کی چھوٹی موٹی چیزوں
 کو عورتیں اپنے منہ یا اندام نہانی میں چھپا کر رکھ لیتی ہیں۔ چوری کا
 مال اور نقدی یہ لوگ گدے، تکیہ اور گھوڑوں کے سائز میں چارپائی
 کے پاؤں میں جو اندر سے پو لے ہوتے ہیں چھپا لیتی ہیں۔ اپنے جسم
 کے کپڑوں میں چھپا کر رکھ لیتی ہیں جس سے حاملہ معلوم ہوں۔ چمڑے کی
 چھوٹی تھیلوں میں کچھ خون چھپا کر اپنے ساتھ رکھتی ہیں اور اگر چوری
 کرتے وقت پکڑی جاتی ہیں تو اس تھیلی کو بھاڑ کر خون نکالتی ہیں اور

اپنے کپڑے ترک کر لیتی ہیں اور یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کپڑہ دھکڑ میں ان کے پیٹ کا بچہ ضائع ہو گیا ہے۔ بیچارے گانوں والے سہم جاتے ہیں اور ان کو ڈر کر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ عورتیں میلوں تماشوں میں جاتی ہیں اور وہاں پاکٹ ماری یا جیب کترنے کا کام بھی کرتی ہیں۔ چھوٹے بچوں کے جسم سے زہور اتار لیتی ہیں۔ لڑکیاں اور عورتیں سڑکوں پر ناچ کر بھیک مانگتی ہیں اور خیرات دینے والے ہی کے گھر کو تاکتی ہیں۔ الدار لوگوں کے مکانات میں ان کی عورتیں چلی جاتی ہیں اور پھر وہاں کی پوری اطلاع اپنے ساتھیوں کو دیتی ہیں ان کی دی ہوئی اطلاع پر ان کے گروہ کے آدمی وہاں چوری کرتے ہیں۔ ان کے سینہ نگانے کے اوزار بوریوں کے اوزاروں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ گو وہ بالکل یکساں نہیں ہوتے۔ ان کے پاس ایک خاص اوزار ہوتا ہے جس کا ایک سر نصف دایرے کی طرح مڑا ہوا ہوتا ہے جسے یہ کٹدھیاں اور زنجیروں کو کھولنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اوزاروں کے علاوہ ان کے پاس چاقو بھی ہوتے ہیں۔ ان کے ہتھیاروں کی شکل نیچے دی ہوئی ہے۔



ان کی عورتیں رنگین گھانگرا یا ساڑھی پہنتی ہیں۔ ناک کان چھیدے ہوتے ہیں جن میں یہ زیور پہنتی ہیں۔ گلے میں بھی زیور پہنتی ہیں اور بدن پر چولی پہنتی ہیں سوتی ہوئی عورتوں کے کان کی بالیاں وغیرہ ہوشیاری کے ساتھ اتار لیتی ہیں یہ بہت یکتا ہوتی ہیں۔ ۱۸۴۵ء میں سلی مین صاحب نے ساسیوں کو ہندوستان بھر میں پھیلا ہوا پایا تھا۔ یہ لوگ مدراس و مہاراشٹر کے علاقوں میں بھی پائے گئے تھے۔ پونا۔ حیدرآباد کرشنا۔ وجہ نگر میں بھی پائے گئے تھے۔ ۱۸۴۷ء میں انھوں نے ضلع کرشنا کا سرکاری خزانہ لوٹ لیا تھا۔ پنجاب میں یہ لوگ ۱۸۶۷ء تک ایفار میٹری میں بھیجے جاتے تھے لیکن پھر یہ طریقہ بند کر دیا گیا کیوں کہ سانیوں کے جرائم میں اعنافہ ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد ۱۸۷۱ء میں سانیوں پر جرائم پیشہ قانون عاید کیا گیا پھر بھارت کی کارروائی جاری ہی رہی۔ ۱۸۸۲ء میں ان کا ایک گروہ لاہور سے دہلی ریل کے ذریعہ آ گیا اور آٹھ روز میں ۹ ڈاکے ڈالے۔ ۱۸۹۱ء میں ان کے گروہ نے گوداوری اور دکن گانچم کے اضلاع میں ڈاکے ڈالے۔ ۱۸۹۱ء میں کبھڑوں کا ایک گروہ ضلع ناسیک میں ڈاکے ڈالتے ہوئے پکڑا گیا تھا۔ اس گروہ میں ۲۰ مرد۔ ۲۱ عورتیں اور کچھ بچے تھے جب گروہ پکڑا گیا تو چوری کا سامان برآمد ہونے کے علاوہ چائے ہوئے مویشی بھی ان کے پاس سے ملے۔ ۱۸۹۷ء میں ضلع کورنوں میں ان کے کئی گروہ

ڈاکر زنی کے دوران میں پکڑے گئے۔ کچھ آدمیوں کو کالا پانی کی سزا ہوئی۔ سانیوں کا ایک فرقہ اودھ میں بھی ہے جو اپنا وطن فتح پور ضلع بتاتا ہے۔ جو پنور۔ کانپور۔ الہ آباد اور ہیر پور کے اضلاع میں اودھ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی کپے چور اور جلی سکے بنانے میں ماہر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ گانوں میں بھیک مانگتے جاتے ہیں اور پھر پیسوں کے بدلے روپیے مانگتے ہیں۔ چاندی کے روپیہ کے بدلے سترہ آنے دینے کا وعدہ کرتے ہیں جب کوئی شخص ان کو روپیہ دیتا ہے تو یہ لوگ بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس کے روپیہ کو اپنے کھوٹے روپیہ سے بدل کر واپس کر دیتے ہیں۔

بردار

شروعات۔ دکن میں بھم پتہ ذات کی طرح بردار بھی ایک جرم پیشہ قوم ہے۔ یہ لوگ گھاٹ پریلے تماشے میں چھاؤنیوں۔ ریلوے اسٹیشنوں پر اٹھائی گبری کرتے ہیں۔ اپنا بھیس بدل کر ہندوستان کے مختلف حصوں میں جا کر چوری کرتے ہیں۔ روایت یوں مشہور ہے کہ ضلع پٹنہ اور اس کے آس پٹوس کے اضلاع کے کُرمی ان کے آبا و اجداد تھے۔ بعد میں ان کے دو فرقے ہو گئے جنہیں سے ایک شمال کو گیا اور گونڈہ بریلی۔ سیتاپور وغیرہ کے اضلاع میں بس گیا۔ دوسرے

فرقہ نے جنوب کی طرف کوچ کیا اور صوبہ وسطی ہند کے اضلاع اللت پور
 بلاس پور وغیرہ میں بس گیا۔ اور اب یہ وہاں سنریا کے نام سے مشہور
 ہے۔ ان دونوں فرقوں کے بھی کئی حصے ہو گئے ہیں۔ اصل ذات
 کے لوگ بھوگ کہلاتے ہیں اور دوسری ذاتوں کے جو لوگ بنگال سے آکر
 ان کی ذات میں شامل ہوئے ہیں وہ غلام کہلاتے ہیں انکے نوکر وغیرہ
 تلمسی کہلاتے ہیں۔ جو لوگ گونڈہ ضلع میں جا بے تھے انھوں نے غلاموں
 سے شادی بیاہ کر لئے لیکن جو ہر دوتی اور بریلی کے اضلاع میں
 جا بے تھے انھوں نے غلاموں سے شادی بیاہ نہیں کئے اسکی
 وجہ سے ان میں کئی چھوٹی چھوٹی نئی ذاتیں پیدا ہو گئیں۔ ان کا
 جو فرقہ دکن میں بسا ہے اُس میں کوئی نئی ذات نہیں پیدا ہوئی
 شمال میں گونڈہ کے برہادوں کو جہاں پیشہ اقوام میں مشہر کر دیا گیا ہے جنوب
 میں اللت پور کے برہادوں کو بھی جہاں پیشہ مشہر کر دیا گیا ہے۔
 ان کے سماج کے رواج برہادیدی اور مہا بیرجی کی پوجا کرتے
 ہیں اور اپنے کو ہندو بتلاتے ہیں۔ لیکن یہ مسلمان پیر۔ سید سالار بیٹلی
 غازی کو بھی مانتے ہیں۔ ہر اچ میں ان کے مقبروں پر زیارت کے
 لئے جاتے ہیں۔ یہ لوگ چوری کرنے سے پیشتر شگون اور ساعت
 بچارتے ہیں اگر راستہ میں کوئی سرکاری افسر مل جاتا ہے تو گھسے
 لوٹ آتے ہیں۔

سب سے نیچی ذاتوں کے علاوہ اور ہر ذات کے لوگ ہزار
 کی ذات میں شامل ہو سکتے ہیں۔ ذات میں ملانے کا طریقہ یہ ہے۔
 پہلے تو یہ لوگ اپنی ذات میں آبادی کا اضافہ کرنے کی غرض سے
 بنگال سے بچوں کو چڑا لاتے تھے لیکن پھر یہ طریقہ چھوڑ دیا کیونکہ اس
 چوری میں زیادہ سزا ہو جاتی ہے۔ ہر واروں کی ایک خاص بولی
 ہوتی ہے جس کی وجہ سے جرم کرنے میں ان کو بڑی آسانی ہوتی
 ہے یہ لوگ عموماً ایسے سنگین جرائم جن میں کشت و خون کرنا پڑے
 نہیں کرتے۔ ڈاکہ کبھی نہیں ڈالتے۔ ان کے بیاں بچے اور عورتیں سب
 ہی چوری کرتے ہیں۔ بچوں کو چوری کرنا سکھایا جاتا ہے۔ ان کے کچھ
 خاص اشارے مقرر ہیں۔ چوری کا مال ہاتھوں ہاتھ چور کے پاس
 سے دوسرے اور تیسرے کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اس طرح
 چور کے پکڑنے میں دشواری ہوتی ہے۔ جرائم کرنے کے بعد ان کا گروہ
 کسی دوسرے مقام کے لیے روانہ ہو جاتا ہے۔ قریب کے سیلے تاشوں
 میں ان کی عورتیں اچھے کپڑے و زیور وغیرہ پہن کر جاتی ہیں اور دوسری
 عورتوں کے ساتھ ہولیتی ہیں۔ موقع ملے ہی ان کے زیور وغیرہ اتار لیتی
 ہیں یا ان کے مال پر ہاتھ صاف کر دیتی ہیں۔ یہ اپنا کام اس قدر
 صفائی اور پھرتی کے ساتھ کرتی ہیں کہ ان عورتوں کو جن کے جسم سے
 زیور وغیرہ اتارا جاتا ہے کوئی پتہ نہیں ہونے پاتا۔ کان کی ایلیاں

ناک کی ہلاق اور نتھہ۔ جُبدے۔ گگلے کا ہار ٹپری صفائی کے ساتھ
 اتار لیتی ہیں۔ برادر عورتیں اپنا چہرہ عموماً ڈھکار رکھتی ہیں اور شک دور
 کرنے کے لیے برہمنیوں کا بھیس بدل لیتی ہیں۔ ان کے مرد سادھووں
 کا بھیس بدل لیتے ہیں۔ بھم بتوں کی طرح برادر بھی چلتی ہوئی ریل
 گاڑیوں میں چوری کرتے ہیں۔ چوری کا سامان باہر پھینک دیتے ہیں
 گاڑی ٹھہرنے پر خود اتر جاتے ہیں اور خود جا کر یا اپنے ساتھیوں کے
 ذریعہ پھینکا ہوا سامان اٹھا لاتے ہیں۔ یہ لوگ خود کو برہمن کہتے ہیں۔
 جینیو پہنتے ہیں۔ اپنا پیشہ چھپاتے بھی نہیں ہیں۔ اس کو دھرم کے
 مطابق کہتے ہیں۔ برہمن کے ہاتھ مال چوری جانے کو بہت ہی خوش
 قسمتی بتاتے ہیں۔ گرفتار ہو جانے کے بعد برادر عموماً نیپال کو اپنا وطن
 بتاتے ہیں۔ برادروں کی چوڑ بولی کے چند الفاظ نیچے درج کیے
 جاتے ہیں۔

لفظ	معنی	لفظ	معنی
اکوتی نہ گورالیں	انچر ساتھیوں کو	بسنی	دھن دولت
	نہ پکڑوانا	بتار	غلام
بان	عورت	بتنگ	چیمہ
بجرائ	راجہ	بجار	ایک ہزار
بنو	درزی	بوٹاور	سیدھا

لفظ	معنی	لفظ	معنی
وردہ	جگا ہوا	چاخو	بندوق
بیل	سر	پتاری	مرچ
میل	چرا	سہنہ	سردار
بجا بھی	کبس	سہجنہ	بیوپاری
بے تال	سونے کا ہار	بھجر	گھر
چپڑا	تیل یا گھی	لونی	لوٹنا
عطر	شراب	کلیانہ	آگ لگانا
گونا	چوتا	ناموت	آدمی
گودارا	مندر	نہہ تیار	تھانہ دار
کوسہ	برہن	مسکر	کالیستھ
مٹکا	سنار	خرائی ڈالتا	آچوری کا مال
کارو	باغ	آفرختا بیچتا	
کنارا	دس روپیہ	دھیانو	ریشوت
کھوڑی	ڈوہال	چھٹو	خاموش ہو
بھسکٹا	نالی	ستریا	رہنمی
		سڈھلی	ناؤ

ملاح (متھرا)

چین ملاح (بلیا)

یہ لوگ پاکٹ ماری اور ریل پر چوری کرتے ہیں۔ یہ متھرا ضلع میں رہتے ہیں۔ ان کا قد لمبی دامن ضلع بلیا تھا اس لیے یہ لوگ بلیکے چین ملاح کہلاتے ہیں۔ لفظ ”چین“ کے معنی چور یا پاکٹ مار ہیں۔
سنہ ۱۹۴۷ء میں ضلع متھرا کے کلکٹر مسٹر ایل۔ سی پاٹرنے تھانہ شیر گڑھ کا معائنہ کرتے ہوئے ملاحوں کے بارے میں حسب ذیل نوٹ لکھا تھا
”سنسکار اور چائنا گڈھی میں ملاحوں کی عجیب بستی ہے۔ ایک ٹھاکر اس کام میں ان لوگوں کی اس ڈھنگ سے مدد کرتا ہے اس کی ایک دکان کلکتہ میں ہے جس میں ظاہر میں کپڑا بکتا ہے۔ ملاح لوگ اس کی دکان پر آتے جاتے ہیں اور رات دن لوٹ مار کرتے ہیں۔ اس نے ابھی اپنے گھر پندرہ سو روپیہ بھیجا تھا ان میں سے ابھی ایک ماگھ میلے میں کپڑا گیا تھا اور پہچان لیا گیا۔ کلکتہ کی پولیس کو ان کی بابت اطلاع دینا چاہئے۔“

چائیں ملاح ضلع متھرا کے۔ متھرا۔ مہادون۔ رادھال۔ بنادون۔ موٹ سوڑ۔ یہ نامے۔ سیل مجھوئی اور شیر گڑھ کے تھانوں میں آباد ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو ٹھاکر کہتے ہیں۔ دھیمبر اور کمار دلی سے یہ لوگ اپنے کو

علیحدہ بتاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو ضلع بلیا کا قدیمی باشندہ کہتے ہیں
 لیکن یہ انھیں معلوم نہیں ہے کہ کب اور کن وجہوں سے یہ لوگ ضلع بلیا
 سے ضلع مہرا کو آئے۔ مہرا کے کچھ ملاحوں کا کہنا ہے کہ ان کے بزرگ
 دہلی اور گڑگاؤں کے اضلاع سے یہاں آئے تھے اور ان کی برادری
 کے لوگ اب بھی وہاں آباد ہیں جن میں سے کچھ لوگ زمیندار بھی ہیں
 مہرا کے ملاح خواہ وہ ضلع بلیا کے قدیمی باشندے ہوں یا کسی
 اور جگہ کے لیکن اب یہ لوگ اپنے کو ضلع بلیا کے ملاحوں سے بڑا بتاتے
 ہیں کیوں کہ بلیا کے ملاح کماروں کی طرح دوسروں کی نوکری چاکری
 کرتے ہیں۔ مہرا کے ملاحوں کو جرائم پیشہ قوم نہیں کہا جاسکتا وہ بہت
 جگہوں پر پھرتی باڑی کرتے ہیں۔ خصوصاً ناہے۔ میل۔ مہگوئی وغیرہ
 سنے مواضعات میں۔ لیکن شیرگرٹھ۔ سوریر۔ بھٹ اور رایا کے
 تھانوں میں جو ملاح آباد ہیں وہ چوری اور اٹھائی گیری کرتے ہیں
 اور اسی غرض سے وہ الہ آباد۔ ہر دوار۔ گڈھ مکتیشہ۔ اور پنجاب
 کے میلوں میں جاتے ہیں۔ زیادہ تر یہ لوگ بنگال جاتے ہیں جہاں
 چوری کرنے میں ان کو زیادہ سہولیت ہوتی ہے۔ چوری اور اٹھائی
 گیری کے علاوہ یہ لوگ کوئی بڑا یا سنگین جرم نہیں کرتے۔
 جرم کرنے کے ڈھنگ۔ علی گڑھ و اگرہ ضلعوں کے ملاح بھی
 یہی کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی اپنی کوئی زبان نہیں ہے۔ یہ لوگ

اپنا بھیس بھی نہیں بدلتے ہیں۔ چار پانچ کی ٹولی میں یہ لوگ جاتے ہیں اور ساتھ میں دو تین لڑکے لے جاتے ہیں۔ ٹولی کا ایک سردار ہوتا ہے جس کا حکم سب لوگ مانتے ہیں۔ یہی دن بھر کا تمام صرفہ کرتا ہے۔ ٹولی کے ممبران کے گھروں کو خرچہ بھیجتا ہے۔ یہ لوگ ریل یا ٹرک سے سفر کرتے ہیں۔ شہروں میں چرائے ہوئے مال کو راستے کے گاون میں بیچتے ہیں۔ بیچنے کے وقت اپنے کو بھوکا اور روپیہ کا سخت حاجت مند بتاتے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن پر یہ لوگ جیب کاٹتے ہیں۔ باہر نکلنے کے راستوں پر اور ٹکٹ گھر کی کھڑکی پر انکو اچھا موقع ملتا ہے دوسرے مسافر جب ٹکٹ لینے یا کسی اور کام سے جاتے ہیں تو یہ لوگ نکلے مال کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری لے لیتے ہیں اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسافر کو اپنے سامان ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ ملاعوں میں سے ایک آدمی ریل کے اسٹیشنوں پر مسافر خانوں میں دھوکے بھیس میں بیٹھ جاتا ہے اور آگ جلا کر یا چلم سلگا کر گانا شروع کر دیتا ہے دوسرے ملاع اجنبی کی طرح آتے ہیں اور چلم پینے کے بہانے غلنگھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس پڑوس کے مسافر بھی ان کی دیکھا دیکھی ہفت کی چلم پینے آ جاتے ہیں یہ غریب مسافر اپنی ایک پیسے کی بچت کرتے ہیں اور ملاع لوگ ان کا مال غائب کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ جب سفر کرتے ہیں تو اپنے کو نبیہ یا ٹھا کر کہتے ہیں اور اپنی ذات اور اپنا پتہ بھی ٹھیک ٹھیک نہیں بتاتے۔ اگر بد قسمتی سے ان کا کوئی ساتھی گرفتار ہو جاتا ہے

تو رویہ دیکر اسکو چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ خواہ اس کو چھڑانے میں کامیابی ہو یا نہ ہو ان کی ٹولی اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ کلکتہ پہنچکر یہ لوگ ایک مکان کرایہ پر لے لیتے ہیں اور بہانہ کرتے ہیں کہ نوکری کی تلاش میں وہاں پہنچے ہیں اور یہ اپنے مکان برابر بدلتے رہتے ہیں تاکہ ان پر کوئی شبہ نہ کیا جاسکے۔ کلکتہ میں علاوہ اٹھائی گیری کرنے کے یہ لوگ کچھ اور پیشہ نہیں کرتے۔ اپنا چرایا ہوا مال کچھ خاص دوکانداروں اور کباڑیوں کے ذریعہ فروخت کر دیتے ہیں۔

ایک بار ایک ملاح نے ایک گراموفون باجہ خرید جس کو وہ بازار میں بجاتا تھا۔ گاٹا سننے کے لیے ایک بھیڑ اکٹھا ہو جاتی تھی۔ ملاحوں کے لڑکے سننے والوں کی جیب سے مال غائب کر دیتے تھے۔

کیوٹ

یہ بھی ملاحوں کی ایک ذات ہے۔ کیوٹ ناؤ یا کشتی چلاتے ہیں۔ پیشتر ان لوگوں کے پاس بڑی کشتیاں تھیں اور دریاؤں پر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو یہ لوگ مال لانے لے جانیکا کام کرتے تھے۔ لیکن میل کے بنجانے سے ان کا پیشہ بند ہو گیا۔ یہ لوگ مچھلی بھی پکڑتے ہیں۔ بستی ضلع کے کیوٹوں پر چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے کا شبہ کیا جاتا ہے بعض اضلاع میں کیوٹ ذات کو جہاں ہم پیشہ مشہور کر دیا گیا ہے۔

بلوچی

یہ لوگ بلوچستان کے رہنے والے ہیں۔ یہ سنگین جرم کرنے والی ایک خسانہ بدوش قوم ہے۔ یہ لوگ مختلف صوبوں میں گھومتے ہیں۔ ان کی عورتوں کا ہنساوا عجیب ڈھنگ کا ہوتا ہے یہ لوگ چاقو۔ چھریاں وغیرہ بیچتے ہیں۔ پوچھنے پر چیزوں کے کئی گنے دام بتاتے ہیں اور پوچھنے والے سے کہتے ہیں کہ وہ بھی دام لگائے اگر وہ لینے سے انکار کرتا ہے تو ان کی عورتیں لڑنے پر تیار ہو جاتی ہیں اور چاقو مارنے کی دھمکی دیتی ہیں۔

کنگڑیاں

یہ ایک غریب مانگنے والی ذات ہے۔ چھوٹے چھوٹے جرائم بھی کرتی ہے ضلع فتح پور میں یہ لوگ بسے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ایک طرح کا باجہ بجا کر بھیک مانگتے ہیں۔

اھیر یہ

(سنسکرت اھیتکا۔ شکاری)

شروعات یہ لنگا۔ جتنا کے درمیان کے خطہ دو آب میں رہنے والی ایک ذات ہے۔ جس کا کام شکار کرنا۔ چڑیاں پکڑنا اور چوری کرنا ہے۔ سراجیم

المیٹ صاحب انھیں دھانکوں میں سے ایک فرقہ بتاتے ہیں۔
 دھانک ذات کے لوگ مُردہ جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ یہ لوگ
 ذبح کئے ہوئے یا مارے ہوئے جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے
 ہیری یا ہری نام کی ایک ذات پہاڑوں پر رہتی ہے جو ان سے
 بالکل ملتی جلتی ہے۔ ان لوگوں کو باز بہادر نے چوکیداروں کی طرح پر
 حرائی کے علاقہ میں آباد کیا تھا۔ یہ لوگ اُس علاقہ کو بر باد کرنے لگے۔
 لیکن ولیم صاحب کا کہنا ہے کہ ہیری لوگ ضلع دیرہ دون کے قدیم
 باشندے ہیں اور یو کسوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ان لوگوں سے
 ضلع علی گڑھ کے اہڑے بالکل مختلف ہیں۔ گورکھ پور کشتری میں
 اہڑیہ یا دھریہ نام کی ایک ذات آباد ہے۔ یہ گھومتے پھرتے ہیں
 اور جانوروں کی تجارت کرتے ہیں۔ یہ لوگ شاید اہیری اور ان کا
 اہڑیوں سے کوئی تعلق یا رشتہ نہیں ہے۔ گورکھ پور میں ایک اور
 ذات آباد ہے جو اہریہ کہلاتی ہے۔ یہ ذات دھانکوں سے نکلی ہے
 اس کا پیشہ سانپ پکڑنا ہے۔ یہ لوگ سانپ کو کھاتے ہیں۔ پنجاب میں
 اہیری نام کی ایک ذات ہے جو صوبہ متحدہ کے اہڑیوں سے ملتی
 جلتی ہے۔ یہ لوگ اپنا قدیمی وطن راجپوتانہ اور خاصکر جو دھورت بتاتے
 ہیں یہ لوگ آوارہ گرد ہیں لیکن اگر ان کو مزدوری ملتی ہے تو گاؤں میں
 آباد بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہر طرح کے جانور کپڑتے ہیں اور کھاتے

ہیں یہ کس اور گھاس میں کام کرتے ہیں۔ ان کاموں کے علاوہ مزدوری بھی کرتے ہیں فصل کاٹنے کے وقت گردہ بنا کر مزدوری کی تلاش میں نکلتے ہیں اور ٹرکوں کی کھدائی کا کام بھی کرتے ہیں۔ مٹر فیکسن نے لکھا ہے کہ یہ لوگ ڈلیا اور سوپ بھی بناتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ لوگ راجپوتانہ کے قدیمی باشندے تھے لیکن نجی ذات کی عورتوں سے شادی بیاہ کئے اور ایٹری انہی لوگوں کی مخلوط نسل ہے لیکن قرین قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ متحدہ کے ایٹری بھیل اور بہیلیوں کے خاندانی ہیں۔ ضلع علی گڑھ کے ایٹریوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ پیشتر زمانے میں یہ لوگ دوسری ذات کی عورتوں کو بھی اپنی ذات میں ملا لیا کرتے تھے۔ کیونکہ اس وقت ان کے یہاں عورتوں کی کمی تھی۔ لیکن اب یہ رواج بند ہو گیا ہے کیوں کہ اب ان میں عورتوں کی تعداد بہت ہو گئی ہے

ضلع علی گڑھ میں یہ لوگ ایٹریہ بھیل۔ یا کرول کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ لوگ اپنے گوراج پر یا ورت کے خاندان سے بتاتے ہیں ان کے متعلق خود کچھ تفصیل نہیں جانتے۔ شاید پر یا ورت سے انکا مقصد راج پر یا ورت سے ہر جو برہاجی کا لڑکا تھا اور ہندو دھرم کی کتھاؤں یا روایتوں کے مطابق اس نے زمین پر سے "رات" کو مٹانے کی کوشش کی تھی زمین کے جن حصوں میں سورج کی روشنی

نہیں پہنچتی وہاں اس نے اپنا رتھ لیا کر مصنوعی طور پر سورج کی طرح
 روشنی پہنچانے کی کوشش کی تھی لیکن رہنما جی کے سمجھانے پر یہ خیال
 چھوڑ دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے رتھ کے پہیوں کے نشانات سے
 زمین پر سات سمندر اور سات بڑے براعظم بن گئے ہیں بعد میں
 پھر انھوں نے چتر کوٹ کو اپنا دار السلطنت بنایا۔ جہاں وہ اہیڑیہ
 کہلانے لگے اور آج کل کے اہیڑیہ ان ہی کے خاندان سے ہیں
 چتر کوٹ سے یہ اہیڑیہ اجودھیا گئے۔ اجودھیا سے کانپور اور
 سات سو سال ہوئے کانپور سے علی گڑھ چلے گئے۔ چتر کوٹ
 اور اجودھیا ان کے تیرتھ کے مقامات ہیں۔

سماج کے ریت رواج۔ ان کی ذات میں ایک نچایت ہو
 نچایت کے کچھ نمبر نامزد کئے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ چنے ہوئے۔
 ذات سے متعلق ہر معاملہ پر یہ نچایت غور کرتی ہے ان کا سر بیج
 مستقل اور خاندانی ہوتا ہے اگر سر بیج کا لڑکا نابالغ ہو تو سر بیج
 کے مرنے پر نچایت کا ایک نمبر لڑکے کی نابالغی کے زمانے کے لئے
 سر بیج کا کام کرتا ہے۔

ان کی ذات میں کوئی دوسری اور چھوٹی چھوٹی ذاتیں نہیں ہیں
 جن کے درمیان آپس کے شادی بیاہ وغیرہ نہ ہوتے ہوں۔ سکے
 بھائی بہنوں کی اولادوں میں بیاہ نہیں ہوتے بلکہ جس خاندان میں

ایک دفعہ کسی خاندان کی لڑکی کی شادی ہو گئی ہے پھر اُس خاندان میں وہ دوبارہ شادی نہیں کر سکتا۔ مذہبی خیالات اور رسومات کی بنا پر شادی بیاہ میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ ایک آدمی چار عورتوں سے شادی کر سکتا ہے وہ بہنوں سے بھی شادی کر سکتا ہے ان کے یہاں شادی کا ایک عجیب رواج چلا آتا ہے جو زمانہ قدیم کے جنگلی نسلوں کی یاد گار ہے۔ دولہا و دلہن کو تالاب کے کنارے لے جاتے ہیں۔ محلین دولہا کو بول کی تلخ سے مارتی ہے۔ پھر دلہن کو گھر لاتے ہیں اور دولہا کے گھر والے اس کی رونمائی کرتے ہیں اور تحفے پیش کرتے ہیں۔ گھر کی بڑی بہو گھر پر حکومت کرتی ہے اس سے چھوٹی عورتیں اس کا حکم مانگتی ہیں عورتوں میں آپس میں میل رہتا ہے شادی کی عمر، سال سے ۲۰ سال تک ہے بچائیت کی منظوری اور عورت و مرد کی رضامندی سے طلاق بھی دیا جاسکتا ہے۔ نانی برہمن کی مدد سے بیاہ طے کرتا ہے۔ اگر دولہا و دلہن بالغ عمر کے ہوتے ہیں تو ان کی رائے لی جاتی ہے۔ ورنہ والدین ہی شادی طے کر دیتے ہیں۔ دلہن کی قیمت طو نہیں ہے لیکن اگر لڑکی کا باپ غریب ہوتا ہے تو دولہا کے رشتہ دار ان اُسے ”دعوت“ کا خرچہ دیتے ہیں لڑکی کے باپ کو وہ ہنر دنیا پڑتا ہے۔ دلہن کو جو تحفے رونمائی میں ملتے ہیں وہ اس کی ملکیت ”استری دھن“ ہو جاتے

ہیں کوڑھ۔ اولاد نہ پیدا کر سکنے اور پاگل یا اپہنچ ہو جانے کی صورت میں طلاق ہو سکتا ہے۔ کسی دوسری عورت یا مرد سے تعلق رکھنے کی شکایت نچایت کے سامنے آتی ہے اور ثابت ہونے پر طلاق دیا جاسکتا ہے طلاق دی ہوئی عورتیں ہکراؤ کی رسم سے دوسری شادی کر سکتی ہیں لیکن جن عورتوں کا طلاق کسی غیر مرد سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے وہ دوبارہ شادی نہیں کر سکتی ہیں۔ اگر ماں یا باپ میں سے کوئی بھی دوسری ذات کا ہو تو ان کی اولاد ”لیندھڑ“ کہلاتی ہے اور اس کو ذات کے تمام حقوق نہیں دیئے جاتے۔ اگر کوئی شخص بدھوا یا بھارتیہ بن جائے تو وہ عورت کو ایک جوڑ کپڑا۔ جوڑیاں اور بچھوئے بھیجتا ہے پھر تمام برادری اکٹھا کی جاتی ہے اور عورت سے پوچھا جاتا ہے کہ اُسے خدا دی منظور ہے یا نہیں۔ اگر وہ منظور کر لیتی ہے تو برہمن ساعت بچا رہتا ہے۔ دولہا اسے نئے کپڑے اور گھنے پہنا کر اپنے گھر لیجاتا ہے۔ اور پھر وہ برادری کے لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔ اس رسم کی شادی کو ہکراؤ یا گھر بچا کہتے ہیں اس میں بارات نہیں جاتی اور نہ ”بھانور“ ہی ہوتی ہے۔ بدھوا کا دیور اگر غیر شادی شدہ ہو تو اُسی سے شادی ہوتی ہے۔ ورنہ تو برادری کے کسی دوسرے آدمی سے شادی ہو سکتی ہے لیکن ایسی صورت میں گزشتہ شوہر کی کی بایاد میں اس کو کوئی حق نہیں ملتا۔ بچہ پر بھی حق نہیں رہتا۔

جب حل قرار پا جانے کا یقین ہو جاتا ہے تو برادری کے لوگ اکٹھا کئے جاتے ہیں اور چنایا گیہوں مہوے کے ساتھ ابال کر برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ حاملہ کے پیر گنگا جی کی سمت رکھے جاتے ہیں اور چار پانی پر بچہ جنایا جاتا ہے۔ یہ رواج دوسری ہندو ذاتوں سے مختلف ہے۔ بھنگن والی کا کام کرتی ہے۔ سونہ میں ناشن رہتی ہے بچہ پیدا ہونے پر رشتہ داروں میں مہوہ تقسیم کیا جاتا ہے عورتیں تالیاں بجا کر گیت گاتی ہیں۔ چھٹی کی رسم پر سستی کی پوجا کرتی ہیں۔ بارہویں دن زچہ کو نہلایا جاتا ہے اور آٹے کا چوک بنا کر بہن پوجا کرتا ہے اور منتر پڑھ کر بچہ کا نام رکھتا ہے۔ برادری کی دعوت ہوتی ہے۔ عورتیں ناحتی گاتی ہیں۔ اس رسم کو ”دشٹھوں“ کہتے ہیں۔ اگر بچہ مول بچتر میں پیدا ہوتا ہے تو دو دشٹھوں ”انیسویں یا اکیسویں دن ہوتا ہے۔ اکس بھلوں کے پتے۔ اکس کنودوں کا پانی اور ۲ گانوں کے کنکر جمع کئے جاتے ہیں ان سب چیزوں کو ایک گھڑے میں بند کر دیتے ہیں اور پانی بھرتے ہیں اس پانی سے زچہ کو نہلاتے ہیں۔ اناج اور دہیر برہنوں کو خیرات کرتے ہیں۔ اہیڑیوں میں اولاد نہ ہونے کی صورت میں لڑکا گود لیا جاسکتا ہے۔ اس کی بھی ایک علیحدہ رسم ہوتی ہے۔ گود لئے ہوئے لڑکے کو نئے کپڑے اور مٹھائیاں دی جاتی ہیں اور برادری کو دعوت دی جاتی ہے گود لئے ہوئے لڑکے کی عمر دس سال سے کم ہونا چاہیئے۔

بیاہ شادی کی رسم دوسری ہندو ذاتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ پہلی
 سنگائی ہوتی ہے۔ دو لہن کی طرف کانائی دو لہا کو بان کھلاتا ہے اور پھر
 لگن ہوتی ہے۔ اس میں دو لہن کا باپ درپہ گھنے۔ کپڑے۔ ناریل اور
 مٹھائی بھجواتا ہے۔ اس میں دو لہا گھاس بھی رکھی جاتی ہے اور شادی
 کے لئے خط ہوتا ہے۔ دو لہا کو یہ سب چیزیں چوک پر بیٹھا کر بھینٹ کی
 جاتی ہیں۔ رات بھر رات جگا ہوتا ہے۔ اس میں عورتیں ناچتی گاتی
 ہیں۔ پھر دو لہا دو لہن کے ابٹن نکالیا جاتا ہے اس کے بعد دو لہا دہن
 گھر کے باہر نکلنے نہیں پاتے۔ پھر مڑا گاڑا جاتا ہے اور مڑوے کی دعوت
 ہوتی ہے۔ دو لہا کو زرد رنگ کا جامہ پہنایا جاتا ہے اور سر پر موریا نہ صا
 جاتا ہے دو لہا کا باپ دو لہن کے لئے شربت بھجواتا ہے اور وہ داسی میں
 کھانے کا سامان بھیجتے ہیں۔ اس رسم کو بردنا کہتے ہیں۔ پھر ہون ہوتا ہے
 اور آگ کے گرد سات بار دو لہا دو لہن پھیری گھومتے ہیں۔ پھر کنیا دان کی
 رسم ادا ہوتی ہے۔ بیاہ کے بعد دو لہا دہن کو ایک کمرے میں لیجاتے ہیں اور وہاں
 دونوں کو ایک ساتھ بجات اور مٹھائی کھلائی جاتی ہے۔ دو لہن کی
 طرف کی عورتیں دو لہا سے مذاق کرتی ہیں اور جوتے کو کپڑے میں لپیٹ کر
 دیوی دیوتا کا بہانہ کر کے پوجا کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر
 دو لہا جوتے کی پوجا کرتا ہے تو عورتیں اس کا مذاق اڑاتی ہیں۔ دو لہا
 دو لہن کی گانتھ کھول دی جاتی ہے اور مور اُتار کر دو لہا کو جنوا سے داس
 بھیج دیتے ہیں۔ غریب آدمیوں میں نہ سنگائی ہوتی ہے اور نہ لگن ہوتی ہے

دولہن کے باپ کو نقد روپیہ دیا جاتا ہے اور لڑکی کو دولہا کے گھر بھاڑ کر بیاہ ہوتا ہے۔ آگ کے گرد سات بار پھیری گھومنے کے بعد شادی ہو جاتی ہے۔ جو لڑکیاں بھگا کر یا پھسلا کر لائی جاتی ہیں ان کا بیاہ بھی اسی طرح ہوتا ہے اور اسی رسم کو ڈلاکتے ہیں۔

امیر آدمی مردے کو جلاتے ہیں۔ غریب آدمی زمین میں دفن کر دیتے ہیں یا پانی میں بہا دیتے ہیں۔ مردے کا منہ نیچے رکھ کر دفن کیا جاتا ہے تاکہ بھوت بن کر نہ لوٹے۔ مردے کے پیر شمال کی سمت رکھے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ لاش کو بغیر کفن ہی کے دفن کر دیتے ہیں۔ جلا دینے کے بعد لڑیاں گنگا کے پانی میں بہا دی جاتی ہیں۔ لیکن کچھ لوگ جلی ہوئی لڑیوں کو وہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ جنا کے لئے آگ مہتر لاتا ہے جس کے لئے اُسے کچھ حق دیتے ہیں اور ارنجی کے بانس وغیرہ بھی تھڑ کو ملتے ہیں۔ مردے کو جلانے کے بعد لوگ ہمارا گھر واپس آتے ہیں۔ مردہ جلانے کے تیسرے یا ساتویں دن مغربی کنارے کا یا آگ دینے والا شخص اپنی حجامت ہوا کرتا ہے۔ تیرہویں روز بادی کو کھانا دیا جاتا ہے اور تیرہ برہمنوں کو دان دیا جاتا ہے۔ اور پھر ہون ہوتا ہے۔ عام طور سے شراہد کی رسم نہیں ہوتی لیکن "پتر کشن" میں بڑے کھانوں کی لڑجیا ہوتی ہے۔

مرنے کے بعد تیرہ دن چھوٹ باقی رہتی ہے اور بچ پیدا ہونے کے بعد دس دن تک پھیلت باقی رہتی ہے

ایڑے دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔ ”میکھا سر“ کو اپنا ”کل دیوتا“ مانتے ہیں۔ میکھا سر کا مندر موضع گنگری تحصیل اترولی میں ہے۔ میکھا کی آٹھی اور نرمی کو اس کی پوجا ہوتی ہے مٹھائی اور بکرے کی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے۔ ایک اہیر کو یہ چڑھا دیا ملتا ہے ”زہیر پیر“ کی پوجا بھی کی جاتی ہے۔ بھادوں کے اندھیرے پاکھ کی نرمی کو ان کی پوجا ہوتی ہے۔ کپڑے۔ لونگا۔ گھی اور روپیہ چڑھایا جاتا ہے۔ جسے ایک مسلمان لیتا ہے۔ ”امروہہ کے“ ”میاں سادیو“ کی بڑھادر سنجہ کو پوجا ہوتی ہے۔ پانچ پیسے۔ لونگا۔ پان اور روٹیاں چڑھائی جاتی ہیں جسے وہاں کے رہنے والے فقیر لے لیتے ہیں یہ لوگ بکرے کی قربانی کرتے ہیں اور اس طرح گوشت خود کھاتے ہیں۔ تحصیل اگلاس کے کڑاگانوں میں مہتر کے مکان کے سامنے جگہیا کا چوکور چبوترہ ہے۔ ماگھ کے اندھیرے پاکھ کی چھٹی تاریخ کو وہاں پوجا ہوتی ہے۔ در پیسے۔ پان اور مٹھائی چڑھائی جاتی ہے جسے مہتر لیتا ہے۔ یہ لوگ سور کی بھی قربانی کرتے ہیں ”بڑی“ ان کا گرام دیوتا ہے۔ پیڑ کے نیچے کچھ پتھر رکھ کر ”بڑی“ کی استھانپاکی جاتی ہے۔ ان کی پوجا میں چھ کوڑیاں۔ پان اور مٹھائی بھینٹ کی جاتی ہے جسے برہمن لیتا ہے، یہی دیوتا ان کے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ جیت اور کنوار کے اُجالے

بالکھ کی ستمی کو انکی پوجا ہوتی ہے۔ دیوی ماتا اور سانی دیوی کی تہی لوگ پوجا کرتے ہیں۔ کھٹر تحصیل میں یوڑھا بابا کی پوجا ہوتی ہے۔ علی گڑھ کے پاس پاس شاہ جال کی جن کی پانچوں پیر میں گنتی ہوتی ہے۔ پوجا کی جاتی ہے رامائن کے لکھنے والے مہاکوئی با ایک جی کو یہ لوگ اپنا دیوتا ماننے میں۔ کیونکہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ رامائن لکھنے سے پیشتر بالیک جی شکاری اور لٹیرے تھے۔

بعض لوگ اپنے گھر کے ایک کمرے میں ”میکھا سُر“ کی صورت رکھتے ہیں جہاں عورتیں پوجا کے لیے اکٹھا ہو سکتی ہیں۔ کنواری لڑکیاں باہراؤ، کی رسم سے شادی کی ہوئی عورتیں پوجا علیحدہ رکھی جاتی ہیں۔ بیاں میکھا سُر کی پوجا گھروالے ہی کرتے ہیں اور جھینٹ چڑھاتے ہیں ”میاں سادیو“ اور ”جکھیا“ کی جھینٹ چڑھانے کے لئے جو بکرا لایا جاتا ہے۔ اسے عموماً کان کاٹ کر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان کے تہوار دوسرے ہندوؤں کی طرح میں سیکٹ کی پوجا ہوتی ہے جس میں بھات کی ایک مورست بنائی جاتی ہے اور اس کی گردن کاٹی جاتی ہے۔ پیپل کے درخت یا آنوے کے درخت کی پوجا کی جاتی ہے۔ ناگ چنچل کے روز سانب کی پوجا ہوتی ہے اور اسے دودھ پلایا جاتا ہے۔ سیتا کی رسوئی کا گودنا گداتے ہیں۔ گائے کی قسم کھاتے ہیں۔ پیپل کے پیڑ کے نیچے پیپل کا پتہا تھ میں لے کر گنگا کی قسم کھاتے ہیں جسے بہت سخت قسم سمجھتے ہیں۔ دوسری باہری ذات دالوں کے ساتھ یہ لوگ کھانے

پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ لیکن ایسے بڑھئی جاٹ اور کماروں کے ہاتھ کی بتائی ہوئی روٹی کھاتے ہیں۔ نائی کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا یہ یہ لوگ کھاتے ہیں لیکن نائی ان کا بنایا ہوا نہیں کھاتا ہے۔ جرم کرنے کے ڈھنگ۔ سہروں کی طرح یہ لوگ بھی پٹل و ٹولیاں بناتے ہیں۔ شہزاد اور گوند جمع کرتے ہیں اور شہر میں بیچتے ہیں۔ چوری۔ راہزنی اور نقب زنی کرنا ان کا عام پیشہ ہے۔ صوبہ بھر میں ایسے سب سے زیادہ ہمت دار اور سنگین جرائم کرنے والوں میں ہیں۔ کرٹل ولیم نے ایسٹریل کا ایک گردہ گرانڈ ٹرنک روڈ پر راہزنی کرتے ہوئے پکڑا تھا۔ ان لوگوں نے حسب ذیل بیان دیا تھا۔

”ہمارے بچوں کو کچھ سکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چھوٹی عمر سے ہی وہ چوری کرنا سیکھ جاتے ہیں۔ آٹھ نو سال کی عمر میں ہی وہ کھیتی میں سے چوری کرنا شروع کر دیتے ہیں پھر گھروں سے برتن چانا سیکھتے ہیں۔ ۱۵-۱۶ سال کی عمر تک یہ لوگ اس کام میں ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر گروہ کے ساتھ باہر جرم کرنے کے لئے جانے لگے تیار ہو جاتے ہیں۔“

ان کے گروہ میں دس بیس آدمی ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی دو گروہ مل کر کام کرتے ہیں۔ ایک راہزنی میں چالیس آدمی تک ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اپنی عقلندی۔ ہمت اور ہوشیاری کے لحاظ سے چنا جاتا ہے۔ ہوشیار

جمہدار کو ساتھیوں کی کمی نہیں رہتی۔ جمہدار آدمیوں کو اکٹھا کرنا ہے۔ بنیہ سے روپیہ ادھار لیتا ہے جو راستے کے خرچ کے لئے کام آتا ہے۔ بنیہ کا روپیہ مع شود کے واپس کر دیا جاتا ہے۔ گانوں سے گروہ ایک ساتھ روانہ ہوتا ہے لیکن دہتین آدمیوں کی بھڑی ساتھ جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے کو کاچھی یا بٹھا کرتا ہے ہیں اور کاسخی کا یا ترمی بتاتے ہیں۔ اہیر دیوں کا نام بدنام ہے اس لئے ان کو اپنی ذات چھپانا پڑتی ہے۔ سر اے میں عام طور پر یہ لوگ نہیں بھڑتے ہیں سڑک سے ۱۰۰ یا دو سو قدم کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالتے ہیں تاکہ وہاں سے سڑک پر آنے جانے والوں اور گاڑیوں پر نظر رکھ سکیں۔ یہ عام طور پر اپنے ساتھ لاکھٹیاں رکھتے ہیں۔ ایک دو ساتھیوں کے پاس تلوار بھی ہوتی ہے جن گاڑیوں کو لوٹنے کا ارادہ کیا جاتا ہو۔ گروہ کے کچھ لوگ اس کا پیچھا کرتے ہیں ہوشیار آدمی گاڑی کے آگے بھیجا جاتا ہے جو لوٹنے کی جگہ تجویز کرتا ہے یہ لوگ پہلے گاڑیوں پر اینٹے پتھر پھینکتے ہیں جس سے گاڑی کے گھبراہٹوں کو بھاگنا پڑتا ہے اگر وہ نہیں بھاگتے تو ان کو لاکھٹیوں سے مار تے گھیر لیتے ہیں۔ اگر وہ مقابلہ کرتے ہیں تو ان کو لاکھٹیوں سے مارتے ہیں۔ لیکن شاید ہی کوئی ان کا مقابلہ کرتا ہو۔ اگر کوئی آدمی پکڑ جاتا ہے تو اس کو چھڑانے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ پولیس تک ان کی پہنچ آسانی سے ہو جاتی ہے۔ اگر ان کے گروہ کے آدمی ایک دوسرے سے علیحدہ چھوٹ جاتے ہیں تو سب کی بولی بول کر ایک دوسرے کو بتا دیتے ہیں۔ لیکن ان کی اپنی کوئی خاص زبان یا بول

چال نہیں ہوتی ہے۔ یہ لوگ نیک شگون بچارتے ہیں۔ اگر حمل کیلئے جاتے وقت راستے میں ہرن یا سارس واہنے ہاتھ کی طرف۔ سیار۔ گدھا۔ سفید چڑیاں یا میں ہاتھ کی طرف ملتی ہیں تو اچھا شگون سمجھتے ہیں۔ بد شگون ملنے پر فرملتی کر دیتے ہیں۔ لوستے وقت اگر ہرن اور سارس واہنے جانب اور سیار یا گدھا بائیں طرف ملیں تو بہت ہی نیک شگون مانتے ہیں۔ بہادر جمہدار بد شگون کی پرواہ نہیں کرتے اڑھتوں کے ذریعہ چوری کا مال بچتے ہیں۔ خریدنے والا چوری کا مال جاننے ہوئے کم دام لگاتا ہے۔ ان کے زمینداروں کو بھی معلوم رہتا ہے کہ یہ لوگ چوری بد معاشی کرتے ہیں۔ اکثر وہ بھی چوری کے مال میں پہل حصہ لیتے ہیں۔ کبھی کبھی کپڑے لے لیتے ہیں۔ دن کے وقت چوری کا مال کسی اندھے کنویں میں پوشیدہ رکھا جاتا ہے اور یہ لوگ خود کھیتوں میں چھپ جاتے ہیں۔ دو تین آدمی گانوں میں جا کر کھا دالے آتے ہیں۔ دوسرے بد معاشوں سے بھی ان کا میل جول ہو جاتا ہے۔ مٹرک پر جانے والے مسافروں کے بارے میں ایک دن سر سے اطلاع لے لیتے ہیں۔ یہ لوگ چوری اور اٹھانی گیری بھی کرتے ہیں۔ لیکن راہزنی خاص طور پر کرتے ہیں۔ چوری تو ان کا خاندانی پیشہ ہے۔ لیکن ۱۸۳۳ء سے پیشتر یہ لوگ راہزنی نہیں کرتے تھے۔ گلو اور سکوا بھلیوں نے سب سے پہلے راہزنی شروع کی تھی۔ یہ دونوں نامی

بہلے تھے۔ اور ضلع ایٹھ کے گانوں مرزاپور کے رہنے والے تھے۔
 مرزاپور کے ایسٹرنے اور بہلے بہت جلد مشہور ہو گئے۔ یہ لوگ چوری اور
 راہزنی میں بہت ہی ہوشیار ہوتے ہیں۔ ایسٹریوں نے اب ریلوں پر
 چوری کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کی ہونچ پنجاب۔ بنگال۔ بمبئی اور وسطی
 ہند تک ہونے لگی ہے۔ ضلع ایٹھ میں اس ذات والوں کو جرائم پیشہ
 مشہر کر دیا گیا ہے۔

میواتی

یہ ایک مسلمان قوم ہے جو علی گڑھ اور بلند شہر کے اضلاع میں رہتی
 ہے یہ لوٹ مار کرتی ہے۔ یہ لوگ آلو اور بھرت پور کی ریاستوں کے
 رہنے والے ہیں یہ لوگ بہت فسادی اور لڑنے والے ہوتے ہیں۔
 ان ہی وجوہ سے تواریخ میں ان کا ذکر آیا ہے۔ علی گڑھ۔ مظفر۔
 بلند شہر کے اضلاع میں گھوسی ذات کو جرائم پیشہ مشہر کر دیا گیا ہے۔ یہ
 لوگ جانوروں کی چوری کرتے ہیں۔ گھوسی ہندو اور مسلمان دونوں ہی
 ہوتے ہیں لیکن صرف ہندو گھوسیوں ہی کو جرائم پیشہ مشہر کیا گیا ہے۔

ڈوم

خیال یہ ہے کہ ڈوم ہندوستان کے قدیمی باشندے ہیں۔ ہمالیہ
 کی ترائی میں دریائے روہنی اور باگمتی کے درمیانی علاقہ میں یہ لوگ زیادہ تر

آباد ہیں۔ اس علاقہ میں ڈوم پورہ۔ ڈومہی۔ ڈومسن گڑھ وغیرہ قصبے ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ممکن ہے زمانہ قدیم میں آدموں کی کوئی ریاست رہی ہو۔ دوسری طرف یہ بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ جب اگر یہ قوم ہندوستان میں آئی تو انھوں نے ڈوموں کو اپنا غلام بنایا اور ان کو انہی قصابات میں آباد ہونے پر مجبور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان قصابات کے نام کے ساتھ ڈوموں کا نام وابستہ ہے ڈوموں کی شکل و شیاہت اور چہرے کی بناوٹ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہندوستان کے قدیم باشندے ہیں۔ ان کا قد چھوٹا اور رنگ گہرا کالا ہوتا ہے۔ چہرہ کی بناوٹ اچھٹی ہوتی ہے۔ ڈوم کی آنکھ کی بناوٹ ایک عجیب مخصوص قسم کی ہوتی ہے۔ لیکن اس سے یہ ٹھیک نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی نسل زمانہ قدیم سے بالکل غیر مخلوط چلی آرہی ہے اور ان کی بناوٹ میں اس وقت سے ایک کوئی تبدیلی نہیں واقع ہوئی ہے۔ ڈوم اب بھی اپنی ذات میں دوسری ذات والوں کو شامل کر لیتے ہیں۔ جو لوگ اپنی ذات سے باہر نکال دیکے جاتے ہیں وہ ڈوموں میں جاتے ہیں اور ڈوم لوگ انھیں غصہ سے اپنے میں شامل کر لیتے ہیں۔ ڈوم عورتیں اس کام میں پیش پیش رہتی ہیں ان کی عورتوں کا چال چلن عموماً اچھا نہیں ہوتا اور دوسری ذات کے مردوں سے بے آسانی تعلق پیدا کر لیتی ہیں۔ انہی دو وجہوں سے ڈوموں کی قدیمی خصوصیات میں رد و بدل ہو گیا ہے۔ اب یہ ایک مخلوط نسل ہو گئی ہے

ان کے چہرے کی ہنسات اور روپ رنگ میں بھی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ دونوں میں تین خاص فرقے ہوتے ہیں۔

(۱) گہیا۔ (۲) بانس پھوڑ۔ (۳) دھرکار۔ سویت نام کے ایک ڈوم کو یہ اپنا بزرگ مانتے ہیں۔ سویت کے دو بیویاں بھیں۔ ایک بیوی کا لٹکا ڈلیا بنانے کا کام کرتا تھا وہ اور اس کی اولاد بانس پھوڑ کے نام سے مشہور ہوئی دوسری بیوی کا لٹکا اپنی ماں کے ساتھ گدھ دیش یعنی صوبہ ہمار کو چلا گیا اس وجہ سے وہ اور اس کی نسل ”گدھا“ کہلانے لگی۔ جواب کثرت استعمال سے ”گہیا“ ہو گئی۔ ”دھرکار“ ذات بانس پھوڑ ہی کا ایک ضمنی فرقہ ہے۔ گوکھپور ضلع کے بانس پھوڑ اپنے کو ”گھر بھر“ (بیسے ہوئے) ڈوم کہتے ہیں۔ دھرکار رستی ٹٹیکام کام کرتے ہیں اور یہ جرایم پیشہ نہیں ہوتے گھیا ڈوم ایک آوارہ گرد ڈوم ہے اور جرم کرتی ہے۔ بانس پھوڑ اور دھرکاروں نے آوارہ گردی ترک کر دی ہے۔ یہ شہروں اور قصبوں میں مہتروں کا کام کرتے ہیں یا ڈلیا بناتے ہیں۔ قصبوں کے باہر چھوٹی چھوٹی گندی جھونپڑیوں میں بسے ہیں۔ ان لوگوں اپنی سماجی حالت کچھ نبھال لی ہے اور دوسری ہرچن ذاتوں کی طرح یہ لوگ بھی سماج کے ایک ضروری کام کرنے والے جز سمجھے جاتے ہیں۔ گھتیا ڈوموں نے اپنی سماجی حالت درست کرنے کی بالکل کوشش نہیں کی بلکہ چوری اور آوارہ گردی میں جو شہرت حاصل کی ہے اسی پر ناز کرتے ہیں۔ کمایوں کشتری میں یہ آباد ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو میر سوا۔ تلی ذات یا

باہری ذات کہتے ہیں۔ ان لوگوں کا پوربی علاقوں کے ڈوموں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کو اتنا بچ باگرا ہوا بھی نہیں سمجھا جاتا ہے ان میں بھی چھوٹی چھوٹی ذاتیں پیدا ہو گئی ہیں۔“

(۱) بھولی جو سورا اور مرغیاں پالتے ہیں (۲) تیتا قفل اور پیل کے بن بناتے ہیں۔ (۳) لوہار یہ لوگ لوہاری کرتے ہیں۔ (۴) اور پھر یہ لوگ بڑھئی کا کام کرتے ہیں۔ (۵) چھولی۔ یہ لوگ گانے بجانے کا کام کرتے ہیں۔ یہ تمام ذاتیں جرائم پیشہ نہیں ہیں۔ یہ آباد ہو گئی ہیں اور کھیتی باڑی میں لگی ہوئی ہیں۔

دوم اپنی شروعات کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کے چڑکھوں میں سے کسی نے گائے مار ڈالی تھی جس کی وجہ سے ایشور نے ان پر یہ عذاب نازل کیا کہ انکی اولاد ہمیشہ بھیک مانگے گی اور جاندار چیزوں کو مار لگی پنجاب میں ایک روایت مشہور ہے کہ ڈوموں کے یہاں انجیل دت نام کے ایک برہمن تھے۔ یہ اپنے خاندان میں سب سے چھوٹے تھے ان کے بڑے بھائیوں نے انکو گھر سے باہر نکال دیا تھا۔ ایک مرتبہ گائے کا بچہ مار گیا۔ بھائیوں نے مل دت سے اس کو اٹھانے اور دفن کرنے کو کہا۔ ایسا کرنے پر پھر اُسے ذات سے باہر نکال دیا گیا۔ اس وقت سے اُسے جانوروں کی کھانا کھال کر اور انھیں دفن کرنے کا کام کر کے اپنی گزراوقات کرنا پڑی۔ تیسری روایت یہ ہے کہ بین خاندان کا ایک راجہ تھا جس سے برہمن لوگ ناراض ہو گئے

کھٹے کیونکہ وہ برہمنوں کو نہیں مانتا تھا۔ برہمنوں نے اُسے کش گھاس سے مار ڈالا۔ اُس کے مرنے کے بعد اس کے راج میں فسادات ہونے لگے۔ پتہ چلا کہ راجہ کے نہ ہونے سے لوٹ مار چمک گئی ہے کیونکہ بین کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ برہمنوں نے اس کی جائگہ ملی اور اُس سے جلی ہوئی لکڑی کی طرح ایک سیاہ اور چمپی شکل کا پستہ خدا انسان پیدا ہو گیا۔ برہمنوں نے اُسے بیٹھنے کے لئے کہا اور اس وجہ سے وہ نشا و کشا یا۔ ڈوم اسی نشاد کی نسل سے ہیں۔

سماجک ریت و رواج۔ گھٹیا ڈوم اپنا سلسلہ گدھ سے بتاتے ہیں لیکن ضلع مرزا پور میں جو گھٹیا ڈوم آباد ہیں ان کو گدھ سے اپنے تعلق ہونے کے سلسلہ میں کچھ بھی معلوات نہیں ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ ان کا تعلق گھ یا مارگ سے ہے کیونکہ یہ ہمیشہ چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ یہ ایک آوارہ گرد قوم ہے ان کے پاس بچپانے کے لئے چٹائی تک بھی نہیں ہوتی ہے۔ صرف تپتے ہوئے ہیں۔ ہا بوڑھ اورانیوں سے بھی یہ لوگ زیادہ کچھڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ جنگلوں میں جاتے ہیں لیکن ان کو خکار کرنا اور جانوروں کا پکڑنا نہیں آتا۔ یہ لوگ نقب زنی اور چوری کرتے ہیں۔ انکی عورتیں بد چلن ہوتی ہیں اور رنڈی کا پیشہ کرتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں یہ لوگ میدان میں سوتے ہیں اور برسات یا جاڑے کے زمانہ میں ادھر ادھر جہاں کہیں جگہ ملتی ہے پڑ رہتے ہیں۔ نقب زنی میں یہ لوگ «ساڑا»

ہیں استعمال کرتے۔ یہ لوگ ایک خاص ہتھیار رکھتے ہیں جس کا نام بانگا ہے۔ اس کا پھل ٹیڑھا ہوتا ہے اور جس سے یہ لوگ بانس چیرتے ہیں۔ فلب زنی کے لئے یہ لوگ مکان کے دروازوں کے پاس دیواریں سو رانج کر لیتے ہیں۔ اور پھر ہاتھ ڈال کر کڑی کھول لیتے ہیں۔ جاڑے میں یہ لوگ اپنے ساتھ انگلیٹھیاں رکھتے ہیں جس کو تاپنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اپنی گرفتاری کے وقت انگلیٹھی تاک کر اپنے پکڑنے والوں کے اوپر پھینکتے ہیں جس سے وہ زخمی ہو جاتے ہیں۔

گھنیا ڈوم کے سدھارنے کے لئے بہت سی تجویزیں ہیں۔ ڈی آر۔ رابرٹس صاحب نے پولیس کمیشن کے لئے ایک بیان تیار کیا تھا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ گھنیا ڈوموں کو سدھارنے کے تمام طریقوں پر غور و خاص کیا گیا۔ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۷ء میں ڈوموں پر جرائم پیشہ اقوام کا قانون عاید کرنے کی تجویز پر غور کیا گیا تھا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا سدھار کرنا ناممکن ہے کیونکہ کسی بھی طریقہ پر ایمان داری کے ساتھ یہ اپنی گزراؤں کو قائم نہیں کر سکتے ہیں اسی وجہ سے جرائم پیشہ اقوام کا قانون ان پر نہیں عاید کیا گیا۔ یہی طے پایا کہ ان کی سخت نگرانی کی جائے اور جرم ثابت ہونے پر ان کو سخت سزائیں دی جائیں۔

۱۹۸۷ء میں سٹرک نیڈی ضلع گورکھپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھے انھوں نے بھی ڈوموں کو سدھارنے کی بہت کوشش کی کچھ ڈوموں کو اکٹھا کر کے

مستروں کے کام پر لگایا گیا۔ اینٹ کے بھٹوں پر ان کو کام دیا گیا۔ مٹروں کی دست کے کام پر لگایا گیا۔ کچھ ڈوموں کو گانوں اور قصبوں میں بایا گیا ان کو کھیتی کے لئے زمینیں دی گئیں۔ ۱۵۰۰ روپیہ سالانہ ان کے سدھار پر خرچہ منظور کیا گیا۔ کوکس صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس تجویز پر اب بھی عمل کیا جا رہا تھا۔ کچھ ڈوم مستروں کے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ ان کو کوئی ہنر یا دستکاری نہیں آتی۔ بیاں تک کہ اینٹ پاتھنا بھی نہیں سیکھ پائے۔ یہ لوگ جب تک ان پر کڑی نگرانی نہ کی جائے کوئی کام نہیں کرتے۔ یہ لوگ اپنے آپ کھیت بھی نہیں جوتے جب تک کہ ان پر کوئی آدمی نگرانی کے لئے تعینات نہ ہو۔ ان سب کارروائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈوم پہلے کے مقابل میں کچھ سدھ گئے ہیں۔ کھیتوں اور جنگلوں میں پڑے رہنے کے بجائے اب گانوں میں بس گئے ہیں۔ جن کو وہ اپنا گاؤں کہتے ہیں۔ بیشتر زمانے کے ڈوم کہتے تھے کہ وہ چھت کے نیچے نہیں سو سکتے کیونکہ بھوت پریت ان کو تاتے ہیں۔ لیکن فی زمانہ ڈوم اب گھر بنا کر رہتے ہیں اور چھتوں میں سے پانی ٹپکنے کی شکایت کرنے لگے ہیں۔

ڈوم ذات کے لوگ دھویوں سے نفرت کرتے ہیں۔ روایت یہ ہے کہ کسی زمانے میں ڈوموں کے آباؤ اجداد میں سے کوئی شخص ایک دھوبی کے مکان پر بٹھرا۔ خوب نشہ پی چکا تو اس کو دھوبی نے گدھے کی لید کھادی اس وقت سے ڈوموں نے دھوبی اور گدھے کا چھونا بند کر دیا۔ مٹگریڈی

نے گھیا ڈوموں کے بارے میں لکھا ہے کہ ڈوموں کی ایک نچایت ہے۔ ذاتی جھگڑوں کا فیصلہ نچایت کرتی ہے۔ نچایت ایک شخص کو قصور وار پانے پر بارہ سال کے لئے باوردی سے باہر نکال سکتی ہے۔ اس عرصہ میں ایسے شخص سے کوئی تعلق نہیں رکھا جاتا ہے۔ جو انہ لوہ تمام باوردی کو بھوج یا دعوت دیکر وہ دوبارہ باوردی میں شامل ہو سکتا ہے۔ ڈوم ذات کی دلکی کو جگانا یا دوسری ذات کی عورت کو لے آنا بھی ذات کے خلاف تصور سمجھا جاتا ہے۔ جکا فیصلہ نچایت کرتی ہے۔ کسی آدمی یا گائے کو مار ڈالنے پر بہت سخت سزا دی جاتی ہے۔ دوسری ذات کے آدمیوں کو ڈوم اپنی ذات میں ملا لیتے ہیں۔ دونوں چاروں ایک مسلمان ایک اہیر ایک تیلی جو ڈوم بن گئے تھے جیل میں سزا کاٹ رہے تھے۔ یہ لوگ بھیک مانگنے والے ڈوموں کے ایک گروہ میں شامل ہو گئے تھے۔ نچایت کے سامنے انکے یا یہی معاملات پیش ہوتے ہیں۔ نچایت انکو طے کرتی ہے۔ بھیک مانگنے والے آدمی دہلیز میں دیئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی ڈوم اپنے حلقہ کے باہر چوری کرے یا بھیک مانگے تو اس کو باوردی سے خارج کیا جاسکتا ہے۔ اور حلقہ کا ڈوم غیر حلقہ کے ڈوم کو چوری کے الزام میں پولیس کے حوالے کر سکتا ہے۔

جرم کرنے کے ڈوموں کا ڈوم ذات والوں کے پاس کوئی اپنا پیشہ نہیں ہے۔ گھیا ڈوم زیادہ تر آوارہ گرد ہوتے ہیں۔ اکثر وہ ہتھروں کا کام کرتے ہیں۔ بنارس میں شمشان گھاٹ پر نوکری کرتے ہیں۔ ۱۸۸۷ء میں گورکھ پور کے ضلع محسٹریسٹر کینیڈی نے لکھا تھا کہ ڈوم بچہ کی ارہر کے کھیت میں پیدا لیں ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے اُسے چوری کرنا سکھایا جاتا ہے۔ شروع ہی سے وہ آوارہ گرد اور سماجی زندگی سے دور رہتا ہے۔ اس کے پاس کھانے اور رہنے کا کوئی انتظام

نہیں ہوتا۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگا بھاگا رہتا ہے پولیس اس کے پیچھے پڑی رہتی ہے۔ گانڈوں والے اسے گانڈوں سے کھڑپڑتے رہتے ہیں۔ راہزنی اور نقب زنی کرنا اُس کا پیشہ ہے خوب نشہ پینے کا عادی ہوتا ہے۔ ساج کے اس برتاؤ نے اس کو اور زیادہ گہرے گڈھے میں گرا دیا ہے۔ مسٹر انس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ تیس سال سے دوپوں کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ساج انھیں اپنے سے بہت دُکھیتی ہو۔ لوگ ڈوم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس سے پرہیز کرتے ہیں چوری اور نقب زنی کرنا ہی ان کا پیشہ ہے۔ اس سے زیادہ سنگین جرم وہ نہیں کرتے۔ سوتے ہوئے بچوں اور عورتوں کے جسم سے زیور اتار لیتے ہیں اور شور و غل مچنے پر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ جیل کا انھیں کوئی ڈر نہیں ہوتا صرف کوڑوں کی مار سے بہت ڈرتے ہیں ڈوم عورتیں بد چلن ہوتی ہیں۔ اکثر لوگوں کے لیے جاسوسی کا کام کرتی ہیں۔ چوری کا مال میچنے میں بہت ہوشیار ہوتی ہیں کیوں کہ ان کی عقل بہت تیز ہوتی ہے۔ سرائیڈور ڈھنری نے جو ایک زمانے میں ضلع چیمارن کے کلکٹر تھے اور بعد میں لندن کے پولیس کسٹرو ہو گئے تھے۔ ڈوموں کو کھیتی باڑی سکھانے اور ان کو آباد کرنے کی ایک اسکیم بنائی تھی ضلع گورکھ پور میں ڈوموں کی ایک بستی آباد کی گئی اور انکو کھیتی کے لئے آراہنی دی گئی لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ آراضی بلا جتنی ہی رہ گئی اور مکانات ٹوٹ پھوٹ گئے۔

ہانس صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ڈرم بنگال میں بھی جراثیم
 کرتے تھے وہ صرف چوری اور نقب زنی ہی نہیں کرتے بلکہ راہزنی اور
 ڈکیتی بھی کرتے ہیں۔ سٹر بریبلے نے ۱۹۰۷ء میں ایک انٹرویو وائس
 رپورٹ میں ڈوموں کے جرم کرنے کا اچھا حال لکھا ہے۔ برادروں اور بھڑ
 سے ڈوم ملتے جلتے ہیں۔ اپنے صوبہ میں معمولی قسم کے جرم کرتے ہیں لیکن
 دوسرے صوبوں میں جا کر سنگین جرائم کرتے ہیں ڈوم عام طور پر پوربہ
 ہندی بولتے ہیں۔ ان کی اپنی بولی بھی ہوتی ہے جس کے چند الفاظ نیچے

درج ہیں۔

لفظ	معنی	لفظ	معنی
اکبر جو	پھینک دو	چوری	روشنی
بانکا	چاقو	بھانڈو	ڈنڈا
کھ برسو	زمین میں گاڑنا	گپتی	چاقو
بھگن رجو	بھاگو	جینا	ڈنڈا
بھینا	کنواں	جولیسو آؤ	جاؤ چوری کرو
چیرو	کتا	جھٹونا	پلنگ
چیلو	آد	کس وت ہے	وہ آ رہے ہیں۔
چیراگر لے	{ چوری کے لئے [مکان میں کودا]	گو بھی	پکا آم
		کھول	چادر

لفظ	معنی	لفظ	معنی
لواسو	لے کر بھاگو	رُتی	ہار
لبٹنا	اینڈھن	سکرار مو	سوتا ہے
منتری	آدمی	ٹکوری	جوان لڑکی
موچ سو	چراؤ	ہڈوانی	چوری کا مال

بھانٹو

یہ جرائم پیشہ خانہ بدوش قوم ہے۔ یہ لوگ کنٹرول ہاؤس اور سیون سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کے ریت رواج بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ کردال اور بیڑیوں سے ان کی شادی بیاہ بھی ہوتے ہیں۔ روہیلکھنڈ کے علاقے میں یہ لوگ عام طور پر رہتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں سلطانہ نام کے ایک ڈاکو نے ان لوگوں کا ایک خطرناک گروہ بنا کر بجنور یعنی نال اور مراد آباد کے اضلاع دراپور ریاست میں بے شمار ڈاکے ڈالے۔ ان کے جرائم سے اس علاقہ میں خوف اور بے چینی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ سٹرنگ کی سرکردگی میں ایک پولیس تعینات کی گئی تھی۔ اس نے سلطانہ ڈاکو اور اس کے ساتھیوں کو بڑی محنت اور دقت کے بعد گرفتار کیا۔ اگرچہ جیل میں سلطانہ کو بھانسی

کی سزا دی گئی اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو جزا اور اٹمان بھیج دیا گیا۔ بھانتو ذات کے باقی لوگوں کو فضل پور۔ آریہ نگر اور کانٹھ کے سیٹلمنٹوں میں بند کر دیا گیا۔ بھانتو سلطانہ ڈاکو کو اتار مانتے ہیں اور اس کی پوجا کرنے لگے ہیں۔ سلطانہ ڈاکو پر بہت سی کتاہیں تصنیف ہو گئی ہیں اور اس کے تعلق بہت سی کہانیاں عام لوگوں کی زبان پر ہے۔

مسہار

مسہار ایک جنگلی در اور قوم ہے جو صوبہ کے پوربی علاقہ میں رہتی ہے۔ لفظ مسہار بڑا پرانا ہے جس کے معنی ہیں چوہا کھانے والی ذات۔ مسٹر نیفلڈ کا کہنا ہے کہ یہ اوپر کا بیان ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ صرف ”مسہار“ ہی چوہا کھانے والی ذات نہیں ہے بلکہ دوسری اور ذاتیں بھی چوہا کھاتی ہیں۔ نیفلڈ صاحب کہتے ہیں کہ ”مسہار“ لفظ دو لفظوں ”اس“ + ”سیر“ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ”گوشت کی تلاش کرنے والا“۔ مگر کہیں صاحب کا کہنا ہے کہ یہ دونوں بیان غلط ہیں۔ مسہار کوئی ہندی لفظ نہیں ہے ”مسہار“ کو بن مانس بھی کہا جاتا ہے۔ اس ذات کی شروعات اور پیدائش کے تعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔ ایک روایت یوں ہے کہ ایک مرتبہ شیوجی پاروتی جی کے ساتھ ایک جنگل میں بھیس بدل کر گھوم رہے تھے۔ ان کی نظر ایک کنواہی لڑکی پر پڑی

جس سے وہ حاملہ ہو گئی اور اس کے دو جڑواں بچے۔ ایک لڑکا
 وایک لڑکی پیدا ہوئے۔ اس لڑکے و لڑکی کی نسل سے مہار ہیں۔
 بعض مہار کہتے ہیں کہ ان کا تعلق امیروں سے ہے لیکن یہ صحیح نہیں
 ہے کیوں کہ ہمیشہ امیروں اور مہاروں میں لاگ ڈانٹ چلی آتی ہے
 سٹرنیفیلڈ صاحب نے کہا ہے کہ ”مہارہ کی تین ذاتیں ہوتی ہیں۔
 جہاں میں آپس میں روٹی اور بیٹی کا تعلق نہیں ہو سکتا ہے۔ ان ذاتوں کے
 نام یہ ہیں :-

- (۱) جگلی یا پھاڑی مہار :- جو جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے ہیں
 اور پُرانی زبان بولتے ہیں اور پرانے ریت رواج کو مانتے ہیں۔
 یہ گانوں میں بے ہوئے مہاروں کو گری ہوئی نظر سے دیکھتے ہیں۔
- (۲) دیہاتی مہار :- یہ لوگ زیادہ تر ہندو دھرم کے ہیں۔
- (۳) ڈھول کھڑا :- یہ لوگ پانچویں اکھٹاتے ہیں اور اس وجہ سے
 نیچ سمجھے جاتے ہیں۔

ضلع مرزا پور میں مہاروں کی حسب ذیل ذاتیں موجود ہیں :-

- (۱) کھدیب :- یہ لوگ کھادا اٹھاتے ہیں۔
- (۲) بھیڑیہ :- یہ لوگ بھیڑ پالتے ہیں۔
- (۳) کھکھار :- یہ لوگ گھاس کاٹتے ہیں۔
- (۴) سچ بندیا :- یہ لوگ کوچی بناتے ہیں۔

(۵) رکھو :- یہ لوگ جاڑے کے موسم میں اپنے جسم پر رکھ کر رہتے ہیں۔

سماجک ریت و رواج :- سہروں میں بھی ذات نچایت ہوتی ہیں۔ نچایتیں جھگڑوں کا فیصلہ کرتی ہیں۔ شادی بیاہ دھوم دھام سے کرتے ہیں۔ عورت کو گھر بٹھانے کی رسم کو بہت بُرا سمجھتے ہیں۔ طلاق کی اجازت ہے لیکن اس کو اچھا نہیں سمجھتے۔ طلاق شدہ عورتوں کا بیاہ دشواری سے ہوتا ہے۔ بیوہ عورتیں دوبارہ شادی کر سکتی ہیں۔ بد چلتی کو بہت بری نظر سے دیکھتے ہیں اور مرد و عورت دونوں ہی کو نچایت کے سامنے جہان ادا کرنا پڑتا ہے مردے کو عام طور پر جلاتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی دفن بھی کرتے ہیں یا جنگل میں چھوڑ کر چلے آتے ہیں۔ مرے ہوئے بزرگوں کا شرادھ کرتے ہیں۔ موت اور بیماری کو بھوت پریت کا اثر خیال کرتے ہیں۔ پیسے کے درخت کے نیچے شراب چڑھاتے ہیں اور سور کی قربانی کر کے بھوت پریت کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ”بناسپتی“ ان کے ذات کے دیوتا ہیں۔ لیکن یہ لوگ ہنومان جی اور گھنشیام کی بھی پوجا کرتے ہیں۔

مشر لوگ شگون اور بد شگون کا بہت خیال کرتے ہیں۔ جمبوئے یا شکرہ کا دہن اور پانچ کی گنتی نیک شگون سمجھتے ہیں۔ راستے میں لومڑی کا ملنا

اچھا اور سیاہ کالا بنا برآ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ باگمہ اور بناسپتی کی قسم کھاتے ہیں۔ یہ لوگ پانی کے اندر غوطہ لگانے کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جو پانی کے اندر سے پہلے نکلتا ہے وہ ہار مانتا ہے۔ ان کی عورتیں اپنی کھائی۔ گال۔ اور ناک پر گودنا گدواتی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو عورت گودنا نہیں گدواتی اس کو مرنے کے بعد الیشور کے وہاں عذاب جھگٹنا پڑتا ہے گاؤں میں یہ بے ہوش ہر گھٹے کا گوشت نہیں کھاتے۔ مسہر ذات میں چھوٹے بھائی کی بیوی۔ بڑی سربج اور سدھن کو چھونے سے پرہیز کرتے ہیں۔ پاڑی مسہر گائے اور بھینس کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس غرض سے وہ اکثر گائے کی چوری کرتے ہیں۔ یہ لوگ صرف ننگوٹی باندھ کر رہتے ہیں مسٹر نیسیلڈ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ لوگ پیڑوں کی جھال سے اپنا تن ڈھانکتے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے۔

مسہر ذات اکثر جرایم پیشہ ذات نہیں ہوتی یہ سٹریٹنگ اور سٹریٹنگس کی کتابوں میں ان کے جرایم پیشہ ہونے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے محنت مزدوری کر کے کسی نہ کسی طرح یہ اپنی گذر اوقات کرتے ہیں کچھ لوگ ڈولی اور پائکی اٹھانے کے کام پر رئیسوں کے یہاں ملازمت کر لیتے ہیں۔ کچھ لوگ جھنگلوں سے شہد۔ گوند۔ جڑی بوٹیاں اکٹھا کرتے ہیں اور شہروں میں بیچتے ہیں۔ ان کی عورتیں پتل۔ دودنے وغیرہ بناتی ہیں۔ اینٹ کے

بھٹوں پر بھی کام کرتی ہیں۔ ضلع غازی پور کے سٹروں کے پاس ہنے کے لئے اپنے مکانات نہیں ہیں۔ یہ لوگ گانوں کے باہر چھوڑا بنا کر رہتے ہیں۔ دیہاتوں کا چکر لگاتے ہیں چوری نقب زنی اور راہزنی کرتے ہیں گزراوقات کے لئے ان کا کوئی مقررہ ذریعہ نہیں ہے۔ یہ غازی پور ملیا۔ اعظم گڑھ۔ بنارس اور شاہ آباد کے ضلعوں میں جرائم کرتے پھرتے ہیں۔ جرم کرنے میں یہ ماہر نہیں ہوتے۔ انکا دکان جو مسافر اکیلے میں مل جاتا ہے اُسے لوٹ لیتے ہیں۔ اگر کوئی مکان قفل بند کرتا ہے تو وہاں نقب زنی کرتے ہیں۔

کرول

شروعات: کرول ایک ادارہ گردوم ہے جو صوبہ متحدہ کے پوربی اضلاع میں رہتی ہے۔ کرول عربی کے لفظ سے نکلا ہے جس کے معنی شکاری کے ہوتے ہیں۔ پرانے زمانے میں بادشاہ کے شکاری کرول کہلاتے تھے۔ کرول انہی شکاری لوگوں کی نسل سے ہیں۔ بادشاہی نوکری چھوٹ جانے کے بعد ان کو اپنی گزراوقات کا ذریعہ ڈھونڈنا پڑا۔ عادت کے موافق یہ لوگ ادھر ادھر گھومنے لگے اور چڑیاں و جانور جنگلوں سے پکڑ کر اپنی گذراوقات کرنے لگے۔ ایک زمانے میں تو یہ لوگ ایک جگہ آباد ہو کر کھیتی باڑی میں لگ گئے تھے۔ لیکن اس کی محنت سے

جلد ادوب گئے اور کھیتی چھوڑ کر جنگلوں میں رہنا پھر شروع کر دیا۔ ان کی
ذات کا نام کردال - کُرڈل - اور کردل پڑ گیا ہے۔ جرایم پیشہ قانون
کی اغراض کے لئے ان کا شمار سانیوں کے ساتھ کر لیا گیا ہے۔

سماجک ریت و رواج - کردل ذات کے ریت و رواج کو تفصیل
کے ساتھ بیان کرنا دشوار ہے۔ یہ لوگ ہالوڑہ - بیڑیہ - اور سانیہ سے
استقدر ہل مل گئے ہیں کہ ان کی اصلیت دریافت کرنا تقریباً ناممکن ہو گیا
ہے۔ دوسری ذاتوں کے ریت و رواج کو ان لوگوں نے اپنا لیا ہے بعض
مقامات کے کردال بہت ہی پرانے خیالات کے ہیں۔ وہ اپنے کو چھتری
بتاتے ہیں۔ ان کی بھی ایک ذات پنچایت ہوتی ہے۔ ان کی ذات میں
بھی بہت سے کئی چھوٹے چھوٹے فرقے ہیں جن میں آپس میں شادی بیاہ
ہوتے ہیں۔ دوسری آوارہ گرد ذاتوں سے انکا کوئی تعلق نہیں ہو۔ صرف جرم کرنے کے
لیے ایک دوسرے سے مل کر لیتے ہیں مغربی ضلعوں میں یہ لوگ اپنے کو کول نسل سے
کہتے ہیں گو کول ان سے اپنا کوئی تعلق نہیں مانتے۔ کردال اپنی شادی
بیاہ بیڑیوں میں بھی کر لیتے ہیں لیکن بیڑیوں کی طرح یہ اپنی عورتوں سے
بد چلنی نہیں کرواتے ہیں۔ اہیڑیہ - بیلہیہ - بھنگی - اور کردال مل کر ایک ایسی
مخلوط قوم بن گئی جو عام طور پر کردال کہلاتی ہے۔ کردال کی بھی پنچایت
ہوتی ہے جو تمام لوگوں کے جھگڑے طے کرتی ہے۔ شادی بیاہ کی منظوری
دیتی ہے۔ طلاق کا رواج ہے۔ بیوہ عورتیں اور طلاق شدہ عورتیں دوبارہ

شادی کر سکتی ہیں۔ کسی بیوہ سے شادی کرنے کے لئے دو لاکھ کو ۳ روپیہ اور کنواری لڑکی سے شادی کرنے کے لئے ۶۰ روپیہ دینا پڑتا ہے بچپات کو ۲۴ روپیہ اور پہلے شوہر کو ۶۰ روپیہ شادی کا خرچہ دیکر کوئی بھی آدمی دوسرے آدمی کی بیوی کو خرید سکتا ہے۔ شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ اپنے شوہر کے چھوٹے بھائی کے ساتھ شادی کر سکتی ہے۔ عام طور پر لاش کو دفن کرتے ہیں لیکن جیچک سے مرے ہوئے کو خلاتے ہیں۔ یہ لوگ ظہیر سیر کی پوجا کرتے ہیں جن کی قبر کہا جاتا ہے تاج محل کے قریب ہی ہے۔ اس کے علاوہ پانچوں پیر مدار صاحب۔ غازی شاہ اور کالی مائی دنگا کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ لوگ بھیڑ بکری۔ سُور سار چھپکلی۔ مرغی و کبوتر وغیرہ کھاتے ہیں۔ چار بھنگی۔ دھوبی۔ ڈوم۔ جھنگ اور کوری کی جوٹھن جھوڑ کر باقی دوسری ذاتوں کے یہاں کی جوٹھن لے لیتے ہیں۔ پیل کے ورخت کی قسم کھاتے ہیں۔ کتھر اور سانسیوں کی طرح آگ کے امتحان کو مانتے ہیں۔ اگر کسی عورت پر بد چلین ہونے کا شبہ ہو اور وہ اپنا قصور تسلیم نہ کرے تو اس کو آگ کا امتحان دینا پڑتا ہے عورت کے ہاتھ پر پیل کے کچھ پتے رکھ کر گرم لوہے کا ایک ٹکڑا رکھ دیا جاتا ہے اور اس کو پانچ قدم چلنے کو کہا جاتا ہے۔ اگر اس کا ہاتھ نہیں جلتا ہے تو اس کو بے گناہ سمجھتے ہیں۔ پانی کا امتحان بھی یہ لوگ مانتے ہیں۔ جس میں پانی کے اندر قصور وار آدمی کو اپنا سر رکھنا پڑتا ہے

جب تک کہ دوسرا آدمی دوسو قدم نہ ڈورے۔ اگر اس کے پہلے ہی وہ پانی میں سے اپنا سر باہر نکال لے تو اس کو گناہ گار سمجھتے ہیں۔ ورنہ بے گناہ۔

جرم کرنے کے ڈھنگ بہلیوں کی طرح کردال بھی پرانے زمانے میں شکاری تھے۔ لیکن آوارہ گردی کی زندگی میں انھوں نے جرم کرنا سیکھ لیا۔ اب یہ خطرناک جرائم پیشہ قوم سمجھی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض آدمی اس وقت بھی شکار کرتے ہیں اور ایامنداری کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ کچھ کھیتی باڑی اور کچھ مزدوری کرتے ہیں لیکن زیادہ تر یہ آوارہ گرد ہوتے ہیں۔ صوبہ متحدہ اور بنگال کا دورہ کرتے ہیں یہ لوگ گردہ بنا کر چلتے ہیں اور اپنے کو فقیر بتاتے ہیں۔ جرم کرنے کے موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ صوبہ متحدہ میں سب سے پہلے ۱۸۸۹ء میں ان کی طرف حکومت نے توجہ دی تھی جبکہ ان کے گرد وہ بارہ بنکی۔ گونڈہ۔ گورکھ پور۔ سلطان پور اور جون پور میں چکر لگاتے پائے گئے تھے۔ ۱۹۱۷ء میں کردال کے گرد وہیں نے صوبہ متحدہ کے پوربی ضلعوں میں چوری کے علاوہ ڈاکہ ڈالنا اور راہزنی کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔ ان کے خلاف سخت کارروائی کی گئی۔ جن لوگوں پر جرم ثابت نہیں ہو سکا ان کے خلاف دفعہ ۱۱۱ اور ۱۱۲ میں ضمانتیں مانگی گئیں اس کی وجہ سے کردال لوگ صوبہ بنگال کو بھاگ گئے اور

دو سال تک وہاں جرم کرتے رہے۔ ۱۹۷۷ء میں پریشان ہو کر حکومت بنگال نے تمام کروالوں کو ایک ہی دن گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایک ہی دن میں سب کو گرفتار کر لیا۔ پولیس کی جانچ پر تال سے پتہ چلا کہ ان کے پانچ گردہوں نے ۳۴۹ جرم کئے تھے ان پر مقدمہ چلایا گیا اور کافی آدمیوں کو سزائیں دی گئیں۔ مقدمہ کے دوران میں عجیب و غریب باتوں کا انکشاف ہوا۔ جو لوگ اپنے کو کروال بتاتے تھے وہ اصلیت میں بابوڑہ۔ کچھڑ اور سانیہ تھے۔ یہ نایت ہو کہ ان کے گردہوں کی عورتیں جھیک مانگتی تھیں اور اگر جھیک دینے سے انکار کیا جاتا تھا تو وہ گالیاں بکتی تھیں اور گھروں میں سیلا پھینکتی تھیں۔ یہ لوگ بڑی بڑی دور تک پیدل چلے جاتے تھے سیار کی بولی بول کر ایک دوسرے کو اشارہ کرتے تھے۔ ان کا گردہ خاصکر بکریوں کی چوری کرتا تھا۔ حملہ کرنے سے پیشتر یہ آدمیوں پر پتھروں کی بوچھاڑ کرتے تھے اور پھر انھیں درخت میں باندھ دیتے تھے۔ جب ان کروالوں کے انگوٹھوں کے نشانات کی جانچ کی گئی تو یہ پتہ چلا کہ انہیں سے اکثر لوگ سزایافتہ تھے اور پہلی مرتبہ سزا کے وقت اپنی ذات بابوڑہ۔ سانیہ اور نٹ وغیرہ بتاتی تھی۔ اسی وجہ سے یہ ٹھیک نہیں کہا جاسکتا کہ کروال ذات میں سے کس قدر لوگ جرائم پیشہ ہیں۔ ان دنوں صوبہ متحدہ کے کچھ ضلعوں میں بابوڑوں کے خلاف سخت کارروائی کی جا رہی تھی۔ وہ لوگ نیپال کی ترائی کے جنگلوں میں گھس گئے

اور وہاں سے برطانوی علاقہ میں پوربی ضلعوں میں آکر کروالوں کے گردہوں میں شامل ہو گئے۔ مسٹر ہانس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ۱۹۱۷ء تک پندرہ برس کے دوران میں ۸۳۹ کروالوں کو سزائیں دی گئیں۔ اس تعداد میں ایسے بابوڑہ۔ کنجر۔ اورنٹ و سانیہ شامل ہیں جنہوں نے اپنے کو کروال بتایا تھا۔

دوسادھ

شروعات :- دوسادھ صوبہ متحدہ کے پوربی ضلعوں میں بسنے والی ایک ہریجن ذات ہے ان کا رہن سہن بلیوں اور باسیوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ لوگ اپنے کو دھرت راشٹر کے لڑکے دشاشن کی نسل سے بتاتے ہیں۔ کچھ دوسادھ اپنے کو بھیمن سین کی اولاد بتاتے ہیں۔ دوسادھوں میں ایک کماوت مشہور ہے کہ دوسادھ کی شروعات ایک برہمن اور پنج ذات کی ایک عورت کے باہمی تعلقات سے ہوئی ہے۔ دوسادھوں میں بھی اب بہت سی چھوٹی چھوٹی ذاتیں پیدا ہو گئی ہیں مثلاً ڈھانڈھی۔ گوٹڑ۔ کنوجیہ۔ کھٹک۔ کیشیہ وغیرہ جہاں تک پتہ چلتا ہے یہ ذاتیں دوسری ذاتوں کے مخلوط ہو جانے سے پیدا ہو گئی ہیں۔

ساجک ریت رواج :- ان کی ذات بچایت ہوتی ہے جو ذاتی

معاملات پر اپنا فیصلہ دیتی ہے۔ ایک عورت کے ہوتے ہوئے مرد دوسرا بیاہ کر سکتا ہے بشرطیکہ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی ہو۔ لیکن دوسری بیوی کی اولاد کو باپ کی جائیداد پر کوئی حق نہیں ہوتا غیر ذات کی عورت کو بھی بیوی کی طرح رکھا جاسکتا ہے۔ اگر بیوی دوسا دھوں کی اونچی ذات میں سے ہوگی تو اس کی اولاد کو ذات کے پورے حقوق ملتے ہیں۔ بیوہ عورتوں و طلاق دی ہوئی عورتوں کو دوبارہ شادی کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرے کے بچہ کو گود لینے کی بھی رسم رائج ہے۔ لیکن عموماً کسی قریبی رشتہ دار ہی کے بچے کو گود لیتے ہیں۔ مردے کو جلاتے ہیں۔ غیر شادی شدہ و نابالغ بچوں کی لاش کو دفن کرتے ہیں۔ دوسا دھ اپنے کو سنا تن و صرم کا پیرو بتاتے ہیں۔ راہوں کی پوچھا کرتے ہیں۔ یہ ادگ چھٹوا دی اور منکھا دیو کی پوچھا کرتے ہیں۔

پلاسی کی لڑائی میں کلا یو کی فوج میں زیادہ تر دوسا دھ شامل تھے۔ اس ذات کے لوگ اب بیچ کام ہی کرتے ہیں۔ چوکیداری کا کام کرتے ہیں۔ ہل چلاتے ہیں۔ اس ذات نے کوئی ترقی نہیں کی ہے۔ کیونکہ ان میں شراب نوشی کا بہت رواج ہے۔ یہ لوگ کوئی ہنر نہیں جانتے۔ جنگل کی نکڑی کاٹ کر اور جنگل سے دوسری چیزیں اکٹھا کر کے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ضلع بلیمیل ایک ذات ”پل رود ساد“

کے نام سے موجود ہے۔ وہ آوارہ گروہ خانہ بدوش ہے۔ چوری و کیتی بدعاشی اور راہزنی کرنے کے لئے انکا نام شہر ہو چکا ہے۔ ۱۸۹۳ء تک ان کے لیے کہا جاتا تھا کہ یہ بنگال میں ڈاکو زنی کرتے تھے۔ ۱۸۹۷ء میں جب مسٹر ورنر ضلع بلیا کے پولیس سپرنٹنڈنٹ تھے تو انھوں نے پتہ لگایا کہ پل در دو سادھوں کے گروہ ہر سال بنگال میں چوری کرنے اور ڈاکو ڈالنے جاتے ہیں۔ کئی مہینوں کے بعد چوری کا مال لیکر واپس آتے ہیں۔

جرم کرنے کے ڈھنگ :- پل در دو سادھوں کو چوری اور کیتی کرنے سے روکنے کے لئے ۱۸۹۶ء میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس میں بلیا ضلع کے کلکٹر صاحب۔ پولیس سپرنٹنڈنٹ اور محکمہ پولیس کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل شامل تھے۔ ان لوگوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا کہ ”یہ واقعہ ہے کہ ضلع بلیا کے پل در دو سادھ چوری۔ کیتی اور راہزنی کرنے کے لیے اپنا ضلع چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ دکنی بنگال کے ضلعوں میں جا کر جرم کرتے ہیں۔ جال پائی گری اور کوچ بہار تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر جرائم کے لیے آسام اور ریاست نیپال میں بھی ان پر شبہ کیا جاتا ہے یہ لوگ اپنی ذات کے کچھ آدمیوں کو ان ضلعوں میں لے جاتے ہیں جو بعد میں ان سے چوری کا مال لیکر اُسے نیچنے کا انتظام کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی اطلاع دیتے رہتے ہیں

کہ کہاں کہاں پر چوری کرنا مناسب ہوگا۔

سٹرپالس نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ ابھی تک پل دور دو سادھوں کا یہی حال ہے۔ ان کے ہست سے آدمی اپنے گھروں سے غائب ہیں اور جنگال میں چکر لگا رہے ہیں۔ چوری ٹکسی اور تمام طرح کے جرائم کرتے ہیں۔ اگر اکیلے ہوتے ہیں تو چوری اور اٹھائی گیری کرتے ہیں۔ گروہ کے ساتھ ہوتے ہیں تو ڈاکہ زنی اور راہ زنی کرتے ہیں۔ چوری اور لوٹ کا مال لے کر اپنے گھروں کو واپس آتے ہیں اور چند مہینے تشہ وغیرہ پی کر مرے کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

جرائم پیشہ قانون کے ماتحت ان کو جرائم پیشہ مشہر کرنے کی تجویز پر اکثر غور کیا گیا۔ لیکن پھر یہ سوچا گیا کہ یہ لوگ مستقل طور پر آباد ہیں اور اپنی گزراوقات کے لئے معمولی ذرائع ڈھونڈتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ محض اپنے جرائم کو چھپانے کی غرض سے یہ لوگ کوئی پیشہ کر لیتے ہیں جو محض بہانہ ہوتا ہے۔ جرم کرنے میں ان کا کوئی سدھار نہیں ہوا ہے۔

دو سادھوں میں ایک نچایت ہوتی ہے۔ نچایت کا ایک سردار ہوتا ہے جو نچایت کے جلسوں کی صدارت کرتا ہے۔ ذات کا ہر بالغ آدمی نچایت کا ممبر ہوتا ہے۔ نابالغ شخص نچایت میں شامل نہیں ہو سکتا۔ نچایت کے سامنے تمام معاملات جیسے چوری۔ بد چلنی وغیرہ

ذات کے ساتھ کھانے پینے کا مسئلہ۔ لڑکی کی زیادہ عمر تک شادی نہ کرنا یا اس کو سسرال بھیجنے سے انکار کرنا۔ دوسری عورت کو بھگالانا وغیرہ فیصلے کے لئے آتے ہیں۔ پنچایت جس شخص کو قصور دار سمجھتی ہے اس پر ۵ سے ۲۵ روپیہ تک جرمانہ کرتی ہے۔ جرمانہ کے روپیہ سی پنچایت کے لئے شراب منگائی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص پنچایت کا جرمانہ نہیں دے سکتا ہے تو اس پر جوتے پڑتے ہیں۔ پنچایت کا سردار خاندانی ہوتا ہے۔ دوسرا دھ لوگ پانی میں کھڑے ہو کر قسم کھاتے ہیں اپنے لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے ہیں۔ یہ لوگ گائے کے علاوہ جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ شراب نوشی کرتے ہیں۔ برہن۔ لٹش اور چھتری کے ہاتھ کی کبی رسوائی کھاتے ہیں۔ ڈوم دو گرینچ ذاتوں کے ہاتھ کا چھو ا ہوا کھانا نہیں کھاتے

دلیرا

شروعات :- لفظ دلیرا۔ لفظ ڈلیا سے نکلا ہے۔ کیوں کہ دلیرا ذات کا خاص پیشہ ڈلیا بنانا ہے۔ یہ مزدوری کرتے ہیں اور چوری بھی۔ ان کی خاص بستیاں ضلع بریلی میں ہیں کچھ ضلع بلند شہر میں بھی آباد ہیں اس ذات کی شروعات کے متعلق ایک روایت یہ مشہور ہے کہ ایک بار گوجر ٹھاکر کا ایک کمار عورت سے تعلق ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اُسے

فات کے باہر نکال دیا گیا تھا۔ دلیرا اسی گوجر بھٹاکر کی نسل سے ہیں۔
ضلع بریلی کے دلیرا اپنے کو ضلع میرٹھ اور بلند شہر کا قدیمی باشندہ کہتے
ہیں جو محط کے زمانہ میں بریلی آکر بس گئے تھے۔ "دلیرا" کی بہت سی
چھوٹی چھوٹی ذاتیں ہیں۔

جرم کرنے کے ڈھنگ :- دلیرے صرف دن ہی میں چوری
کرتے ہیں رات کو نہیں۔ یہ لوگ میلے تاشے گھاٹ وغیرہ ہی پر چوری
کرتے ہیں۔ یہ کسی یا تری کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کھانا پکانے
کا بہانہ کرتا ہے۔ جب اُس یا تری کا دھیان اُدھر اُدھر ہوتا ہے تو
دلیرا اس کے برتن وغیرہ چالیتا ہے۔ اگر پیتل کا برتن چراتا ہے تو پانی کے
نیچے لیجا کر اُس میں سوراخ کر دیتا ہے تاکہ وہ پہچانا نہ جاسکے کبھی کبھی
یہ لوگ بازار میں جھوٹ موٹ کا مناد پر پا کر دیتے ہیں اور گڑ بڑی
میں دوکان کا سامان اٹھا کر بھاگتے ہیں اچھی پوشاک پہن کر بازار
جاتے ہیں اور چوری کا مال ساتھیوں کو دے دیتے ہیں کبھی کبھی چھتری یا
برہن کا بھیس بدل کر جاتے ہیں۔ اپنے ساتھ چھوٹے بچوں کو بھی لے
جاتے ہیں۔ خود تو دوکاندار کو باتوں میں لگا لیتے ہیں اور لڑکوں سے
چوری کراتے ہیں۔ اگر کہیں لڑکا موقع پر پکڑ لیا جاتا ہے تو فوراً ہی کہہ سن کر
اُسے چھڑا لیتے ہیں۔ پکڑ جانے پر لڑکا کبھی اپنا صحیح نام دیتے نہیں بتاتا ہر
چوری کرنے والے کو دو گنا حصہ ملتا ہے۔ چوری کی رقم شراب شنی وغیرہ

میں صرف کی جاتی ہے۔ اُن کے جرم کرنے کے طریقے سوناہاریوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ دلیرے اکتوبر کے مہینے میں اپنے گھروں سے باہر چوری کرنے کے لئے چلے جاتے ہیں اور مئی کے مہینے میں واپس آتے ہیں۔ یہ لوگ ۸ یا ۱۰ آدمی کا گروہ بنا کر پڑیں جاتے ہیں اپنے اس گروہ کو صحبت کہتے ہیں۔ چوری کا مال تمام ذات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ گروہ کا سردار مقدم اٹھاتا ہے۔ چوری کرنے کے لئے یہ بنگال تک پہنچتے ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں صوبہ متحدہ کی جرایم پیشہ کمیٹی کی رپورٹ میں سٹریٹس نے اس ذات کے بارے میں لکھا ہے۔ دلیر اور نیشنل کمادوں کی ایک چھوٹی ذات ہے جو ضلع بریلی میں آباد ہے۔ ان لوگوں کا خاص وطن موضع گڑگاؤں تھا۔ سردار ضلع بریلی میں ہے۔ ممکن ہے کہ اس ذات کا چین یا برداردوں سے کوئی تعلق یا سلسلہ رہا ہو کیوں کہ ان کے جرم کرنے کا طریقہ اُن سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے ضلع بریلی کے حکام نے ۱۹۰۷ء میں یہ تجویز کیا تھا کہ دلیرا ذات کو جرایم پیشہ ذات مشترک کر دیا جائے لیکن صوبیاتی حکومت نے ان کی اس تجویز کو منظور نہیں کیا۔ ۱۹۰۹ء میں موضع گڑگاؤں میں ایک ہیڈ کانسٹبل اور چار کانسٹبل کی خاص طور پر تعیناتی کی گئی کیوں کہ دلیرے بہت آفت برپا کر رہے تھے۔ اس ذات کے بہت سے آدمی منرا یافتہ ہیں۔ اُس وقت ۸۷ آدمی اپنے گھروں سے فرار تھے۔ اس ذات کے جرایم کو روکنے کے لئے ان کے تمام آدمیوں کی سخت نگرانی کی گئی

سولہ ۶ میں ۸۹ دلیر لوگ اپنے گھروں سے فرار تھے۔ جن میں سے ۷۲ آدمی ۳۶۰ مرتبہ سزا پایا چکے تھے

گوجر

مشروعات۔ صوبہ متحدہ کے کچھی اضلاع میں گوجر کافی تعداد میں آباد ہیں۔ کھیتی باڑی کرنا اور مویشی پالنا ان کا خاص پیشہ ہے۔ لفظ گوجر سنسکرت لفظ گرجر سے بنا ہے جس کے معنی ہیں گجرات۔ قیاس یہ ہے کہ گوجر گائے چرانے یا گاجر سے متعلق ہیں لیکن اب یہ خیال نہیں ہے۔ پنجاب میں روایت مشہور ہے کہ گوجر نند ہیر کی نسل سے ہیں۔ اس نند ہیر کے لیے کہا جاتا کہ اس نے سکندر اعظم کی بیاس بھینس کا دودھ پلا کر بھجائی تھی۔ جنرل کننگھم کا خیال ہے کہ گوجر مشرقی تانار کے ایک فرقہ کشن یا پوری یا تو چاری کی نسل سے ہیں۔ حضرت مسیح کی پیدائش سے ایک سو سال قبل اس نسل کے ایک راجہ نے کاہل اور پیشاور تک کا علاقہ فتح کر لیا تھا۔ اُس راجہ کے ایک لڑکے نے جس کا نام مقدفیس تھا جس کے سکے ابھی تک موجود ہیں شمالی پنجاب متھرا اور وندھیا چل تک اپنی سلطنت بڑھائی تھی۔ اُن کی نسل سے ایک راجہ بودھ کنک تھا جس نے کشمیر تک فتح کر لیا تھا۔ ٹول می نے اپنی تواریخ میں کشن خاندان کے بادشاہوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پنجاب میں شہر ملتان جسے پہلے کُسمیرہ یا کس پور کہتے تھے انھیں لوگوں کا آباد کیا ہوا ہے۔ دو سو سال بعد سویت

ہنوں نے حملہ کیا۔ پوچی راجہ کو ہنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے پچھم کی طرف جانا پڑا۔ اس نے اپنے لڑکے کو ایک صوبہ کا گورنر بنایا۔ اس کی راجدھانی پیشاور تھی۔ اس وقت سے کابل کے پوچی بڑے پوچی اور پنجاب کے پوچی چھوٹے پوچی کہلانے لگے۔ دس سال بعد گوجر لوگ دکن کی طرف دریائے سندھ کے ذریعہ جانے لگے اور ہنوں کے دوسرے حملہ کے بعد شمالی علاقہ کے اپنے بھائیوں سے علیحدہ ہو گئے۔ پانچویں عیسوی صدی میں بھیجی دکنی راجپوتانہ میں ایک گوجر ریاست تھی۔ وہاں سے بل قوم نے گوجر دکن کو گجرات کی طرف بھگا دیا۔ نویں عیسوی صدی میں گجرات کے گوجر راجہ نے جس کا نام اعلیٰ خان گوجر تھا اپنی سلطنت کے حصہ کو جو آج کل ضلع گجرات ہے۔ کشمیر کے راجہ کو دیدیا تھا۔ اکبر اعظم کے زمانہ میں دوسرے اعلیٰ خان گوجر نے گجرات شہر کو بسایا تھا۔ جنرل کننگھم نے گوجر دکن کی آبادی کے بارے میں لکھا ہے کہ گوجر شمالی ہند کے دریائے سندھ اور دریائے گنگا کے بیچ کے علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ دریائے جمنہ کے کنارے جگادھری مقام کے پاس اور ضلع سہارن پور میں ان کی خاصی بڑی آبادی ہے۔ اس کے علاوہ بند لکھنڈ میں سمٹھری ریاست گوجر دکن کی ہے۔ جو اب بھی گوجر گڑھ کہلاتا ہے۔ ریاست گوالیار میں بھی ایک گوجر دکن کا ضلع ہے۔ ریلواری کے راجہ بھی گوجر ہیں۔ پنجاب میں۔ گجراتوالہ۔ گجرات۔ گجرات شہروں

کے نام گوجروں پر پڑے ہیں۔

مسٹر اسپٹس نے گوجروں کے شجرے کے بارے میں لکھا ہے کہ اکثر خیال یہ ہے کہ ہنسر جاٹ اور گوجر ایک ہی خاندان سے ہیں یا یہ تینوں ذاتیں ایک دوسرے سے بہت قریبی تعلق رکھتی ہیں لیکن ہے کہ قدیم زمانے میں ان کے بزرگ ایک ہی ہوں لیکن آگے چل کر وہ علیحدہ علیحدہ مقامات پر جا کر بس گئے۔ اس قیاس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں ذاتیں ایک دوسرے کے ساتھ کھاتی پیتی ہیں۔ جاٹ اور راجپوتوں میں فرق ہے۔ کیوں کہ راجپوتوں کی سوشل حالت اچھی ہے۔ لیکن جاٹ۔ اہیر اور گوجروں کی سماجی حالت تقریباً یکساں ہے اگر قدیم زمانے میں یہ سب ایک ہی تھے تو ان کے ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کی کیا وجہ تھی؟ ممکن ہے کہ قدیم زمانے میں جاٹ اونٹ پالنے والے۔ گوجر پہاڑی چرواہے اور اہیر میدانی علاقوں کے چرواہے رہے ہوں اور اپنے پیشے کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے جیسا کہ دوسری اور ذاتوں کے ساتھ ہوا ہے۔ تو ایندھ سے پتہ چلتا ہے کہ راجپوتوں اور گوجروں دونوں ہی نے اپنی جگہیں بدلی ہیں یہ محض کوئی اتفاقی بات نہیں ہو سکتی۔ مسٹر ولسن نے لکھا ہے کہ بڑا گوجر۔ راجپوت اور گوجر ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ان میں کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رہا ہوگا۔ ذات کے فرقے۔ کہا جاتا ہے کہ گوجروں میں ۸۴ فرقے یا چھوٹی

چھوٹی ذاتیں ہیں لیکن ان کے ناموں کا پتہ ٹھیک نہیں چلتا۔ ان کے آپس کے فرقوں میں بھی چھوٹے بڑے اور اونچے نیچے کا فرق ہے۔ اونچی ذات والے اپنی لڑکی نجی ذات میں نہیں بیاہ سکتے۔ لڑکے کی شادی کر سکتے ہیں۔ بیشتر زمانے میں یہ شبہ تھا کہ گوجر لوگ لڑکی پیدا ہونے پر لڑکی کو مار ڈالتے تھے لیکن ۱۸۵۷ء کے قانون کے بعد یہ رواج بند ہو گیا راجپوتوں نے بلند شہر کے گوجروں میں یہ رواج دیکھا تھا کہ کئی بھائی مل کر ایک ہی عورت سے شادی کر لیتے تھے۔ اب یہ رواج ترک کر دیا گیا ہے۔ کنواہی لڑکیوں کو آزادی نہیں ملتی۔ لڑکی کا بیاہ ۹ سے ۱۶ سال کے بیچ میں ہوتا ہے۔ شوہر کے نامزد ہونے کی صورت میں عورت اپنے خاوند کو طلاق دے سکتی ہے۔ بیوہ کی شادی کرنے کا رواج ہے۔ گوجر لوگ اپنے مرنے والے کو جلاتے ہیں۔ شراہ کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے گیا کی یا ترا بھی کرتے ہیں۔

مذہبی عقیدے کے لحاظ سے گوجر شیوہیں اور سیتلا بھوانی کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کی ذات کے دیوتا پیارے جی اور بابا سا مارام ہیں۔ ضلع سہارن پور کے موضع رٹن دیوان میں پیارے جی کا مندر ہے۔ ضلع امبالہ میں دریاے جمنا کے کنارے سا مارام بابا کا مندر ہے۔

گوجر لوگ ہمیشہ سے فسادی سمجھے جاتے ہیں۔ جانوروں اور موشیوں کی چوری کرنے میں یکتا ہیں۔ شہنشاہ بابر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ

شاہی فوج کا بھیجا کرنے والے گوجروں کو اس کے ایک سردار نے گرفتار کیا اور ان کو موت کی سزا دی جس وقت شیر شاہ سوری دہلی کی محافظت کا انتظام کر رہا تھا تو پانی اور پتل کے گانوں کے گوجروں نے بڑا بلوہ مچایا۔ اُس نے گوجروں کے خلاف کارروائیاں کیں۔ ان کے گانوں کو تس نہس کر دیا۔ شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے کہ گوجر دہلی اور دودھ کھاتے ہیں۔ شاید ہی کبھی کھیتی کرتے ہوں۔ بابر نے لکھا ہے کہ جب بھی اس ہندوستان پر حملے کئے تب تب پہاڑوں سے گوجروں اور جاٹوں نے اس پر حملے کیے۔ میل اور بھینسوں کو چھین لے گئے۔ ان لوگوں نے اس کے راستے میں بہت سی دشواریاں حایل کیں اور یہ ہمیشہ ملک پر ظلم کرتے رہے۔ ۱۵۵۶ء کے غدر میں گوجروں نے بہت وارداتیں کیں اور انگریزوں کو دہلی کی محافظت کرنے میں بڑی رخنہ اندازیاں ڈالیں گوجروں کے بارے میں یہ کہا دیتے مشہور ہیں۔

(۱) گتا۔ بلی۔ دو۔ گوجر را گھر دو

یہ چار نہ ہوں تو کھلے کو اڑسو

(۲) یار دو م نے کینہ گوجر

چورا چورا کر دیا گھر

(۳) حقہ سکا ہڑکانی گوجرا اور جاٹ

ان میں اٹک کہاں جگنا تھ کا بھات

گوجر مویشی گائے بھینس پالتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ سور کا گوشت کھاتے ہیں۔ بکرے اور چڑیوں کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ اسیروں اور جاٹ کے ساتھ بھی کھاتے پیتے ہیں۔ ضلع سہارن پور کے کچھ گاؤں کے گوجروں کو جرایم پیشہ مشہور کیا گیا ہے۔ بشہہ ہے کہ یہ لوگ مویشیوں کی چوری کرتے ہیں اور کچھ ڈاکرزی بھی کرتے ہیں۔

بھڑ

یہ لوگ راج بھر بھی کہلاتے ہیں۔ یہ کہانی کرتے ہیں اور ہوشیار کاریگر یا معمار ہوتے ہیں۔ بنگال کے کچھ ضلعوں میں بھر لوگ جا کر بس گئے ہیں اور اچھی مزدوری پیدا کرتے ہیں پہلے ان پر بڑی چوری اور راہزنی کرنے کا شک کیا جاتا تھا۔ سٹر بریلے نے اپنی رپورٹ میں ان کا تذکرہ کیا ہے یہ رپورٹ سن ۱۹۰۷ء میں لکھی گئی تھی۔ فی زمانہ بھروں کے جرایم پیشہ ہونے کے متعلق اب شکایت نہیں ہے۔ بھروں کی ذات نچایت بہت طاقتور اور با اثر ہوتی ہیں۔ نچایت کے ذریعہ ان کا اچھا سدھار ہو سکا ہے۔ بھرا چٹے ہندو ہوتے ہیں۔ ضلع مرزا پور کے بھروں کے متعلق کرکس صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ بھوئی ہار دوسادھ اور راج بھروں سے متعلق ہیں۔ ان کے ریت رواج بالکل ہندوانہ ہیں۔ کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

بھرا ایک پُرانی قوم ہے۔ سٹرنزنگ نے اپنی کتاب میں بھرا جاٹوں

کی پرانی سورتیوں کی تصویریں دی ہیں۔ بھرا جاؤں کے بنا جے ہوے
گردھ یا قلعے کے آثار اب بھی بعض جگہوں پر موجود ہیں۔

اودھیا

اودھ ذات سمجھ میں آباد ہے یہ لوگ اپنے کو اودھیا باسی بھی کہتے
ہیں یہ اپنے کو نبیا کہتے ہیں۔ اس کے متعلق کچھ معلومات نہیں ہو سکی
ہیں کہ یہ لوگ کب اودھیا سے فتح پور آئے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شری
راجندر جی ہی کے زمانے میں یہ لوگ اودھیا سے فتح پور چلے
آئے تھے۔

ان کے فرقے۔۔ اودھیا کی دو قسمیں ہیں ”اوپنج اور پنچ“۔ اوپنج
اودھیا خالص خون یا نسل کے ہیں۔ ”پنچ“ غیر ذات کی عورتوں کی
اولاد ہیں۔ ذات کی ایک پنچایت ہوتی ہے۔ سر پنچ ہر جلسہ میں جُنا
جاتا ہے۔ ایک آدمی کو یو یا رکھ سکتا ہے۔ کنواری لڑکی اگر چلنی
کے الزام میں پکڑی جائے تو اس کو ذات سے باہر نکال دیا جاتا ہے
اس کے والدین کو فی علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن برادری کو بھوج یا
دھوت دینے کے بعد پھر ان کو برادری میں شامل کر لیا جاسکتا ہے۔
بیاہ میں دو لہا کے والدین کو دھمن دالوں سے روپیہ اور دھنیر
ملتا ہے۔ شوہر اپنی برہمن عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔

سماجک ریت و رواج۔ بچہ کی پیدائش کے ریت و رسم دوسری
ہندو ذاتوں کے سے ہیں۔ حاملہ عورت کی پانچویں مہینے کو دھرنے
کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ ناین حاملہ کے ناخن کترتی ہے۔ بیروں پر
سہاؤ لگاتی ہے اور مانگ میں سیندور بھرتی ہے۔ اس کو اچھی پوشاک
پہننے کو دی جاتی ہے۔ چھٹے اور ساتویں مہینوں میں بھی یہی رسم ادا کی
جاتی ہے۔ ان موقعوں پر برادری کو دعوت دی جاتی ہے اور کھیر کھلائی
جاتی ہے۔ برہمنوں کو خیرات دی جاتی ہے۔ ناچ گانا ہوتا ہے۔ بچہ
کی پیدائش کے بعد تین روز تک سونہر میں چارن یا بھنگن رہتی ہے
پھر ایک ماہ تک نائن رہتی ہے۔ تیسرے دن زچہ کو اٹھان کراتے
ہیں اور پھر چھٹی کی رسم پر کنبہ دانوں کو دعوت دی جاتی ہے جوڑوں
بچوں کو بُرا سمجھتے ہیں۔ بچہ گود لینے کی رسم بھی رائج ہے۔ جو شخص کسی
لڑکے کو گود لینا چاہتا ہے وہ برہمن کے بنائے ہوئے چوک پر
اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھتا ہے اور بچے کا باپ یا دیگر رشتہ دار
بچے کو گود لینے والے شخص کی گود میں بیٹھاتا ہے۔ برہمن
پھر قلم کی پوجا کرتا ہے۔ باجے بجائے جاتے ہیں غریبوں کو خیرات تقسیم
کی جاتی ہے برادری کو دعوت دی جاتی ہے۔

شادی بکلی کرنے کے لئے سگائی کی رسم ہوتی ہے۔ لڑکی کا باپ اور
دوسرے رشتہ دار لڑکا دیکھنے جاتے ہیں اور اسے روپیہ بھینٹ دیتے

ہیں۔ اس کے بعد برہمن نیک ساعت بچار کر شادی کا دن مقرر کرتا ہے
اُس دن لڑکی کا باپ برہمن یا نائی کے ذریعہ لڑکے کے لئے مٹھائی
دکھڑے۔ چادل۔ پان و روپیہ بھیجتا ہے جو لڑکے کے تمام رشتہ داروں
کے سامنے اُسے بھینٹ چڑھائے جاتے ہیں۔ نائی اور برہمن کو
انعام دیکر رخصت کیا جاتا ہے۔ ان کی شادی کی دیگر رسومات بھی
دوسری ہندو ذاتوں سے بالکل ملتی جلتی ہیں۔ دُدار پوجا۔ او بھاو ز
وغیرہ ہوتی ہیں۔ غریب لوگ شادی کی تمام رسمیں ادا نہیں کر سکتے
وہ لڑکی کو لے کر لڑکے کے گھر جاتے ہیں۔ لڑکی لڑکے کے پاؤں پوجتی
ہے اور اس رسم کے بعد بیاہ ہو جاتا ہے۔ عام طور پر یہ لوگ بھی اپنے
مردے کو جلاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کی موت ڈوب کر یا کسی اور
حادثہ سے جیسے کہ ہینضہ۔ چیچک۔ کوڑھ یا زہر کھانے سے ہو گئی ہو
تو اس کا کر یا کرم نہیں کیا جاتا۔ اس کے لئے جو رسومات ادا کی جاتی
ہیں انھیں نارائن ملی کہتے ہیں۔ لاش کو دریا میں بہا دیا جاتا ہے۔ موت
سے ایک سال کے اندر ایک برہمن کو بلا کر مرے ہوئے شخص کا مین
کا ایک پتلا بنایا جاتا ہے اور پھر اُس پتلے کا ہی کر یا کرم کیا جاتا ہے ایک
سال تک ہر مہینے کے آخر میں چھ برہمنوں کو اور سال کے ختم پر ۱۲ برہمنوں کو
کھانا کھلایا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا جو بغیر اولاد چھوڑے مرے ہوں۔
غیر ادھ بھی اسی طریقے سے کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ برہمنوں کو بھیجنے لڑا دھ

گیتا میں کراتے ہیں۔

اودھیاہ لوگ دیوی کے پجاری ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ کلدایت مشہور ہے کہ جب ان کے وہاں اولاد زیادہ تعداد میں مرنے لگی تو ان لوگوں نے دیوی سے پرارتھنا کی اس نے ان کی فریاد سن لی۔ اس وقت سے یہ لوگ دیوی کے پجاری ہو گئے۔ دیوی کی پوجا کے لئے یہ لوگ کلکتہ بھی جاتے ہیں۔ قنوجیہ برہمن ان کے یہاں پوجا کرتے ہیں۔ اودھیاہ لوگ اپنی ذات والوں کے علاوہ کسی دوسری ذات والے کے ساتھ نہیں کھاتے پیتے ہیں۔ بھنگی اور چار کے علاوہ دوسروں کو چھوٹے سے پرہیز نہیں کرتے۔

جرم کرنے کے ڈھنگ :- اودھیاہ ایک مشہور جہازیم پیشہ قوم ہے۔ یہ لوگ جلی سے بنانے کے لئے بدنام ہیں۔ جھوٹے جواہرات بھی بیچتے ہیں۔ یہ لوگ کوئی سنگین یا خونی جرم نہیں کرتے شمالی ہند میں یہ لوگ فقیر کا بھیس بنا کر سفر کرتے ہیں۔ ان کا سفر عموماً جون میں شروع اور اپریل میں ختم ہوتا ہے۔ اکثر یہ لوگ اپنے گھروں سے باہر دو دو تین تین۔ سال تک گھوما کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو جیل کی سزا ہو جاتی ہے تو اُسے ذات سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اپنے گھروں کو یہ لوگ صرف نقد روپیہ ہی لیکر واپس آتے ہیں جس ضلع میں آباد ہوتے ہیں وہاں کوئی جرم نہیں کرتے۔ یہ لوگ شریف آدمیوں کی طرح رہتے ہیں۔ انکی عاداتوں کو

دیکھ کر کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا ہے۔ ان کی عورتیں اچھی پوشاک پہنتی ہیں اور ہمیشہ زیورات سے لدی رہتی ہیں۔ ان کا کوئی خاص پیشہ نہیں ہے۔ یہ لوگ نہ تو کھیتی باڑی کرتے ہیں اور نہ کوئی بیوپار۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سال کے ختم پر گھر سے باہر چلے جاتے ہیں اور جاڑے کے ختم ہونے پر واپس آتے ہیں۔ اگر پوچھا جائے کہ تمہاری گزر اوقات کا کیا ذریعہ ہے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ بھیک مانگ کر ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو جیل پور۔ بنارس۔ ٹنہ اور مونگیر۔ کلکتہ۔ گوالیار۔ ساگر۔ مرشد آباد اور ندیا کے اضلاع میں سزائیں مل چکی ہیں۔ ضلع فتح پور میں جرایم پیشہ اقوام کا قانون ان پر نافذ کر دیا گیا ہے۔ ۱۸۹۰ء میں کانپور میں ۳۷۵ اور فتح پور میں ۱۵۹ اودھیہ آباد تھے۔ ان کے بالغ آدمی گانودوں میں جا کر لاپتہ ہو جاتے ہیں اور چوری کرتے ہیں و جعلی سکہ بنانے کے کام میں لگ جاتے ہیں ۱۸۹۰ء کی مردم شماری میں اودھیوں کی گنتی بیسویں میں ہو گئی تھی۔

بید

مرتب ضلع الہ آباد میں بید ذات خانہ بدوش مانی گئی ہے ۱۸۹۰ء کی مردم شماری میں یہ لوگ ضلع مراد آباد اور سیلی بھیت میں بھی آباد تھے ان لوگوں کے متعلق زیادہ تفصیل نہیں مل سکی ہیں لیکن اسکان یہ ہے کہ یہ ذات بید بخاروں ہی کا ایک چھوٹا فرقہ ہے پیشتر یہ لوگ جانوروں پر سامان

ڈھرتے تھے۔ گووار لوگ ٹاٹ بناتے تھے اور جانور چراتے تھے۔ مسلمان ہو جانے پر یہ لوگ بید گو جڑ کھانے لگے۔ لیکن یہ ذاتیں آپس میں بیاہ شادی نہیں کرتی ہیں۔

باندی

یہ ایک چھوٹی ذات ہے جو ہمالیہ کی ترائی میں آباد ہے۔ یہ لوگ ڈھول بجاتے ہیں۔ چڑیاں پکڑتے اور بچتے ہیں۔ مذہبی خیالی کے لوگوں جیسے عین۔ بنیہ وغیرہ کے پاس چڑیاں پکڑ کر لیجاتے ہیں اور کچھ دام بیکر چڑیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنی عادتوں میں یہ لوگ ہیلیوں سے ملتے جلتے ہیں۔

بیلدار

ضلع اٹاوہ اور سہارن پور میں جرایم پیشہ قانون کے ماتحت یہ ذات جرایم پیشہ مشہور کوئی گئی ہے۔ لیکن مسٹر کوکس نے ان کو اپنی کتاب میں جرایم پیشہ نہیں بتایا ہے۔ انھوں نے ان کو بچ ذات بتایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ زمین کھودنا ان کا خاص پیشہ ہے۔ اس ذات کے مرد اور عورتیں دونوں ہی کام کرتے ہیں۔ مرد مٹی کھودتا ہے اور عورت ڈلیا میں مٹی لا کر لیجاتی ہے۔ کندھے پر رکھ کر یہ لوگ ڈلیا نہیں اٹھاتے ہیں۔ ان کی ذات میں تین فرقے ہوتے ہیں۔ (۱) بچ چل

(۲) چوہان (۳) کھروٹ۔ پہلی دو ذاتیں راجپوتوں کی نسل سے ہیں بیلدار خود کو راجپوت کہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ کسی راجہ نے اُن سے بچ کام کرایا اس وقت سے ان کی حالت گر گئی۔ یہ لوگ لونہ۔ اڑھیہ بند ذات سے تعلق رکھتے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ لوگ زمین کھودتے ہیں۔ مچھلی پکڑتے ہیں اور چوہے مار کر کھاتے ہیں۔ سور کا گوشت کھاتے ہیں۔ ضلع گورکھپور کے برہمن اور چھتری ان کے ہاتھ کا پانی پینے سے پرہیز نہیں کرتے۔ بیوہ کی شادی کا رواج ہے۔ پانچوں سیر کی پوجا کرتے ہیں پٹکا۔ چادر۔ مرغی بھینٹ چڑھاتے ہیں کچھ لوگ شیورا تری کے تہوار پر مہادیوجی کی پوجا کرتے ہیں۔

اوگھڑکنپٹا یا کن پھٹا

اوگھڑ ذات کو صرف الہ آباد کے ضلع میں اور کنپٹا ذات کو صرف ضلع آگرہ میں جرایم پیشہ مشہور کیا گیا ہے۔ یہ دونوں خانہ بدوش ذاتیں ہیں۔ کرکس صاحب نے اپنی تصنیف میں اوگھڑ و کنپٹا ذاتوں کو جوگی ذات کے دو فرقے بتائے ہیں۔ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری کے مطابق اوگھڑوں کی کل تعداد ۴۹۲۷ تھی۔ الہ آباد میں ان کی تعداد ۱۸۰ اور آگرہ میں ۴۵ تھی۔ میرٹھ۔ بجنور و مظفرنگر کے اضلاع میں ان کی تعداد تین ہزار سے زیادہ ہے لیکن وہاں پر ان کو جرایم پیشہ نہیں قرار دیا گیا ہے۔ الہ آباد

اور آگرہ کے اضلاع میں ان کو جرمِ پیشہ مشہور کرنے کے صحیح اسباب نہیں معلوم ہو سکے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کا کوئی خانہ بدوش گروہ ان اضلاع میں آیا ہو اور اس نے جرم کئے ہوں۔

میک لینگن صاحب نے پنجاب کی مردم شماری کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ جوگیوں کی دو خاص شاخیں ہیں۔ (۱) اوگھڑ اور (۲) کپٹے۔

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے کپٹے اپنے کان پھٹے رکھتے ہیں ان میں شیشے۔ لکڑی یا پتھر کے بالے پہنتے ہیں۔ جنہیں وہ مندر اکتے ہیں۔ نئے چیلے کے کان گڑھبھدنا ہے اور کان چھدائی سواروپر لیتا ہے۔ دکھن کے کپٹے ایک دوسرے کو کن پھٹا نہیں کتے بلکہ درشتی کتے ہیں جس کے معنی بالی پہننے والا ہے۔ اوگھڑ اپنے کان نہیں چھداتے ہیں۔ وہ اپنے کان میں ایک سیٹی ڈالتے ہیں جسے وہ ناندکتے ہیں۔ سیٹی کو وہ کھانا کھانے سے پیشتر بجاتے ہیں۔ کن پھٹوں کے نام ناٹھ پر اور اوگھڑوں کے نام داس پر ختم ہوتے ہیں۔ جوگیوں میں کن پھٹے زیادہ مشہور ہیں۔ اوگھڑ ان سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ کن پھٹوں کے تعلق روایت یہ ہے کہ وہ گورکھ ناتھ کے چیلے بلندھر کے مرید ہیں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ پاتن جلی شاستر کے ماننے والے ہیں۔

سماجک ریت رواج :- اوگھڑ شیو مت کے ماننے والے ہیں اور اُس میں بھی سب سے نیچے درجہ کے ہیں۔ ان کے گڑو کینارا اے تھے

یہ راجپوت تھے اور بنارس کے قریب گاؤں رام گڑھ میں پیدا ہوئے تھے۔ پوجا پاٹ سے یہ اعلیٰ مرتبہ کو پہنچ گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ دہلی کے بادشاہ نے بہت سے سادھوؤں کو جیل میں بند کر دیا تھا یہ انھیں چھڑوانے کے لئے گئے تھے۔ ان کو بھی جیل میں بند کروا دیا گیا تھا اور چسکی چلانے کا کام دیا گیا تھا۔ انھوں نے اپنے تپسیا کے اثر سے چکی کو خود بخود چلا دیا۔ جس پر بادشاہ نے ان کو انعام دیکر چھوڑ دیا تھا۔ جیل آنے کے بعد کینارا سے نے رام گڑھ میں اگھوڑ پتھ راج کی۔ بہت سے سادھو بھی نئے چیلے اور مرید ہو گئے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر ایک چیز میں ”برہما“ ہے اس لئے نہ کوئی چیز پاک ہے اور نہ کوئی ”ناپاک“ ہے۔ یہ لوگ ہر طرح کا گوشت اور میلا وغیرہ کھاتے ہیں۔ آدمی کا بھی گوشت کھاتے ہیں۔ خوب شراب پیتے ہیں۔ ”جے کینارا“ کی ”کھکر بھینگ“ مانگتے ہیں۔ کینہ رام نے جو آگ سلگائی تھی وہ ابھی تک جل رہی ہے۔ اسی آگ کے سلسلے مرید کو قسم لینی پڑتی ہے۔ پیشاب سے بھگو کر بال منڈوانا پڑتے ہیں۔ بارہ سال تک چیلارہنا پڑتا ہے۔ اس عرصہ میں اس کو سیلا پاخانہ پیشاب کے ساتھ خوب شراب پینا پڑتی ہے۔ ۱۲ سال کے بعد شراب چھوڑنا پڑتی ہے اور دیگر چیزوں کا استعمال جاری رہتا ہے۔ ریزے صاحب کا کہنا ہے کہ یہ لوگ قدیم زمانے کے کیا لکوں کی نسل سے ہیں جن کا ذکر بھجوتی نے اپنے نامک ”مالتی مادھو“ میں کیا ہے

بدھک۔ بادھک یا استیارا

۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں یہ خانہ بدوش ذات متھرا اور پٹی بھیت کے اضلاع میں پائی گئی تھی لیکن ان اعداد پر پھر سر نہیں کیا جاسکتا۔ بلوچوں کی گنتی کسی دوسری اور ذات کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ پورہ یا بہیلیہ سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بدھک ذات مسلمانوں میں سے اور ہندوؤں میں راجپوتوں سے نکالے ہوئے آدمیوں سے بنی ہے۔ مسٹر ڈی۔ ٹی۔ رابرٹس نے پولیس کمیشن کے سامنے یہ بیان کیا تھا کہ ٹھکوں کی طرح سے بدھک یا بادھک بھی بدنام ڈاکو تھے۔ ان کے سرداروں کو گرفتار کر کے بڑی بڑی سزائیں دی گئیں جس سے یہ لوگ دب گئے۔ ۱۸۴۴ء میں ضلع گورکھ پور میں ایک اور مقام پر ان کی ایک بستی آباد کی گئی۔ سرکاری زمین پر جو تین بونا اور ایمان داری کے ساتھ کام کرنا انھوں نے پسند نہیں کیا۔ اپنی آراضی کو یہ زیادہ نگان پر دوسروں کو اٹھا دیتے تھے۔ ان کو آراضی بہت ہی کم نگان پر دی گئی تھی۔ اس کا منافع بادھک ڈاکوؤں کے خاندان والوں کو دیا جاتا تھا۔ پہلے ان کی بہت سخت نگرانی کی جاتی تھی لیکن اب صرف ان کی جبر پڑتی ہے صاحب کلکٹر کی اجازت کے بغیر یہ جی جانے رہائش کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس بستی کے لوگوں نے ڈاکہ ڈالنا چھوڑ دیا۔ ۱۸۸۵ء میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس نے اس بستی کا معائنہ کیا تھا جس کے

باعث ضلع کے حکام بھی اس کام میں دلچسپی لینے لگے۔ اس وقت اس آبادی میں ۲۰۹ لوگ آباد تھے ڈپٹی انسپکٹر جنرل نے اپنے معائنے میں لکھا ہے کہ یہ ذات یقینی چوری کرتی ہے۔ لیکن ان کا کوئی آدمی پکڑا نہیں گیا ہے۔ بیس سال کے بعد یعنی ۱۸۹۶ء میں ان پر چوری کرنے کا بہتہ بھی جاتا رہا۔ اُس ذات نے کوئی خاص ترقی بھی نہیں کی اور نہ یہ کوئی محنت ہی کرتے ہیں پھر بھی تقریباً جرم کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس سبستی میں ان کا خاص جرم شراب بنانا ہی رہ گیا ہے۔

جرم کرنے کے ڈھنگ :- ان کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ بہن یا بیراجی کا بھیس بنا لیتے ہیں اور پھر گنگا کے میلے سے واپس آنے والے جاہزیوں سے میل جوڑ بڑھالیتے ہیں۔ ان کے لئے جھوٹی پوجا پاٹ کرتے ہیں اور موقع پا کر انھیں دستور اکھلا دیتے ہیں اور جب غریب جاہزی بیہوش ہو جاتا ہے تو اس کا مال و سامان لوٹ لیتے ہیں۔ یہ لوگ، کالی مائی کی پوجا کرتے ہیں اور یوریوں کی طرح سے بکرے کی قربانی کرتے ہیں یہ لوگ بھینسے۔ سیار۔ لوٹری اور چھپکلی تک کا گوشت کھا جاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سیار کا گوشت کھانے سے جاڑا نہیں لگتا۔ ان کا رواج ہے کہ ڈاکہ ڈالنے سے پہلے ہی ٹوٹ میں ملنے والے سامان کے متعلق آپس میں حصہ بانٹ کر لیتے ہیں۔ ڈاکہ زنی کے دور میں جو لوگ مر جاتے ہیں ان کی بیوہ اور بچوں کو زیادہ حصہ دیا جاتا ہے۔

ایشیا تک جرنل میں لکھا ہوا ہے کہ ڈاکہ ڈالنے کے لئے روانہ ہونے سے قبل یہ لوگ کالی جی کے سلسلے بکرے کی قربانی کرتے اور دعا کرتے تھے کہ "اگر تو چاہتی ہے کہ ہم لوگ بیواؤں اور اناہتوں-اندھے اور نگڑوں کی سیوا کے لئے جو کام کرنے جا رہے ہیں اس میں ہم کو کامیابی حاصل ہو تو داہنے ہاتھ کی طرف سیارنی کی بولی سننے کو لئے بادھک ڈاکیتوں نے ہی کانپور کے کاکٹر مسٹر ریونس کرافٹ کو جان سے مار ڈالا تھا جس کا حال کرنل ریلی تین نے اپنی کتاب "جرنی تھرواؤدھ"

Journeymough Oudh. میں کیا ہے۔ یہ ذات کنجڑنسیہ اور ایسی ہی دوسری خانہ بدوش ذاتوں سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں سری ذاتوں کے لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں۔

بنگالی

یہ ایک آوارہ گرد قوم ہے جو بنگالی-نوسلم بنگالی یا سنگی والا کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ سنگی گھانے کا کام کرتے ہیں۔ سہارن پور-میرٹھ اور علی گڑھ کے پولیس حکام کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ شمالی ہند میں گھومتے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کو کنجڑنسیہ یا ایسی ہی دوسری ذاتوں سے مختلف بتاتے ہیں لیکن ان کا رہن سہن اور عادات و اطوار ان سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ ہندو بنگالی میں تین فرقے ہوتے ہیں۔ (۱) سنگی وال (۲) تلی

(۳۱) جوگی۔ ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں ہندو بنگالیوں کے ۴۵ فرقے اور مسلمان بنگالیوں میں ۴ فرقے دکھائے گئے تھے لیکن یہ نہیں بتا جاتا کہ انہیں سے کتنی تعداد آوارہ گرد بنگالیوں کی ہے۔

ہندو بنگالی اپنے کو سیوارام راجپوت کی نسل سے بتاتے ہیں جو ذات کے بنگالی تھے اور مہادت کا کام کرتے تھے اور جنھوں نے بادشاہ اورنگزیب کے زمانے میں خون نکال کر سنگی لگانے اور علاج کرنے کے طریقے کو ایک حکیم سے سیکھا تھا۔ یہی پیشہ انھوں نے اپنی اولاد کو سکھایا تھا۔ مسلمان بنگالی اپنے کو بنگال کے لودھی چٹان کہتے ہیں یہ لوگ اپنی ذات یا دوسروں کو شامل نہیں کرتے ہیں۔ آپس ہی میں شادی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی شادی قاضی کراتا ہے لیکن ان کے ریت رواج مسلمانوں سے بہت کم ملتے ہیں۔ بنگالی مسلمان سمنانی نہیں کراتے۔ ہندو اور مسلمان دونوں بنگالی دیوی اور پیر کی پوجا کرتے ہیں۔

میرٹھ سے ان کے تعلق یہ پتہ چلا ہے کہ یہ لوگ ہر قسم کے جانور کا گوشت کھاتے ہیں خواہ وہ ان کا بیج کیا ہو اور یا نہ ہو۔ چڑیاں، اچھلی اور گمر مار کر کھاتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کی جو بھٹن بھی کھالیتے ہیں مسلمانوں کے تعلق تو ٹھیک نہیں کہا جاسکتا لیکن یہ ممکن ہے کہ یہ سور کا بھی گوشت کھاتے ہوں۔

بنگالی ایک چورا اور اچکا آوارہ گرد ذات ہے۔ جھوٹی بوٹی چوریاں کرتے

ہیں۔ بھیک مانگتے ہیں۔ دیہاتوں میں خون نکال کر شگی لگاتے ہیں اور علاج کرتے ہیں۔ ان کی عادتیں اور ڈھنگ کل اور بیڑیوں سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ سلاسلہ میں ۱۰۰ ہندو اور ۲۸ مسلمان جنگالی تھے۔

انسانی جسم کی بناوٹ اور ساخت کے اعتبار سے جرائم پیشہ اقوام کا بیان

تمام مخلوقات میں سے انسان بھی ایک جانور ہے گو دوسری جاندار چیزوں کے مقابلہ میں اس میں زیادہ عقل ہے۔ انسان کو بہ زبان انگریزی سوشل اینیمل *Social Animal* بھی کہتے ہیں یعنی یہ کہ اکٹھا ہو کر سماج کے اندر رہنے کی اس میں خاصیت موجود ہے۔ سب انسان ایک ہی قسم کے نہیں ہوتے۔ وہ ایک دوسرے سے رنگ روپ میں۔ جسم کی بناوٹ۔ ساخت۔ قد۔ ناک کی بناوٹ۔ سر اور اسٹھ کی اونچائی۔ چوڑائی۔ چہرے کی تراش اور آنکھ کے رنگ میں جدا جدا ہوتے ہیں۔ اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جغرافیائی اعتبار سے ایک ہی خطہ کے رہنے والوں کے چہرے مہرے اور جسم کی ساخت میں بہت بڑی حد تک یکسانیت ہوتی ہے لیکن وہ دوسرے خطہ کے باشندوں سے بالکل نمایاں فرق رکھتے ہیں۔ ایک نسل کے لوگ دوسری نسل والوں سے مختلف ہوتے

ہیں۔ لیکن آپس میں بہت یکسانیت رکھتے ہیں۔ دنیا کی تواریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان ایک ہی جگہ کے رہنے کا عادی نہیں ہے اقتصادی اور سماجی حالات کی بنا پر اُس کو اپنا وطن چھوڑنا پڑتا ہے اور دوسرے خطہ و مقامات پر جانا پڑتا ہے۔ وہاں جا کر وہاں کے باشندوں کی مرضی سے یا ان سے لڑنے اور ان پر فتح پانے کے بعد وہاں خود رہنا شروع کر دیتا ہے وقت گزرنے پر دونوں نسلوں کے لوگ آپس میں گھل مل جاتے ہیں۔ شادی بیاہ کر لیتے ہیں۔ ان کی مخلوط اولاد میں دونوں ہی کے خون کا اثر ہوتا ہے۔ انسانی جسم کی ساخت کے علم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی ملک یا جگہ کے انسان کسی مخصوص نسل کے تعلق رکھتے ہیں۔ اس علم کے کچھ ماہرین نے انسانوں کو ان کے جسم کی ساخت اور چہرے کی تراش کے لحاظ سے تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) یورپین - (۲) نیگرو یا حبشی اور (۳) منگولین۔

کچھ علما نے چھ گروہوں میں تقسیم کیا ہے:- (۱) آسٹریلین *Australian* (۲) نیگرو یا حبشی *Negro* (۳) منگول *Mongol* (۴) تارٹارک *Tartar* (۵) الپائن *Alpine* اور (۶) میڈیٹیرینیئن *Mediterranean*۔

یہ درجہ بندی سب سے زیادہ صحیح مانی گئی ہے۔ انسانی جسم کی ساخت کے علم کے ذریعہ انسان کی مختلف نسلوں کے آدمیوں کے جسم کی بناوٹ۔

قد اور چہرے کی تراش اور ان کی خصوصیتوں کی علامتوں کے متعلق جانچ کی جاتی ہے۔ ان کی پیمائش اور ناپ لی جاتی ہے۔ یہ علامتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک مقررہ، دوسری غیر مقررہ۔ مقررہ علامتیں ایسی علامتیں ہیں جن کی پیمائش اور ناپ تول کی جاسکتی ہے اور جن کے متعلق انداز شمار تیار کئے جاسکتے ہیں۔ جیسے کہ سر کی لمبائی، چوڑائی یا ناک کی لمبائی۔ اونچائی اور چوڑائی وغیرہ۔ چہرے کی تراش اور شکل و شباہت غیر مقررہ علامتیں ہیں۔ ان کی ناپ تول کرنا بہت دشوار امر ہے اس کے متعلق انداز شمار نہیں کئے جاسکتے ہیں جیسے آنکھ کی پستلی کا رنگ۔ بال کا رنگ اور موٹائی۔ چہرے کی تراش وغیرہ۔ گونا گھل ان چیزوں کی صحیح پیمائش کے لئے بھی آلے و اوزار بن گئے ہیں۔

ہندوستان کی تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ گزشتہ دس ہزار سال میں متعدد قوموں نے ہندوستان پر حملے کئے اور وہ لوگ یہاں آکر آباد ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں (Negroids) نیگروئڈز یا نسل کے لوگ یہاں آباد تھے۔ ان کا رنگ کالا۔ بال سیاہ اور کھنکھرائے ہوئے ہونٹ۔ قد چھوٹا۔ اور بھدرا تھا۔ یہ لوگ اب ہندوستان میں نہیں پائے جاتے ہیں اب صرف جزائر انڈمان میں آباد ہیں۔ ان کے بعد مغربی نسل (Australoids) نسل کے لوگ ہندوستان آئے۔ اس نسل کے آدمی

چھوٹا ناگپور کے علاقہ میں اب بھی آباد ہیں۔ یہ لوگ ڈراوڈ نسل کے
 کہلاتے ہیں۔ ان کے بعد آریہ نسل کے لوگ آئے۔ ان کا رنگ گورا۔ لانا
 قد۔ ناک پتلی اور لمبی۔ سر لمبا اور کم چوڑا تھا۔ انھوں نے دریائے سندھ اور
 گنگا کے بیچ کا علاقہ فتح کر لیا اور وہیں آباد ہو گئے۔ یہاں کے پرانے باشندوں
 کو چھوٹا ناگپور کی طرف بھگا دیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے ہندوستان
 پر یونانیوں۔ سیتھین۔ ہن۔ تاتار۔ منگول نسل والوں کے حملے ہوتے رہے
 اور یہ حملہ آور لوگ یہیں آباد ہوتے گئے اور پچھلے باشندوں میں گھل مل
 گئے۔ یہ سب حملے شمال مغرب کی طرف سے ہوئے تھے۔ لیکن شمال مشرق
 کی طرف سے بھی منگول نسل کے لوگ جن کا رنگ زرد۔ ناک چوٹی اور
 چھوٹی سر کم لمبا۔ ماتھا چوڑا۔ قد چھوٹا تھا آئے اور بس گھلے۔ اس طرح
 ہندوستان میں تین خاص قسموں کے آدمی آباد ہیں۔ ڈراوڈ۔ آریہ اور منگول اور
 یہاں کی دوسری قدیم نسلوں کے انسان ایک دوسرے سے مخلوط ہو گئے
 اور انھیں سے ہندوستان کی مخلوط نسلیں پیدا ہو گئی ہیں۔ صوبہ سرحد۔
 پنجاب اور کشمیر کے باشندے قدیم آریہ نسل سے بہت ملتے جلتے ہیں۔
 آریہ اور ایرانی ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں صوبہ متحدہ۔ بہار اور چوڑا
 اور بمبئی کے کچھ علاقوں کی آبادی ڈراوڈ اور آریہ نسلوں کے مخلوط ہونے
 سے بنی ہے۔ نیپال۔ بھوٹان۔ اڑیسہ۔ بنگال اور آسام کی آبادی میں منگول
 اور ڈراوڈ نسل کا خون ہے۔ جنوبی ہند کی آبادی زیادہ تر ڈراوڈ نسل کی ہے۔

یا ڈراؤ اور نیگروڈ نسلوں کی مخلوط ہے

انسانی جسم کی ساخت کے علم کے بموجب خاص علامتیں سر کی بناوٹ، ناک کی بناوٹ یہ آسانی ناپی جاسکتی ہیں۔ سر کی علامت سر کی لمبائی اور ماتھے کی چوڑائی کو کہتے ہیں۔ سر کی علامت میں اگر سر کی لمبائی ۱۰۰ اور ماتھے کی چوڑائی میں ۸۰ کا فرق ہو تو سر کی علامت ۸۰ کہلائے گی۔ اسی طور پر ناک کی علامت میں ناک کی لمبائی اور چوڑائی میں ۱۰۰ اور ۸۰ کا فرق ہو تو ناک کی علامت ۸۰ کہلائے گی۔ سر پر برٹ ویزلے نے جو دس سرہائے کی کونسل کے ممبر تھے اور ایک زمانے میں حکومت ہند کے انسانی جسم کی ساخت کے علم کے مشیر تھے انھوں نے ہندوستان کی بہت سی ذات کے آدمیوں کے سر اور ناک کی علامتیں بائی تھیں اور ان سے ایک نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ اس واقعہ کو تقریباً ۵۰ برس ہو گئے اب انکے احوال شمار کو قابل اعتبار نہیں سمجھا جاتا ہے۔ یہ کہاجانا ہے کہ انکے پیمائش کے طریقے بالکل صحیح نہیں تھے۔ لیکن پھر بھی اس طریقے کو عمل میں لانے کا سہرا انکے ہی سر بندھنا چاہیے۔ ناک کی علامتوں کی پیمائش کے لیے جو طریقہ انھوں نے استعمال کیا وہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ انھوں نے یہ کوشش کی کہ اگر نکال۔ بہار، شمالی مغربی سرحد صوبہ جو اس وقت صوبہ متحدہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب میں آباد ذاتوں کی ایک فہرست ناک کی علامت سے بنائی جائے گی جس ذات کی ناک کی علامت سب سے کم ہو اسکا نام سب سے اول اور جس ذات کی یہ علامت سب سے زیادہ ہو اسکا نام سب سے اخیر میں درج کیا جائے۔ ایسی فہرست بنجانے کے بعد یہ پتہ چل جائے گا کہ اگر کسی سلج میں

ہر ذات کی فہرست اس کے درجہ کے مطابق بنائی جائے تو یہ فہرست اس فہرست کے مطابق ہوگی جو کہ ناک کی علامت کے اعتبار سے بنائی گئی تھی۔

مثال۔ مذکورہ کی مختلف ذاتوں کی فہرست جو سرسبز پٹ ریزے نے ناک کی علامت کے اعتبار سے بنائی تھی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ذات کا نام ناک کی علامت کا اوسط

۷۳۶۰	بہنہار
۷۴۱۶	برہمن
۷۴۶۸	کالیچھ
۷۷۶۶	چھتری
۷۸۶۰	کچھڑ
۷۸۶۱	کھتری
۷۹۶۲	گرمی
۷۹۶۵	تھارو
۷۹۶۶	بنیہ
۸۰۶۸	بڑھئی
۸۰۶۹	گوارہ
۸۱۶۴	کیہت

ذات کا نام ناک کی علامت کا اوسط

بھٹ	۸۱۶۹
کول	۸۲۶۲
لوہار	۸۲۶۳
گڈریہ	۸۲۶۶
کاجھی	۸۲۶۹
ڈوم	۸۳۶۰
کوری	۸۳۶۶
پاسی	۸۵۶۴
چرواہا یا چمار	۸۶۶۵
مہار	۸۶۶۵

سربرٹ ریزلے کے بیان کے مطابق مہوبہ متحدہ کے کسی بھی ہندو باشندے کی ذات یا سماج میں اُس کے گورجہ کی حالت اس کی ناک کی علامت کے کم یا زیادہ ہونے سے معلوم کی جاسکتی ہے۔ سربرٹ ریزلے کے اس نتیجے اور بیان کی تردید ان اعداد و شمار اور فہرستوں سے ہو جاتی ہے جو مختلف ذاتوں کی ناک کی علامت کے بارے میں دوسرے لوگوں نے زیادہ سچائی کے ساتھ تیار کی ہیں۔ اس کے علاوہ اوپر دیے ہوئے اعداد و ہر ذات کا اوسط بتاتے ہیں۔ جس سے ذات کے کسی ایک خاص آدمی کے جسم کی ساخت

کی بنا پر اس کے بارے میں کوئی صحیح بات نہیں کہی جاسکتی کیوں کہ اس کی ناک کی علامت اور اس کی ذات کی اوسط علامت میں نمایاں فرق ہو سکتا ہے۔ یہی اعتراض سر کی علامت کے متعلق بھی صادق آتا ہے۔ ایک ہندی کہادت مشہور ہے ”سر ہڑاسردار کا“ یہ کہادت عوام کے تجربہ کے مطابق بنی ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ادبھی ذات والوں کے سر لمبے اور پنج ذات والوں کے چوڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جب سر ہربرٹ ریز نے نے صوبہ متحدہ کی مختلف ذاتوں کے سر کی اوسط علامت کی پیمائش کی اور اعداد و شمار اکٹھا کئے تو ان سے یہ پتہ چلا کہ ادبھی ذات اور پنج ذات کے سروں کی علامت میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کسی نجی محرم آدمی کے سر کی علامت کی پیمائش اور اس کی ذات کی اوسط علامت کی پیمائش میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔

سر ہربرٹ کے بعد ۱۹۱۲ء اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں انسانی جسم کی ساخت کے متعلق کوئی جانچ نہیں کی گئی۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں صوبہ متحدہ میں برہمنوں کے تین فرقوں یعنی سرور یہ۔ سرو پارسی و کالج جو الہ آباد یا اس کے آس پاس کے ضلعوں میں آباد تھے، ہی کی ناک اور سر کی علامتوں کی جانچ کی گئی تھی۔ صرف ایک ہی ذات یا فرقے کی ناک سے تمام صوبہ کے لئے کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا یا کوئی صحیح رائے نہیں قائم کی جاسکتی ہے۔ اس جانچ سے صرف یہی نتیجہ نکلا کہ ان برہمنوں کے مقابلے

میں سکھ اور بھجپی پنجاب کے مسلمان زیادہ لمبے قد کے۔ لمبی ناک۔ لمبا سر اور چوڑے ماتھے والے ہوتے ہیں۔

۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے موقع پر ڈاکٹر ڈی۔ این مرزوم دار نے صوبہ کے کشر کی مردوں سے کچھ ذاتوں کے آدمیوں کے سر۔ ناک اور خون کی جانچ کی تھی۔ جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے صوبہ کی مردم شماری کے کچھ ہی اعداد شمار شائع ہو سکے اسلئے کوئی مفصل رپورٹ نہیں شائع ہو سکی جس کی وجہ سے یہ اعداد بھی نہیں چھپ سکے۔ لیکن ڈاکٹر مرزوم دار نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۷-۱۸۶ پر

جرائم پیشہ ذات کے کچھ اعداد و شمار دیئے ہیں جو ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں

”انسانی جسم کی ساخت کے علم سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف جرائم پیشہ قومیں مختلف نسلوں کی ہیں یہ سب قومیں ایک ہی نسل سے ہیں ہیں پھر بھی انہیں آپس میں کافی میل ہوتا ہے۔ مشرقی خطہ کے ڈوموں کے تہ کی لمبائی اوسط میں سب سے زیادہ ہے یہ ۱۶۶۵ سینٹی میٹر ہے۔ اس کے بعد بابڑہ ۱۶۴۱-۱۶۳۲ بھانٹو ۱۶۳۱-۱۶۲۳ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ سب جرائم پیشہ ذاتوں کے سر لمبے ہوتے ہیں۔ بابڑوں کے سر کی علامت کی اوسط پیمائش ۱۶۱۷-۱۶۰۷ ہے۔ ڈوم ۱۶۰۷-۱۶۰۳ بھانٹو ۱۶۰۳-۱۶۰۲ ہے۔ جرائم پیشہ اور آوارہ نرو ذاتوں کا ماتھا اور بھونیں زیادہ چوڑی ہوتی ہیں۔ اگر یہ پیمائش مشرقی اضلاع سے مغربی اضلاع کی طرف کی جائے تو ناک و تنک و شبابہت کے لحاظ سے

جانی کرنے والوں کو پتہ چلے گا کہ ڈوم اسٹرلین نسل کے ہیں۔ بھانتو کی ناک کی علامات ۶۸، ۴۷ - ہاڈوں کی ۷۱، ۷۱ - ڈوموں کی ۶۸، ۴۷ - ڈوموں میں زیادہ تر لوگ چٹھی ناک لے اور کالے رنگ کے ہوتے ہیں لیکن ان کے جسم کے دوسرے حصوں میں کافی نمایاں فرق آگیا ہے کیوں کہ ڈوم عورتوں کا تعلق صدیوں سے اپنی ذات والوں سے رہا ہے۔

بھانتو اور سانیوں میں اکثر خوبصورت اور طوطے کی سی ناک والے لوگ ملتے ہیں لیکن ڈوموں میں ایسی خوبصورت ناک والا کوئی دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔ ڈوموں کے جسم کی ساخت چھوٹا ناگیور کے منڈا شتھال والی ہی دوسری ذاتوں سے ملتی جلتی ہے۔ یہ کبھڑ - گوال - سانیہ اور بھانتو سے بالکل تعلق رکھتے ہوئے نہیں معلوم ہوتے۔ کبھڑ - سانیہ - بھانتو - ہاڈوہ ایک ہی نسل کے معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ ذاتیں آپس میں اور دوسری ذاتوں کے مخلوط ہونے سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے مسٹر کرکس کا یہ لکھنا ٹھیک معلوم ہوتا تھا کہ کبھڑ ایک قدیم خانہ بدوش نسل سے ہیں۔ ان کے قریبی تعلق سانیہ - ہاڈوہ - بھانتو اور ہیریہ ہیں۔ سنٹ - بنجارہ اور ہیلیہ وغیرہ سے ان کا دور کا تعلق معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا یہ کہنا موجودہ معلومات کی بنا پر ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ خانہ بدوش اقوام میں سے زیادہ تر ڈاڈوین نسل سے نکلی ہیں۔ لیکن اگر ڈاڈو نسل سے ہم دہی مفہوم لیں اور اس کے دہی علامات مانیں جو سر پر بڑے بڑے نے اسے ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بھانتو سانیہ

کار دال اور بجوری کنجڑ جو گوالیار۔ ٹونک اور پونڈی وکوتہ کی ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے جسم کی بناوٹ میں ڈراؤنسل کے کوئی بھی علامات نہیں پائے جاتے ہیں۔ خون کے تجزیہ کے اعتبار سے انسانوں کی درجہ بندی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ۱۸۹۹ء میں مسٹر ایس جی۔ شک نے گھوڑے کے خون میں انسانی خون کا ایک قطرہ ملا دیا تھا جس کی وجہ سے گھوڑے کا خون گوند کی شکل کا ہو گیا اسی زمانے میں چند مریضوں کے جسم میں بھیڑ بکری وغیرہ کا خون پونچا گیا جس کا نتیجہ بہت خراب نکلا۔ آدمیوں کا خون جتنا شروع ہو گیا۔ خون کا دوران بند ہو گیا جس سے ان کی موت ہو گئی۔ ۱۹۰۷ء میں لینڈ اسٹینر کے تجربات سے یہ پتہ چلا کہ اگر انسان کے جسم میں کسی دوسرے شخص کا خون ملا جائے تو بعض صورتوں میں اُس کا خون جتنا شروع ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں نہیں جتنا۔ اس دریافت کے بعد سے ایک شخص کے خون میں دوسرے شخص کا خون ملانے میں آسانی ہو گئی۔ لینڈ اسٹینر نے ۱۹۰۷ء میں انسان کے خون کو تین درجوں میں تقسیم کیا۔ ۱۹۰۷ء میں جیکبی نے خون کی چوتھی قسم بھی دریافت کر لی خون کی یہ قسمیں A, B, AB اور O کہلاتی ہیں۔ خون کے تجزیہ کرنے کے علم سے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ جنگ کے زمانے سے بہت سی گیموں پر خون جمع کرنے کے بینک "Blood Bank" کھل گئے ہیں ان جگہوں پر ہر تندرست آدمی اپنا خون دے سکتا ہے۔ انسان کی درجہ بندی کر کے اس سے

جمع کر لیا جاتا ہے اور پھر جنگی اسپتالوں میں یہ خون زخمی سپاہیوں کے جسم میں پچکار سی کے ذریعہ ضرورت کے مطابق چڑھایا جاتا ہے۔ بعضی کے جسم میں اسی قسم کا خون چڑھایا جاتا ہے جیسا کہ اس کا خود ہوتا ہے خون کے تجزیہ کے ذریعہ بیماروں کی تشخیص اور علاج میں بڑی مدد ملی ہے۔ اور جراثیم کا پتہ لگاتے میں بھی یہ طریقہ بہت رائج ہے۔ اس علم کے ذریعہ یہ بھی پتہ لگایا جاتا ہے کہ کس کس نسل کا خون کس کس ذات میں اور کس کس مقدار میں ملا ہے۔ خون کے تجزیہ کے علم سے جو نتیجے نکالنے گئے ہیں وہ انسانی جسم کی ساخت کے علم کے ذریعہ معلوم کئے ہوئے نتائج کے مقابلہ میں زیادہ قابل اعتبار معلوم ہوتے ہیں۔ کیوں کہ خون کے تجزیہ کی بنا پر جو نتیجے نکالے گئے ہیں وہ بالکل پیدائشی اور قدرتی ہیں۔ ان پر ماحول کا کوئی اثر شامل نہیں ہوتا۔ سوسائٹی برسر خون کی اس درجہ بندی کا کیا اثر ہوا ہے یہ انسانوں کے خون کا تجزیہ کر کے دریافت کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ جب ہی معلوم ہو سکتا ہے جب ایک ہی مقام کے رہنے والوں میں سے متعدد آدمیوں کے خون کی جانچ کی جائے ڈاکٹر مریم دار نے اپنی کتاب ”ہندوستان کی نسلیں اور رواج میں انسانی

خون کے تجزیہ کے متعلق کئی طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ ۱۹۱۷ء میں ہرنز فیلڈ نے کئی قوموں اور کئی ملکوں کے سپاہیوں کے خون کی جانچ کی تھی اور

سب میں "او" قسم کا خون زیادہ ملا۔ خالص امریکن انڈین کا خون سو فیصدی "او" قسم کا تھا۔ "اے" اور "بی" خون والے ہر کری اینڈین بالکل نہیں تھے۔ آئیس ڈاک کے آدمیوں میں "اے" اور "بی" قسم کا خون زیادہ تھا۔ "او" قسم کا خون بالکل نہیں تھا۔ اسی طرح پگیشین کے اسکیمو نسل والوں کے خون کی جانچ کی۔ اس میں "او" قسم کا خون زیادہ ملا۔ لیکن ایسے اسکیمو کا خون جو گورے رنگ والوں سے مخلوط ہو چکے تھے۔ "او" اور "اے" قسم کا تھا۔ آسٹریا کے باشندوں کا خون "او" اور "اے" قسم کا ہے۔ جزائر ہوائی اور بھارتی کے باشندگان کا خون بھی "اے" قسم کا ہے۔ اوپر کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امریکہ اور آسٹریلیا کے قدیم باشندوں اور مصری نسلوں کے ملنے سے وہاں کے موجودہ باشندوں میں "اے" اور "او" قسم کا خون زیادہ ہو گیا ہے۔ پرانی اقوام میں "بی" قسم کا خون نہیں پایا جاتا ہے۔ دوسری نسلوں میں بھی جو ذاتیں پرانی قوموں و دوسروں کے ملنے سے پیدا ہوئی ہیں "بی" قسم کا خون کم پایا جاتا ہے۔ "بی" قسم کا خون ان میں دوسروں کے میل سے آیا ہے۔ ہندوستان کی ذاتوں میں "بی" قسم کا خون اکثر ملتا ہے۔ شمالی ہند کے ہندوؤں کے خون کی جانچ ہنرفیلڈ نے کی تھی۔ اسے ۴۱ فیصدی "بی" خون ملا۔ جنوبی ہندوؤں کے خون کی جانچ میں بیس اور بیراف کو ۶۱ تا ۳۱ فیصدی اور ملوآن و لہری کو ۲۲ تا ۳۴ فیصدی "بی" خون ملا۔ یہاں یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خون کی اس جانچ میں ہندو سے مراد ہندوستان میں رہنے

والی تمام اقوام سے ہے۔ ”بی“ خون کے یہاں زیادہ ہونے سے کچھ لوگوں کا قیاس ہے کہ ”بی“ خون ہندوستان سے ہی نکلا ہے۔

ملوکہ اور تہری نے شمالی ہند میں دو ہزار سے زیادہ انسانوں کے خون کا تجربہ کیا۔ گو یہ سب لوگ مختلف ذاتوں کے تھے پھر بھی جانچ کرنے والوں نے خون کی جانچ کے ساتھ آدمیوں کی ذات نہیں لکھی۔ اس لئے ان کی جانچ سے یہ پتہ نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ کس ذات میں کس قسم کا خون ہے ہندوستان میں ایک خاص بات یہ ہے کہ ہر ذات کے لوگ صدیوں سے اپنی ہی ذات براہی میں شادی بیاہ کرتے آئے ہیں اس لئے یہ امید کی جاتی ہے کہ اگر ذات کے لحاظ سے خون کی جانچ کی جائے تو یہ پتہ چل سکتا ہے کہ مختلف قسموں کے خون کا کیا اثر ہوتا ہے کچھ لوگوں نے ذات کے مطابق خون کی جانچ کی اور سب جانچ کرنے والوں کو ”بی“ خون زیادہ ملا۔ ڈاکٹر مزم دار نے صوبہ متحدہ کے چار۔ بھانتو۔ کدال اور ڈوموں کے خون کا امتحان کیا ان سب میں ان کو ”بی“ خون زیادہ ملا۔

ہندوستان میں ”بی“ خون زیادہ ہے۔ ہندوستان کے باہر ”بی“ خون کم ملتا ہے مغرب کی طرف۔ جنوب مغرب میں عرب تک اور افریقہ پہونچکر ”بی“ خون بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ چین اور جاپان میں ”بی“ خون زیادہ ملتا ہے لیکن ہندوستان کے مقابلہ میں کم۔ آسٹریلیا میں

”بی“ خون بالکل ہی نہیں ہے مغربی ہندوستان سے ”بی“ خون ازلیہ کو اور مشرقی ہندوستان سے ملایا تک پہنچا ہے۔ آسٹریلیا میں ”بی“ خون نہ پائے جانے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ نہ تو ہندوستان کے باشندے وہاں گئے اور نہ آسٹریلیا کے لوگ کسی زمانے میں یہاں آئے۔ دو قبل صاب کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں ”بی“ خون سنٹرل ایشیا سے آیا اور حضرت مسیح سے دس ہزار سال قبل ہندو مذہب کے ساتھ وہ ملایا۔ جزائر فلپائن کے شمال تک پھیل گیا۔ تجارت کی وجہ سے ہندوستانی یورپ تک پہنچے۔ سنٹرل ایشیا اور یورپ کے چھپی حصہ میں ”بی“ خون کم ملتا ہے۔ بلایک دلچسپ بات ہے کہ کیونکہ ہندوستان میں ”بی“ خون زیادہ ہے اور یہاں کی آریہ نسل کے لوگ گورے رنگ کی نسل کی ایک شاخ ہیں۔

چونکہ بنگال کی نجی ذاتیں اور صوبہ سجدہ کی جرایم پیشہ قوموں میں بھی ”بی“ خون زیادہ پایا جاتا ہے۔ آسام بہت ادور برا کے باشندوں میں ”بی“ خون کی کمی ہے اس سے یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان ہی سے ”بی“ خون پھیلا ہے۔ سیکفر لکین صاحب نے ہندوستان کے رہنے والوں میں ”بی“ خون کے پھیلنے کے متعلق جانچ کی۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ صدیوں سے ہندوستان میں موجود ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے بہت ہی قدیم باشندوں کے خون میں یہ پہلے ہی سے موجود تھا۔ ان قدیم باشندوں کی جو نسل شمالی ہندوستان میں اب بھی آباد ہے اُس کے

خون میں "بی" زیادہ ملتا ہے یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو ذاتیں اپنے میں دوسری ذات کی عورتوں یا مردوں کو خواہ پیشہ کی وجہ سے یا کسی اور وجہ کی بنا پر ملا لیتے ہیں، ان میں "بی" خون زیادہ ہے نیم انگامی۔ اور کونیک۔ ونگا و بھیلوں میں "بی" خون کم ہے۔ ڈاکٹر مزم دار نے اپنی کتاب "Handbook of Forensic Medicine" صفحہ ۸۷ پر لکھا ہے کہ جراثیم پیشہ ذاتوں کے خون کی علیحدہ علیحدہ جانچ کرنے سے پتہ چلا ہے کہ ان کے خون میں کوئی خاص فرق نہیں ہے ان میں "بی" خون اور "اے۔ بی" خون زیادہ ملتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خون میں بڑے زیادہ ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بنگال کے مسلمانوں میں "بی" خون زیادہ ہو۔ بھاتو۔ بردار اور ڈوموں کے خون کی جانچ کے نتائج ڈاکٹر مزم دار کے مطابق یہ ہیں۔

نام ذات او اے بی اے بی

بھاتو	۲۷۶۴	۲۴۶۷	۲۶۶۸	۷۶۸
کردال	۲۵۰۸	۲۲۶۶	۴۰۶۶	۱۰۶۹
ڈوم	۳۲۶۸	۲۲۶۸	۲۹۶۴	۵۶۰

ہندوستان میں "بی" خون سب ذاتوں میں موجود ہے لیکن یہ ایسی محفوظ ذاتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے جن میں خون کا میل بہت زیادہ ہوا ہے

اس لئے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہو گا کہ جرایم پیشہ ذاتیں خالص خون کی نہیں ہیں بلکہ دوسری ذاتوں کے میل سے بنی ہیں یہ بھی دلچسپ بات ہے کہ جرایم پیشہ ڈوموں میں ”اد“ خوں زیادہ اور ”اسے“ کم ہے۔

انسانی جسم کی ساخت کے علم اور خون کی جانچ کے علم کے ذریعہ جرایم پیشہ ذاتوں کے متعلق جو بھی باتیں دریافت ہوئی ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ خالص ذاتیں نہیں ہیں بلکہ ایسی ذاتوں کے میل سے بنی ہیں جن میں ”بی“ خون زیادہ تھا۔ اور یہ کہ ان کے جرایم پیشہ ہونے میں ان کے خون اور ان کی ساخت کا کوئی اثر نہیں ہے۔ ان کے خون اور جسم کی ساخت میں دوسری ذاتوں کے مقابلہ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے ان کے جرایم پیشہ ہونے کے وجوہات کچھ اور ہی ہیں۔



تیسرا حصہ

جرائم پیشہ اقوام کے قانون اور قاعدے

جرائم پیشہ اقوام کی طرح کے مجرم دنیا کے دیگر کسی ملک میں نہیں ملتے ہیں۔ ایک مصنف نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ جرم کرنے میں اسی طرح مشاق ہوتے ہیں جس طرح کہ بطخ بانی میں تیرنے میں یعنی یہ کہ از کتاب جرم کا فن سیکھنے کے لئے اُن کو کوئی خاص تربیت یا ٹریننگ پانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ سماج کے خلاف جرائم کرنا ہی ان کا پیشہ ہو جاتا ہے۔ جرائم پیشہ ذاتیں سرکار اور سماج دونوں ہی کے خلاف جنگ کا اعلان کئے ہوئے ہیں۔ ایک طرف تو حکومت کی تمام طاقتیں مثلاً پولیس، فوج، عدالت اور جیل ہیں اور دوسری طرف جرائم پیشہ ذاتیں ہیں جو عورتیں بچے اور غریب سب ہل کر جرائم کرنے میں ماہر اور کیتا ہوتے ہیں۔ حکومت کی طاقت کا جواب دہ اپنی چالاکی اور دھوکے بازی سے دیتے ہیں سزا کا خوف ان پر کوئی اثر نہیں کرتا سزا سے ان کا سدھار ہونا تو بالکل ناممکن ہے اس کا خوف ان کو مطلق اثر نہیں کرتا۔ جیل جانے کا کوئی ڈر نہیں۔ یہ لوگ درجنوں بار جیل جاتے ہیں اور پھر سزا کاٹ کراتے ہیں لیکن اُن کو اپنے

برے فعل کا کوئی احساس نہیں ہوتا۔ جیل سے واپس آتے ہی پھر جرایم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تقریباً ۷ سال کا عرصہ ہوا جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ معمولی مجرموں کا سا برتاؤ جرایم پیشہ اقوام کے مجرمین کے ساتھ کرنا کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس امر کا احساس ہو جانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ سلسلہ ۶ میں تمام جرایم پیشہ اقوام کا پہلا قانون بنایا گیا۔ فٹنر جیمس ایس گورنر جنرل کی کونسل کے صدر تھے وہ اس قانون کے بانی تھے۔ ان کے اس قانون کا منشا محض یہ تھا کہ جرایم پیشہ اقوام کے گرد ہوں کی گریسوں کو روکا جائے۔ یہ جرایم پیشہ اقوام اپنے ساتھ ہتھیار رکھتے ہیں اور ایک منظم طریقے پر جرایم کرتے ہیں۔ جرایم پیشہ اقوام کے قانون میں دو مرتبہ یعنی سلسلہ ۶ میں اور پھر سلسلہ ۷ میں ترمیمیں کی گئیں۔ ان ترمیمات کی رو سے حکومت کو جرایم پیشہ اقوام کی آمدورفت کے ذرائع اور طریقوں کو روکنے کے اختیار مل گئے۔ سلسلہ ۷ میں جو پولیس کمیشن مقرر کیا گیا تھا اُسے اس ترمیم شدہ قانون کی نکتہ چینی کی اور واقعہ بھی یہ ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے تین۔ ال بعد بھی جرایم پیشہ اقوام کے سدھار کے لئے کچھ بھی نہیں ہوا۔ لہذا اس قانون کی خامیوں کو ہٹانے کے لئے سلسلہ ۷ میں ایک بل پیش کیا گیا۔ مسٹر جینکنس نے اس بل کو ایک سیلکٹ کمیٹی کے سامنے رکھا جس کے ممبران شری گوپال کرشن گوکھلے۔ سر علی امام وغیرہ تھے جو پال کرشن گوکھلے سلسلہ ۷ میں کانگریس کے صدر رہ چکے تھے۔ سر علی امام بھی

ایک وسیع نظر انسان تھے۔ بلاوجہ کسی شخص پر بھی سختی کرنا بھلا ان کو کب منظور ہو سکتا تھا لیکن جو ترمیمات ان لوگوں نے جرایم پیشہ اقوام کے قانون میں پیش کیے اُس سے وہ قانون اور بھی زیادہ سخت ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرایم پیشہ اقوام کے کئے ہوئے جرائم میں بہت کمی ہو گئی اور کسی حد تک ان کا سدھار بھی ہوا۔ آدھر گرد اور لمبی ہوئی دونوں طرح کی جرایم پیشہ اقوام پر مزید پابندیاں عائد کی گئیں اور حکومت کو یہ اختیار دیا گیا کہ جرایم پیشہ اقوام کے سدھارے ہوئے افراد پر ان پابندیوں کا طریقہ نہ کیا جائے بلکہ ۱۹۱۹ء میں نئی ہند جیل کمیٹی جس کے صدر سر الگزنڈر کارنگھم تھے نے جرایم پیشہ اقوام کے قانون میں چند ترمیمات کئے جانے کی سفارش کی اور جرایم پیشہ اقوام کے سیٹلمنٹ آبادیوں پر بھی رائے زنی کی۔ اس کمیٹی کی سفارشات کو حکومت نے منظور کر لیا۔ ۱۹۱۹ء میں مرکزی اسمبلی میں جرایم پیشہ اقوام کی دیکھ بھال اور انتظام کا کام صوبائی حکومتوں کے سپرد کر دیا گیا۔ ۱۹۲۹ء میں سٹرکھارپرٹ نے یہ رائے دی کہ جرایم پیشہ اقوام کے تمام قانون کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا جائے۔ ان کی یہ رائے منظور ہو گئی۔ ۱۹۳۳ء تک اسی قانون میں وقتاً فوقتاً ترمیمات کی جاتی رہیں۔

جرایم پیشہ اقوام کا موجودہ قانون ۱۹۴۷ء کا چھوٹا قانون کہلاتا ہے۔ یہ تمام برطانوی ہند میں نافذ ہے۔ اس قانون کی زد سے صوبائی حکومتوں کو

یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر ان کے پاس یہ یقین کرنے کے وجوہات موجود ہوں کہ کوئی ذات یا فرقہ یا کوئی شخص یا ان کا گروہ منظم طریقہ بغیر مضامنتی جرایم کرتا ہے اور اگر صوبائی حکومت چاہے تو اپنے گزٹ میں اشتہار دینے کے بعد اس ذات - فرقہ - شخص یا اس گروہ کو یا اس کے کسی حصہ کو جرایم پیشہ قرار دے سکتی ہے صوبائی حکومت کو یہ بھی اختیار ہے کہ مشترکہ جرایم پیشہ ذات - فرقہ یا گروہ کے افراد کے نام ضلع مجسٹریٹ کے ذریعہ جہاں وہ آباد ہوں - ایک رجسٹر میں درج کر دیئے جائیں ضلع مجسٹریٹ ایسی اطلاع ملنے کے بعد جرایم پیشہ ذات فرقے یا گروہ یا اسکے کسی خاص حصہ کو یہ اطلاع دے گا کہ وہ ایک مقررہ وقت پر اس کو مقررہ مقام پر اپنے نام رجسٹر میں درج کرانے کے لئے حاضر ہوں اور اس کو وہ تمام اطلاعات مہیا کریں جو رجسٹر بنانے کے لئے ضروری ہوں اور یہ کہ وہ لوگ اپنے اپنے انگلیٹھوں اور انگلیوں کے نشانات کی چھاپ دیں۔ ضلع مجسٹریٹ کو اختیار ہے کہ وہ جس شخص کو بھی چاہے اس رجسٹر میں درج کئے جانے سے بری کر سکتا ہے۔ یہ رجسٹر ضلع کے سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس رہتا ہے جو وقتاً فوقتاً ضلع مجسٹریٹ کو اس رجسٹر میں مندرج ناموں میں تبدیلی کرنے کے متعلق اپنی سفارش بھیجتا رہتا ہے یعنی کہ فلاں شخص کا نام رجسٹر سے خارج کر دیا جائے اور فلاں کا نام درج کر لیا جائے۔ ضلع مجسٹریٹ کی اجازت کے بغیر اس رجسٹر میں

کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ جب کبھی کسی شخص کا نام اس رجسٹر میں درج
 کرنا ہوتا ہے تو اس کو اسی طرح ایک مقررہ وقت اور جگہ پر حاضر ہونے
 کے لئے ہدایت کی جاتی ہے جیسا کہ شروع میں رجسٹر بنانے کے لئے کل
 جرایم پیشہ ذات یا اس کے کسی حصہ کو دی گئی تھی۔ اگر کوئی شخص جس کا
 نام رجسٹر میں درج کیا جا چکا ہے یا رجسٹر میں درج کئے جانے کی تجویز
 پیش ہو۔ اس کا روائی کے خلاف عذر داری کرنا چاہے تو وہ ضلع
 مجسٹریٹ کے سامنے کر سکتا ہے۔ ضلع مجسٹریٹ اس کے وجوہات سننے
 کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ آیا اس کا نام رجسٹر میں درج ہونا چاہیے
 یا خارج کیا جانا چاہیے۔ ضلع مجسٹریٹ کے اس فیصلے کے خلاف کوئی اپیل
 نہیں ہو سکتی۔ ضلع مجسٹریٹ یا کسی اور بہ اختیار افسر کو جرایم پیشہ ذات
 کے کسی بھی فرد کی انگلیوں کی چھاپ لینے کا اختیار حاصل ہے۔ صوبہ کی
 حکومت کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو سرکاری گزٹ میں
 اشتہار دیکر کسی جرایم پیشہ ذات یا اس کے کسی فرد پر حسب ذیل پہلی
 یا دوسری یا دونوں ہی پابندیاں عاید کر دے کہ وہ اپنی موجودہ جائے
 رہائش کے متعلق اور اگر جب کبھی وہ اُس میں تبدیلی کریں تو اس کے
 متعلق وقتاً فوقتاً سرکاری افسران کو اطلاع دیتے رہیں۔ رجسٹری شدہ
 جرایم پیشہ ذات کا اگر کوئی آدمی اپنے رہنے کی جگہ میں تبدیلی کرے گا
 تو اس کی رجسٹری نئے ضلع کے رجسٹر میں کر لی جائے گی۔ اگر کوئی صوبائی

حکومت کسی جرایم پیشہ ذات یا اس کے حصے یا شخص کو کسی ایک مقررہ مقام پر آباد کرنا ضروری خیال کرے تو وہ اس امر کی بابت صوبہ کے سرکاری گزٹ میں اشتہار دے سکتی ہے لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسا اشتہار دینے سے قبل وہ اس بات پر غور کرے کہ وہ جرایم پیشہ ذات یا اس کے افراد کس کس طرح کے جرایم اور کن وجوہات سے کرتے ہیں یا جن کا ان پر شبہ کیا جاتا ہے موجباتی حکومت کو یہ بھی غور کرنا پڑتا ہے کہ آیا جس مقام پر جرایم پیشہ ذات یا اس کے کسی حصہ کو آباد کیا جا رہا ہے یا کام کے لیے لایا جانا مقصود ہے۔ ایسا کرنا مناسب بھی ہوگا اور یہ کہ جرایم پیشہ ذات کے لوگ اس مقام پر اپنی گذر اوقات کا کیا انتظام کریں گے۔ صوبیاتی حکومت کو ان کی نقل و حرکت اور ان کی جائے رہائش کو بدلنے پر پابندیاں عائد کرنے کا اختیار ہے دوسرے صوبوں کی رہنے والی جرایم پیشہ ذاتوں کو ان کے متعلقہ صوبیاتی حکومت کی منظوری سے ان کے صوبوں میں واپس کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کو کسی مقررہ مقام اور وقت پر حاضری دینے کی ہدایت کی جاسکتی ہے۔

صوبیاتی حکومت کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو جرایم پیشہ اقوام کے سدھار کے لئے سیٹلمنٹ قائم کر سکتی ہے جہاں ان کو کھیتی باڑی کا کام اور دوسرے گھریلو دھندے سکھائے جانے کا انتظام ہوگا۔ ایسے

سیٹلمنٹ میں کسی بھی جرائم پیشہ فرقیے یا اس کے کسی فرد کو رہنے کی ہدایت کی جاسکتی ہے لیکن ایسی ہدایت دینے سے پہلے صوبائی حکومت کو جانچ کر کے اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ سیٹلمنٹ میں رکھ کر تعلیم اور سدھار کی ضرورت ہے۔ صوبائی حکومت کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ جرائم پیشہ اقوام کے بچوں کو ان کے والدین سے علیحدہ کر کے ان کو ھیتی باڑی، دوسرے گھریلو دھندے سکھانے کے خاص اسکولوں میں رکھے جانے کا انتظام کرے۔ اس قسم کے ریفریٹری اسکولوں کے انتظام کے لئے ایک سپرنٹنڈنٹ رکھنا ضروری ہے۔ ریفریٹری اسکولوں میں رکھے جانے والے لڑکوں کی عمر ۶ برس سے زیادہ اور ۱۸ سال سے کم ہونا چاہیے صوبہ کی حکومت کو یا جس افسر کو وہ یہ اختیار دیدے سیٹلمنٹ سے کسی بھی لڑکے کو نکال لینے یا ایک سیٹلمنٹ سے دوسرے سیٹلمنٹ میں یا ریفریٹری اسکول میں تبادلہ کرنے کا پورا اختیار ہے۔ دوسرے صوبہ کی حکومت کی منظوری حاصل کر لینے کے بعد ایسے تبادلے ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ کے سیٹلمنٹوں میں کئے جاسکتے ہیں صوبائی حکومتیں جرائم پیشہ قانون کے ماتحت قواعد و ضوابط وضع کر سکتی ہیں جرائم پیشہ اقوام کا کوئی فرد اگر جبری کرانے کی اطلاع ملنے کے بعد جبری کرانے کے لئے مقررہ وقت اور جگہ پر جبری کرنے والے افسر کے رد پر حاضری ہوگا اور یا اپنے متعلق اطلاع بہم پہنچانے سے انکار کرے گا یا جان بوجھ کر غلط اطلاع دیگا یا اپنے انگوٹھے

اور انگلیوں کی چھاپ دینے سے انکار کرے گا تو اسے ۱۶ ماہ کی قید اور دوسروں کو پیسہ جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ جرایم پیشہ قوم کا اگر کوئی فرد سیٹلنٹ یا ریٹائرڈ میٹری اسکولوں میں رہنے سے انکار کرے گا یا دباؤ کے مندرجہ قواعد کی پابندی نہ کرے گا تو اس کو پہلے مرتبہ خلاف درزی پر ایک سال کی دوسرے مرتبہ دو سال کی اور تیسری مرتبہ کی خلاف درزی پر تین سال قید اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ صوبائی حکومت کے بنائے ہوئے قاعدے کی خلاف ورزی کرنے کے لئے جرایم پیشہ اقوام کی کسی فرد کو پہلی مرتبہ چھ ماہ کی قید اور دوسروں کو پیسہ جرمانہ کی سزا۔ دوسری بار کے قصور پر ایک سال کی قید اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اگر جیسٹری جرایم پیشہ ذات کا کوئی آدمی کسی مقام پر اسی حالت میں گرفتار کیا جائے گا جس سے عدالت کو اس پر چوری یا زبردستی کرنے یا اس میں شامل ہونے کا شبہ ہو تو ایسے شخص کو تین سال کی سزا اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اگر جیسٹری شدہ جرایم پیشہ قوم کا کوئی فرد کسی سیٹلنٹ یا ریٹائرڈ میٹری سے بلا اجازت یا پاس کے فرار ہو جائے گا تو اسے بغیر وارنٹ کسی بھی پولیس افسر یا کھنڈیا پنچوں کے ذریعہ گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ مجسٹریٹ کے رد پر پیش ہونے کے بعد اس فرد کو سپر سیٹلنٹ یا مخصوص رقبہ میں یا ریٹائرڈ میٹری میں رہنے کے لئے واپس بھیجا جاسکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو لے جانے کے لئے وہی قاعدے برتے جائیں گے جو معمولی قیدیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بچانے کے

لے ہیں۔ گاؤں کے کھیا اور چوکیدار کا فرض ہے کہ وہ اپنے گانوں میں رہنے والے رجسٹری شدہ آدمیوں کی دیکھ بھال کریں۔ اور اگر رجسٹری شدہ ذات کے لوگ اپنی حاضری نہ دیں یا بغیر اجازت کے یا اطلاع دیئے بغیر جھاگ جائیں تو کھیا یا چوکیدار کا فرض ہے کہ وہ اس امر کی اطلاع فوراً تھانے میں پہنچائیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کو بھی سزا دی جائیگی۔

صوبائی حکومت نے طے کیا ہے کہ جرائم پیشہ ذات کے نام جس رجسٹر میں درج کئے جائیں وہ انگریزی زبان میں لکھا ہونا چاہیئے۔ ہر ذات کے لئے علیحدہ ایک فائل ہونا چاہیئے۔ رجسٹر بنانے کی اطلاع تھانے دار کے ذریعہ دینا چاہیئے۔ اس نوٹس کی ایک نقل تھانے کے نوٹس بورڈ پر چسپاں کر دی جائیگی اور جرائم پیشہ ذات کے ہر آدمی کے پاس اس امر کی اطلاع پولیس کے سپاہی یا چوکیدار کے ذریعہ بھیجنا چاہیئے۔ سیٹلمنٹ میں رہنے والے آدمیوں کا رجسٹر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سیٹلمنٹ کے منجر کی صلاح سے تیار کرے گا۔ گانوں کی فہرست کی ایک نقل گانوں کے کھیا کے پاس بھیجنا چاہیئے۔ رجسٹری شدہ ذات یا فرقہ کے سرغنہ کا یہ فرض ہوگا کہ جیسے ہی اس کے خاندان یا ذات کا کوئی رکاہ اس سال کا ہو جائے تو وہ اس امر کی اطلاع تھانہ دار یا سیٹلمنٹ کے منجر کو دیدے اور ایسی اطلاع ملنے کے بعد تھانہ دار یا سیٹلمنٹ کا منجر اس کے رجسٹری کئے جانے یا رجسٹری سے بری کر دئے جانے کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا حکم حاصل کرے گا۔ رجسٹر میں نام درج کئے جانے کے تین سال بعد

سپرٹنڈنٹ پولیس یا ضلع مجسٹریٹ یہ جانچ کریں گے کہ آیا کسی شخص کا نام رجسٹر میں رکھا جائے یا خارج کر دیا جائے۔ جن لوگوں پر کسی مخصوص جگہ پر رہنے یا اپنی جائے رہائش کو بدلنے یا کسی دوسری جگہ چلے جانے کی اطلاع دینے کی پابندی عاید کی گئی ہو ان کو بھی ایسی پابندی عاید کئے جانے کی اطلاع پولیس کے تھانہ دار کے ذریعہ یا سرکاری ممبر کے ذریعہ دی جائے گی۔ رجسٹری شدہ ہر ایسے آدمی کو جسے اپنی موجودگی کی اطلاع دینے کی ہدایت کی گئی ہو، خواہ وہ کہیں بھی ہو اپنی حاضری کی اطلاع صبح یا شام گزردہ شوپس ہے تو تھانہ پر جا کر اور اگر گاؤں میں ہے تو چوکیدار یا لکھیا کے پاس جا کر دینا ہوگی۔ اگر وہ سیٹلنٹ میں رہتا ہے تو حاضری سیٹلنٹ کے منبر کے پاس لکھنا ہوگی۔ اگر رجسٹری شدہ شخص کو رات میں اپنے مکان سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے تو اسے حاضری دینے کے لئے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی عورت پر حاضری دینے کی پابندی عاید کی گئی ہو تو وہ اپنی حاضری کی اطلاع اپنے گھر کے کسی مرد کے ذریعہ بھیج سکتی ہے۔ اگر بیماری کی وجہ سے کوئی ایسا شخص حاضری خود جا کر نہیں دے سکتا ہے تو اس کو اپنی بیماری کی اطلاع فوراً چوکیدار یا تھانہ دار کے پاس بھیجنا چاہیئے۔ سپرٹنڈنٹ پولیس اگر مناسب خیال کریں تو وہ جرائم پیشہ ذات کے رجسٹری شدہ کسی آدمی کو تھانہ میں اپنے رد بدلہ یا کسی برائے نامہ دار کے سامنے پیش ہونے کا حکم دے سکتے ہیں۔

رجسٹری شدہ جرایم پیشہ قوم کا اگر کوئی آدمی اپنی جائے رہائش تبدیل کرنا چاہتا ہو تو وہ اس امر کی بابت اپنے متعلقہ تھانہ میں اطلاع دے گا۔ جہاں سے اسے اس پر پابندی عاید کئے جانے کے اشتہار کی ایک نقل ملے گی اور اس کی ایک نقل اس کے نئے پتے کے تھانے پر بھیج دی جائے گی۔ روانہ ہونے سے پہلے وہ سیٹلمنٹ کے افسر تھانہ دار یا لکھیا کے سامنے حاضر ہوگا اور اپنے علم کی نقل پر اپنی روانگی کی تاریخ اور وقت لکھائے گا پھر اسے اپنے نئے پتہ پر پہنچنے کے ۲ گھنٹے کے اندر وہاں کے تھانہ دار کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دینا ہوگی اشتہار کی نقل بھی تھانہ میں داخل کرنا ہوگی اگر وہ اپنے نئے پتہ پر ایک ہفتہ کے اندر کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے تو اس کی اطلاع بھی اُس تھانے کے ہر تھانے دار کو جہاں اس نے رات بسر کی ہے دیگا۔ اگر کوئی شخص ایک رات کے لئے بھی اپنے گھر سے باہر رہنا چاہے تو اسے اپنے گاہوں کے لکھیا کو اپنی روانگی اور واپسی کی اطلاع دینا ہوگی۔ اور جس مقام پر وہ گیا ہو وہاں کے تھانہ دار یا لکھیا کو اپنی آمد اور روانگی لکھانا پڑے گی۔

جرایم پیشہ قوم کا کوئی شخص جس کے آباد ہونے کا رقبہ مقرر کیا جا چکا ہے اُسے روزانہ شام کو اپنی حاضری ایسے افسر کے سامنے دینا پڑے گی جسکو ضلع کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اس کام کے لئے تعینات کیا ہو۔ اگر جرایم پیشہ ذات کا کوئی آدمی سیٹلمنٹ میں بھرتی کیا جا چکا ہے تو اسے روزانہ شام

کو اپنی حاضری ٹیلنٹ کے نیجر کے سامنے لکھاتا ہوگی۔ اگر کسی آدمی کو کسی ضروری کام سے ٹیلنٹ سے باہر یا مقررہ رقبہ کے باہر جانا ہو تو اسکو مناسب وجوہات بتانے پڑتھیں اور اس روز کے لئے اسٹیلنٹ کا نیجر ایک ماہ تک کی خصت دلیکتا ہے۔ اس سے زیادہ وقت کے لئے چھٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس دے سکتا ہے۔ اسی چھٹی کے لئے ان افسران سے پاس ملتے ہیں۔ ٹیلنٹ میں بھرتی کئے ہوئے لوگوں کو جنھیں بازار میں سودا خریدنا یا بیچنا ہو یا جو ٹیلنٹ سے باہر کام کرتے ہوں اپنے نیجر سے کام کر کے پاس "یا بازار پاس" مل سکتے ہیں۔ ٹیلنٹ سے جن لوگوں کو خارج کو دیا گیا ہو۔ ان کو بھی پابندیاں ہٹائے جانے کا پاس ملتا ہے۔ ٹیلنٹ میں رہتے والے ہر شخص کی ہر تیسرے سال پولیس سپرنٹنڈنٹ۔ ضلع مجسٹریٹ اور ٹیلنٹ کے نیجر کے ذریعہ جانچ کی جاتی ہے۔ ان افسران کی مدد میں اس عرصہ میں جس شخص نے نیک چلن اور محنتی ہونے اور اپنی ایمانداری کا ثبوت دیا ہے اسے شرطوں کے ساتھ یا غیر مشروط طور پر ٹیلنٹ سے بری کیا جاسکتا ہے۔

ٹیلنٹ اور اسکولوں کا انتظام ہیکلیشن افسر کے سپرد ہے وہ خود یا کسی پولیس افسر کے ذریعہ ٹیلنٹ اور اسکولوں کا معائنہ کر سکتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔ ٹیلنٹ کا انتظام ایک نیجر کے سپرد ہے۔ نیجر کی غیر موجودگی میں نائب نیجر یہ فرض انجام دیتا ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اپنے ضلع کے ٹیلنٹوں کی نگرانی کرتے

ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ڈپٹی کلکٹر اور پولیس کے
 محکمہ ایڈمنسٹریشن سرکاری طور پر سیٹلنٹ کا سائنہ کر سکتے ہیں۔ سیٹلنٹ
 کا نیچر یہ طے کر گیا کہ جو اہم پیشہ ذات کے لوگ جو اس کے سیٹلنٹ میں
 رہتے ہیں۔ کون کون سے جانور پال سکتے ہیں۔ سیٹلنٹ میں شراب
 پینے اور دنگا فساد کرنے کی ممانعت ہے۔ ۶ سال سے ۱۲ سال تک
 کے لڑکوں کے لئے تعلیم لازمی ہے۔ حاضری کے لئے جب کسی کو
 ہدایت کی جائے تو اسے حاضر ہونا لازمی ہے۔ سیٹلنٹ میں رہنے
 والوں کے لیے نیچر قائم کرنا ضروری ہے۔ جن کی پابندی وہاں کے
 ہر رہنے والے کے لئے کرنا لازمی ہے۔ نیچر کا فرض ہے کہ وہ سیٹلنٹ
 میں رہنے والے ہر شخص کے لیے کام مہیا کرے اور اس کی گذراوقات
 کا انتظام کرے۔ سیٹلنٹ کے ہر باشندے کے لئے لازمی ہے کہ
 جو کام نیچر پر درکار ہے وہ اُسے پورا کرے۔ مزدوری کام کے لحاظ
 سے دی جائے گی۔ سیٹلنٹ کے کسی بھی شخص سے جو ۱۵ سال کی عمر
 سے زیادہ ہو ایک ہفتہ میں ۴۵ گھنٹے سے زیادہ کام نہیں لیا جاسکتا
 ہے اور ۱۲ سال سے ۱۵ سال کی عمر کے لڑکوں سے ایک ہفتہ میں ۳۰
 گھنٹے سے زیادہ کام نہیں لیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی شخص کی آمدنی اس کے
 اخراجات سے زیادہ ہوگی تو اس کی بچت کارڈ پر نیچر کے ذریعہ
 ڈاک خانہ یا بینک میں جمع کر دیا جائے گا۔ یہ روپیہ نیچر کی اجازت کے

بغیر نہیں نکالا جاسکتا ہے۔

سیٹلنٹ کا منیجر سیٹلنٹ کے قاعدوں کی خلاف ورزی کے لئے بالغ شخص کو حسب ذیل سزا دے سکتا ہے۔

(۱) تنبیہ کرنا۔

(۲) جرمانہ کرنا۔

(۳) ایسے لوگوں کے لئے جن کی رجسٹری رد ہو گئی ہو یا کسی کو برٹش کا پاس مل گیا ہو تو اس کے خلاف پھر سے کارروائی کئے جانے کی سفارش کرنا۔

(۴) ۷۲ گھنٹے تک کوٹھری میں بند کرنا۔

(۵) دوسرے سیٹلنٹ میں تبادلہ کئے جانے کی سفارش کرنا۔

(۶) دفعہ ۲۲ کے ماتحت چالان کرنا۔

لڑکوں کے لئے سزا

(۱) تنبیہ کرنا۔

(۲) جرمانہ کرنا۔

(۳) ۱۵ بیدنگ مارنے کی سزا۔

(۴) ۷۲ گھنٹے تک کوٹھری کی سزا۔

(۵) دوسرے سیٹلنٹ میں تبادلہ کرنا۔

(۶) رجسٹری کے لئے درخواست کرنا اور دفعہ ۲۲ کے ماتحت چالان کرنا۔

لڑکیوں کے لیے سزا

(۱) جغیہ کرنا

(۲) جرمانہ کرنا

(۳) دوسرے سیٹلنٹ یا اسکول میں تبادلہ کرنا۔

(۴) رجسٹری کے لئے درخواست کرنا اور دفعہ ۲۲ کے ماتحت چالان کرنا۔

پولیس تھانہ دار یا اس سے بڑے افسر کو رجسٹری شدہ جرائم پیشہ ذات کے کسی بھی شخص کے مکان کی تلاشی لینے کا اختیار حاصل ہے۔ پولیس سپرٹنڈنٹ کی اجازت سے تھانہ دار یا اس سے بڑا پولیس افسر جرائم پیشہ قوم کے کسی بھی آدمی کے مکان کی تلاشی لے سکتا ہے۔ جرائم پیشہ ذات کے لوگوں سے ساج کو کس قدر نقصان پہنچتا ہے۔ اس کا عٹیک بہت نہیں چل سکا ہے اس کی وجہ یہ ہیں کہ جرائم پیشہ ذات کے لوگ جرم کرنے میں بہت ہی ہوشیار ہوتے ہیں وہ اپنا کام اتنی چالاکي سے کرتے ہیں کہ ان کے گرفتار ہونے کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ بوریہ تو چوری کرنے میں اس قدر شائق ہوتے ہیں کہ شاید ہی کبھی وہ جرم کرنے کے دوران میں پکڑے گئے ہوں صوبہ میں جس قدر جرائم ہوتے ہیں اُن سب میں سے بہتوں کی تو پولیس میں رپورٹ بھی نہیں کرائی جاتی اور جن جرائم کی رپورٹ پولیس

جاتے ہیں۔

۱۹۳۸ء ————— ۱۳۸۳ واقعات کی رپورٹ لکھی گئی اور
مقدمات قائم کیے گئے۔

۱۹۳۹ء ————— ۱۵۲۵ " " " " " "

۱۹۴۰ء ————— ۱۳۵۷ " " " " " "

۱۹۴۱ء ————— ۹۸۹ " " " " " "

۱۹۴۲ء ————— ۱۰۱۰۰ " " " " " "

۱۹۴۳ء ————— ۱۱۳۳ " " " " " "

پولیس کی ہر سالانہ رپورٹ میں اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ جرایم
پیشہ ذاتوں کے لوگ اس سے زیادہ جرایم کے ذمہ دار ہیں۔ اس کے
علاوہ محکمہ پولیس کا خیال ہے کہ جرایم پیشہ اقوام کے قانون کی اب
ضرورت باقی نہیں ہے۔ اس کے بجائے اب عادی قیدیوں کا قانون
بنایا جائے۔

جرم کرنے کی وجوہات۔ جس زمانے میں پہلی بار جرایم پیشہ اقوام
کا قانون بنایا گیا تھا اس وقت اٹلی کے ایک مشہور مصنف لامبرٹو
"Mammola" نے جرایم کے تعلق ایک کتاب شائع کی
تھی۔ اس نے اٹلی اور آسٹریا کے بہت سے ملکوں کے جیل خانوں
میں قیدیوں کا معائنہ کیا تھا اور ان کے جسم کے مختلف اعضا کی

ساخت کی جانچ کی تھی اور وہ اس نتیجہ پر پہونچا کہ جرم کرنے والے آدمی ایک مخصوص ساخت کے ہوتے ہیں۔ ان کی جسمانی بناوٹ کا مطالعہ کر کے یہ بتایا جاسکتا ہے کہ اس میں جرم کرنے کی اہلیت ہے بھی یا نہیں۔ اسکا یہ بھی خیال تھا کہ جسمانی ساخت کے اعتبار سے جن لوگوں میں جرم کرنے کی اہلیت موجود ہے وہ تمام زندگی جرم کرتے رہیں گے۔ ان کا کسی بھی طریقہ پر سدھار کرنا ناممکن ہے۔ خیال یہ ہے کہ جن لوگوں نے جرائم پیشہ اقوام کا قانون بنایا تھا وہ لوگ لائبرٹسو "Lombroso" کے خیالات کے حامی تھے اور شاید وہ بھی یہ یقین کرتے رہے ہوں کہ جرائم پیشہ قوم کے لوگ اپنی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے ایسے مجرم ہیں جنکا سدھار کرنا ناممکن ہے اس لیے اس سخت قانون کے ذریعہ ان کو قابو میں لانے کی کوشش کی گئی "Lombroso" کی رائے کے لوگ اب حامی نہیں ہیں کیونکہ وہ صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ گورنگ

"نہنڈو" نے انگلستان کے قیدیوں اور بہت سے عام آدمیوں کے جسمانی اعضا کی جانچ اور پیمائش کی۔ وہ اس نتیجہ پر پہونچا کہ مجرم اور غیر مجرم آدمی کی ساخت میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہوتا۔ پہلے یہ بھی خیال تھا کہ جرم کرنے والے کی عقل میں کچھ فتور ہوتا ہے اور جرم کرنے والے اکثر کم عقل ہوتے ہیں لیکن مطالعہ کرنے پر یہ رکے بھی غلط ثابت ہوئی۔ پیشتر ڈاکٹروں کے ذریعہ سپاہیوں کی عقل کی

تیزی کا بھی امتحان ہوتا ہے۔ اس جانچ سے جو نتیجہ نکلا وہ جیل خانہ میں رہنے والے قیدیوں کی ذہنیت کی جانچ کے نتیجہ سے بالکل ملتا جلتا تھا۔ اس وجہ سے غیر ملکوں میں جرم کرنے کے جو وجوہات غلط ثابت ہو چکے ہیں وہ جرایم پیشہ اقوام کے لئے بھی غلط ہوں گے۔ ہندوستان میں بھی جرایم پیشہ اقوام کے لوگوں کی جسمانی ساخت کی جو پیمائش اور جانچ کی گئی اُس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ عام آدمیوں کی جسمانی ساخت سے مختلف نہیں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کن کن وجوہات سے جرایم پیشہ ذات کے لوگ جرم کرتے ہیں۔ اس کے متعلق ابھی تک کوئی جانچ نہیں کی گئی ہے۔ ایسا کرنا بہت لازمی ہے۔ جن وجوہات سے ایک معمولی شخص جرم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور سماج کے خلاف نفرت اور بدلہ لینے کے خیالات اس میں پیدا ہوتے ہیں، وہی وجوہات جرایم پیشہ اقوام کے لیے بھی صادق آتے ہیں جرم کرنے والا آدمی سماج میں اپنا نباہ نہیں کر سکتا اس کا ذاتی مفاد اور سماج کا، مفاد ایک دوسرے کے خلاف ہوتا ہے اس لیے وہ اپنے ذاتی مفاد کے لیے سماج کے خلاف جانے پر مجبور ہوتا ہے۔ جرایم پیشہ اقوام بھی اسی طرح سماج میں اپنا گزارہ نہیں کر پاتی ہیں۔ اس لیے اپنے مفاد کو پورا کرنے کے لئے وہ سماج کو نقصان پہنچاتی ہیں وہ سماج کو اپنا دشمن سمجھتی ہیں۔

انکے جرمِ سرِ نکاح کوئی ایک ہی سبب نہیں ہوتا۔ ملزم سماجی اور اقتصادی مشکلات میں پڑ کر حالات کا ایسا شکار ہو جاتا ہے اور اپنی گذر اوقات کے لیے جرم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اپنی مرضی کے خلاف بھی اُسے جرم کرنا پڑتے ہیں۔ یہی بات جرایمِ پیشہ اقوام پر بھی صادق آتی ہے۔ اقتصادی وجوہات ان کی غریبی اور بیکاری ہیں۔

غریبی جرایمِ پیشہ ذات کے لوگوں اکثر بہت غریب ہوتے ہیں انکی مالی حالت حد سے زیادہ خراب ہوتی ہے انکے پاس نہ کھانے کے لئے خوراک پہننے کے لئے کپڑا اور نہ رہنے کے لئے مکان ہی ہوتے ہیں۔ ان کے پاس کھیت اور زمین نہیں ہیں جن کے ذریعہ وہ محنت کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکیں۔

بیکاری۔ جرایمِ پیشہ ذاتوں کے آدمیوں کے پاس زیادہ تر کوئی کام کرنے کے لئے نہیں ہے وہ بیکاری کے شکار ہیں ان کی زمینوں پر دوسروں نے قبضہ کر لیا ہے۔ چھوٹے موٹے گھریلو دھندے جو وہ کرتے تھے اب بھی ہیں وہ ان کی گذر اوقات کے لئے بالکل ناکافی ہیں جو دھندے وہ کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ مزدوری کرنا۔ ریشمی پائنا ان کا چراتنا۔ جنگل سے چڑیاں پکڑنا۔ ڈیا اور ٹوکریاں بنانا۔ رتی بنانا شہد۔ ٹھٹھی اور جڑی بوٹی اکٹھا کرنا۔ یہ دھندے ان کی گذر اوقات کے لئے کافی نہیں ہیں۔ بیکاری اور غریبی کا یہ حال ہے کہ انکی عورتوں کو

بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ جیسے ناچنا۔ گانا بجانا اور اکثر نڈی کا پیشہ بھی کرتی ہیں۔

سماجی وجوہات۔ ہندو مذہب میں یہ جرائم پیشہ ذاتیں سب سے نیچی یا دبی ہوئی ہیں۔ نیچی ذاتوں کو ہرچن بھی کہتے ہیں۔ ہرچن ذاتیں زیادہ تر جرائم پیشہ ہیں۔ ہرچنوں میں بھی سب سے زیادہ نیچی ذات ڈوم ہر ہرچن ذاتیں ساجک یا بندیلوں کا بڑا شکار ہیں۔ ان کو بندروں میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ دوسری ذات والوں کے ساتھ کھانا پینا تو دور رہا ساتھ میں اٹھنا۔ بیٹھنا اور ان کو چھونا بھی ممنوع ہے ان کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ساج ان سے نفرت کرتا ہے اس لئے یہ بھی ساج کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں۔

اس میں سے کچھ ذاتوں کے پاس اپنے دھندے کرنے کے لئے تھے لیکن کچھ دھندوں سے وہ کام اُن سے چھین گئے۔ بنجارے پیشہ فوج کا سامان ڈھونڈتے تھے۔ لیکن اب یہ کام اُن کے پاس نہیں ہے اور دوسرے پیشے میں وہ پوری طور پر جہم نہیں پائے ہیں۔ کچھ جرائم پیشہ ذاتیں اس طرح وجود میں آئی ہیں کہ کسی زمانے میں ان کے آباؤ اجداد میں سے کسی کو سماجی تصور کی بنا پر ذات یا ساج سے باہر نکال دیا گیا تھا۔ اس وقت سے وہ اور انکی اولاد نے اپنی گذر اوقات کے لیے جرم کرنے کا پیشہ اختیار کر لیا۔

گیتا میں لکھا ہے کہ ہر شخص کو اپنا دھرم پالنا چاہئے خواہ اس کے راستے میں کتنی ہی دشواریاں کیوں نہ ہوں۔ جرائم پیشہ افراد بھی اسی مقولے کو اپنے سامنے رکھ کر کہتی ہیں کہ جرم کرنا ہی ان کا پرانا دھرم ہے۔ اور اسی سے وہ اپنا گذر اوقات کرتی ہیں خواہ ان کے راستے میں کتنی ہی دشواریاں حائل کیوں ہوں اور ان کو کتنی ہی سخت سزائیوں نہ دی جائے۔ جرم کرنے میں یہ لوگ ماہر ہو گئے ہیں۔ یہ ہنر بیٹے کو باپ سے ترکے میں ملتا ہے۔ جس میں وہ بہت ہی ہوشیار اور ماہر ہو جاتا ہے۔ ہر ذات عام طور پر ایک ہی طرح کا جرم ایک ہی طریقہ پر کرتی ہے۔ جرائم پیشہ ذات کے لوگ عموماً ان پڑھ و جاہل لیکن اپنے مذہب اور دھرم کے بچتے ہوتے ہیں۔ بھوت۔ پریت۔ ٹونہ جادو۔ شگون۔ بدشگون کو مانتے ہیں یہ لوگ بہت ہی جلد باز ہوتے ہیں۔ ہر کام کا فوری نتیجہ چاہتے ہیں کھیتی باڑی اس وجہ سے ناپسند کرتے ہیں کیوں کہ اس میں محنت کا پھل زیادہ دنوں کے بعد ملتا ہے کھیتی اگر کرتے ہیں تو ایسی فصل کمر جو جلد ہی کاٹی جاسکے۔ ماہواری تخرابہ کی نوکری انھیں ناپسند ہے اگر مزدوری کریں گے تو روزانہ مزدوری پانا پسند کرتے ہیں جرم کرنا اسی وجہ سے پسند کرتے ہیں کہ اس کا فائدہ فوراً ہی ہاتھ لگ جاتا ہے۔ ان کی نچایت میں عموماً سن رسیدہ اور بوڑھے آدمی ہوتے

ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ ان کی ذات اپنے ہی پیشہ پر قائم رہے اور نہ اس کو بدلے۔ یہ پنچائیتیں بہت ہی با اثر ہوتی ہیں۔ ان کے خلاف کوئی شخص جانے کی ہمت نہیں کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کا اگر کوئی آدمی سدھار کے لئے پر آتا بھی چاہے تو وہ سدھار نہیں سکتا۔ کسی ملزم کو سدھارنے کے لئے جو طریقے استعمال کئے جاتے ہیں وہی طریقے جرائم پیشہ ذات کو سدھارنے کے لئے کام میں لائے جاسکتے ہیں۔ ملزم کو گرفتار کرنا اور عدالت کے ذریعہ اس کو سزا دلوانا بہت ضروری ہے۔ جرائم پیشہ ذات کے لوگوں کے ساتھ یہی کارروائی عمل میں لانا چاہیے۔ لیکن اس کے علاوہ ان کی سماجی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنانا بھی بہت ضروری ہے جس کے بغیر ان کی کارروائیوں کو روکنا آسان نہیں ہے۔ ان کی بیکاری کو دور کرنا چاہیے۔ ان کی گزراوقات کے لئے کام مہیا کرنا چاہیے۔ انکی تعلیم اور رہنے کے مکانات کا انتظام ہونا چاہیے۔ ان کے دقیا کو سی خیالات اور عقیدوں کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ انکی پنچایتوں کے اثر کو ختم کرنا پڑے گا تب ہی جرائم پیشہ ذاتوں کا سدھار کیا جاسکتا ہے۔

ذات کی تنظیم

ہر ایک ذات میں ایک ایسی تنظیم ہوتی ہے جو ذات کے ہر شخص کو ذات کے اصولوں اور قاعدوں کی پابندی کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ادنیٰ ذاتوں میں جیسے کہ برہنہ - چھتری - اور ویش میں یہ تنظیم محض براے نام ہی ہوتی ہے لیکن دوسری ذاتوں میں ایسی ایک بااثر تنظیم ہوتی ہے جو ذات کے افراد کو ذات کے اصولوں پر چلنے پر مجبور کرتی ہے۔ اس تنظیم کو نچایت کہتے ہیں۔ نچایت کے اختیارات ہر ذات میں جدا جدا ہوتے ہیں لیکن تقریباً ہر ایک نچایت کو ذات کے چھبڑوں کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ ذات کے خلاف جو جرم کئے گئے ہوں ان کی جلیج پھرنا اور مجرم کو سزا دینا نچایت کا فرض ہے۔ ذات کے اصولوں یا قاعدوں کے مطابق جن کاموں کے کرنے یا نہ کرنے کی اجازت دینے کا اختیار نچایت کو حاصل ہو ان کاموں کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق اجازت دینا نچایت کا فرض ہے۔

کچھ باتیں تو تمام نچایتوں کے لئے عام ہوتی ہیں لیکن نچایت کی حکومت پوری ذات پر اکثر نہیں ہوتی بلکہ اس کی حکومت صرف اس ذات یا اس ذات کے اس فریق یا اس کے حصے تک محدود

ہوتی ہے جس کے اندر آپس میں شادی بیاہ ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص دوسرے شخص کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے تو یقینی وہ اس کا بنایا ہوا کھانا بھی کھا سکتا ہے اور وہ دونوں ہی ایک نچایت میں بیٹھ سکتے ہیں۔ اس لئے ایک ذات میں کئی نچایتوں کا ہونا ممکن ہے۔ نچایت کا اختیار ذات کے صرف اُسی حصہ پر ہوتا ہے جس کے افراد آپس میں شادی بیاہ کر سکتے ہیں لیکن نچایت کا اختیار سماعت اس سے زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ نچایت تمام ذات کے لئے نہیں ہوتی اور نہ اُس کا اختیار سماعت کسی جگہ تک محدود ہوتا ہے بلکہ نچایت تو برادری کی ہوتی ہے۔ سب نچایتوں کے اختیار سماعت یکساں نہیں ہوتے۔ کچھ نچائیں صرف ایک ہی گانوں کے لئے اور کچھ ایک گروہ کے لئے ہوتی ہیں۔ شہروں اور قصبوں میں تو ایک ہی فراتے میں کئی کئی نچائیں ہوتی ہیں۔ نچایتوں کی حد کو الاق جوآر۔ ٹارٹ۔ چٹائی۔ جوگول۔ کہتے ہیں۔ یہ نچائیں خود مختار ہوتے ہوئے بھی دوسری نچایتوں کے فیصلوں کو مانتی ہیں۔ نچایت کے معنی ہیں پانچ آدمی۔ لیکن یہ کتنا ٹھیک نہ ہو گا کہ ہر ذات نچایت میں پانچ ہی آدمی ہوتے ہیں۔ شاید ہی کسی نچایت میں پانچ آدمی ہوتے ہوں نچایت کے معاملات پر بولنے اور اسے دینے کا حق برادری کے ہر بالغ آدمی کو ہوتا ہے۔ نچایت کے بچوں کو تمام برادری چنتی ہے۔ ہر ذات

کی پنچایت کے اصولوں میں کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے۔ لیکن ایک خاص فرق یہ ہے کہ مستقل ہیں یا عارضی مستقل پنچایت کی شناخت یہ ہے کہ پنچایت کا کم سے کم ایک بیج یا ادھیکاری مستقل ہو۔ اُس کا فرض ذات کے خلاف سرجم کی اطلاع دینا اور پنچایت کی بیٹھک بلا ہوتا ہے۔ پنچایت کی بیٹھک میں یہی شخص صدر ہوتا ہے۔ عارضی پنچایت میں ایسا کوئی ادھیکاری یا بیج نہیں ہوتا۔ اور جب کوئی معاملہ درپیش آتا ہے تو برادری صرف اُسی خاص معاملے کو طے کرنے کے لیے ایک پنچایت چن لیتی ہے۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ مستقل پنچائیتیں صرف پنجی ذاتوں میں ہیں یا ایسی ذات میں ہیں جو کسی خاص کام یا پیشے میں لگی ہوئی ہیں اور پنجی ذاتوں میں یا تو پنچایت ہوتی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو عارضی پنچایت ہوتی ہے۔ جرایم پیشہ ذاتیں عام طور پر پنجی ذات کی ہیں یا ان کا اپنا کوئی خاص پیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے جرایم پیشہ ذاتوں میں مستقل پنچایت ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل جرایم پیشہ ذاتوں میں مستقل پنچائیتیں ہیں:

- (۱) اہیٹریہ۔ بہلیہ۔ بنجارہ۔ گیدھیہ۔ سالیہ۔ قلندر فقیر۔ یہ ایسی ذاتیں ہیں جن کا اپنا کوئی خاص پیشہ ہے۔
- (۲) کھٹک۔ یہ ذات تجارت سے تعلق رکھتی ہے۔

(۳) گوجر-بھڑ-ڈوم-دوسادھ-کنھڑ-سہار-نٹ اور پاسی- یہ پنج ذاتیں ہیں اور ان کا کوئی اپنا مخصوص پیشہ یا یو پار نہیں ہے۔

پنجایت کا صدر سر پنچ کہلاتا ہے۔ اس کو اکثر چودھری-پردھان-مہتو-جمدار-تختہ مقدم-بادشاہ-مہتر-مہیتی-ساکی-وغیرہ کے نام سے بھی پکارتے ہیں بعض ذاتوں میں سر پنچ کا انتخاب ہوتا ہے اور بعض ذاتوں میں یہ عہدہ پشتینی یا خاندانی ہوتا ہے۔ اگر سر پنچ انتخاب کے ذریعہ مقرر کیا جاتا ہے تو بھی وہ شخص اپنی زندگی بھر اس عہدے پر معمور رہتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد ہی نیا چناؤ کیا جاتا ہے۔ کچھ ذاتوں میں سر پنچ کے علاوہ ایک یا دو اور عہدوں کے لیے بھی آدمی چنے جاتے ہیں جو نائب سر پنچ منصف-داروغہ یا دیوان-مختار-چویدار-چھڑی دار-داڑی-سپاہی یا پیادہ وغیرہ کہلاتے ہیں۔ ایسی صورت میں جب کہ سر پنچ کا عہدہ پشتینی ہوتا ہے تو اس کے مرنے کے بعد اس کا بڑا لڑکا بشرطیکہ وہ نیک چلن ہو اور صحیح و سالم دماغ رکھتا ہو۔ سر پنچ مقرر کیا جاتا ہے۔ اگر سر پنچ کے کوئی بیٹا نہ ہو یا اگر وہ اس عہدے کے نااہل ہو تو یہ عہدہ اس کے دوسرے وارث کو ملتا ہے۔ یا اس کے خاندان کے کسی دوسرے قابل شخص کو اس عہدے کے لئے منتخب کر لیا جاتا ہے۔ اگر سر پنچ کا لڑکا نابالغ ہو تو اس کی نابالغی کے زمانے کے لئے اس کے کسی رشتہ دار کو اس کی جگہ پر کام کرنے کے لئے مقرر کر دیا جاتا ہے۔

بعض ذاتوں میں پنچایت کے فیصلہ کو نابالغ سرپنچ کے منہ ہی سے
 کہلواتے ہیں۔ نئے سرپنچ کے سر پر لگڑی باندھی جانی ہے پنچایت
 کی بیٹھک تین موقعوں پر بلائی جاتی ہے۔ (۱) برادری کے بھوج یا
 دعوت کے موقع پر (۲) کسی خاص معاملہ پر غور کر لے کے لیے (۳)
 مقررہ موقعوں پر برادری کے بھوج یا دعوت کے موقع پر اگر کسی شخص
 کو کوئی شکایت کرنا منظور ہو تو وہ کھڑے ہو کر پنچوں کے سامنے اپنی
 شکایت پیش کرتا ہے۔ پنچایت اپنا فیصلہ دیتی ہے۔ لیکن بیاہ شادی
 کے موقعوں پر عموماً جھگڑے والے معاملات بہت کم اٹھائے جاتے ہیں۔
 کیونکہ کسی خوشی کے کام میں ایسی رخصت اندازی کو پنچایت پسند نہیں کرنی
 ہے۔ سرپنچ اگر خود چاہے یا برادری کے لوگوں کے کہنے پر پنچایت
 کی بیٹھک بلا سکتا ہے۔ بعض ذاتوں میں پنچایت کی بیٹھک پہلے یا
 تہوار کے موقع پر بلانے کا رواج ہے۔ پنچایتوں میں کام کرنے کے
 طریقے عدالتوں سے ملتے جلتے ہیں۔ سب سے پہلے ملزم پر الزام
 لگایا جاتا ہے اور ملزم سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا وہ قصور وار ہے
 یا نہیں۔ جرم کا اقبال کر لینے کی صورت میں اُسے فوراً سزا کا حکم سنایا
 جاتا ہے اگر وہ اپنے کو بے گناہ بتاتا ہے تو دونوں طرف کی گواہی اور ثبوت
 فراہم کیا جاتا ہے دونوں طرف کی بحث سننے کے بعد پنچایت اپنی رائے
 دیتی ہے اور پھر اپنا فیصلہ صادر کرتی ہے۔ تمام کارروائی زبانی ہوتی ہے

پنچایت اور برادری کا ہر آدمی موقع پر کی گواہی اور ثبوت کے علاوہ اپنی ذاتی معلومات اور رائے کو بچوں کے سامنے پیش کرنا ہے کچھ ذاتوں میں پنچایت کا فیصلہ مستفق ہونا چاہیے اور کچھ ذات پنچایتوں میں اکثریت کا فیصلہ ہی مان لیا جاتا ہے۔ سزا بھی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ اگر کسی درجہ سے ملزم کو فوراً ہی سزا نہیں دی جا سکتی ہے یا وہ سزا کو منظور نہیں کرتا تو اس کو ذات سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اور جب وہ پنچایت کی دی ہوئی سزا کو کاٹ لیتا ہے تو پھر اس کو ذات میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ پنچایت کے سامنے نیچے لکھے ہوئے جرائم کے معاملات پیش ہو سکتے ہیں۔

(۱) ذات کے کھانے پینے کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنا۔

(۲) ذات کے شادی بیاہ کے قاعدوں کی خلاف ورزی کرنا جیسے کہ

(الف) کسی دوسرے کی بیوی کو چھسلا نایا اس کے ساتھ بھلنی کرنا۔

(ب) کسی بدچلن عورت کو یا کسی دوسری عورت کو داغہ بنا کر رکھنا۔

(ج) شادی کرنے کا وعدہ کر لینے کے بعد شادی نہ کرنے سے انکار کرنا۔

(د) شادی ہو جانے کے بعد گونا گونا گونا گویا لڑکی کو سسرال نہ رخصت کرنا۔

(۴) بیوی کو چھوڑ دینا اور اس کو گزارہ نہ دینا۔

(۵) پنچایت کی اجازت کے بغیر کسی بیوہ سے شادی کرنا۔ اس کے

لئے پنچایت کی اجازت لینا ضروری ہے۔

(۳) برادری کو بھوج یا دعوت دینے کے موقع پر کسی قاعدے کی پابندی نہ کرنا۔

(۴) برادری کے کسی کام یا بیوپار سے متعلق کسی قاعدے کی خلاف ورزی کرنا۔

(۵) زندہ جانوروں کہ جان سے مار ڈالنا جیسے۔ گائے۔ بندر۔ بلی۔

(۶) برہمنوں کی بے عزتی کرنا۔

(۷) مارپیٹ کے معاملات یا قرض کے متعلق جھگڑے جنھیں فوجداری یا دیوانی کی عدالتوں میں جانا چاہیے۔

(۸) دیوانی یا فوجداری کے مقدمے جن کا فیصلہ کسی عدالت سے ہو چکا ہو۔ اُن کا پھر سے پنچایت کے سامنے پیش ہونا۔

عدالتی معاملات کے علاوہ تمام دوسرے جھگڑوں کا فیصلہ عام طور پر سب پنچائیتیں کرتی ہیں لیکن ضلع مراد آباد کے کنجڑ نٹ اور سانسہ کی پنچائیتیں ہر طرح کے معاملوں کو طے کرتی ہیں۔ پنچائیتیں نیچے لکھی ہوئی سزائیں دیتی ہیں۔

(۱) جرمانہ

(۲) برادری یا برہمنوں کو بھوج یا دعوت دینا۔

(۳) ذات سے کچھ عرصہ کے لیے یا ہمیشہ کے لیے باہر نکال دینا۔

(۴) بعض قصوروں کے لیے بھیک مانگنے۔ تیرتھ یا ترا کرنے اور دوسرے طریقوں سے پشندہ کرنے کی سزا دی جاتی ہے۔ پنیر کچھ تھوڑا کے لیے مار پڑتی تھی لیکن اب ایسی سزا بہت کم دی جاتی ہے۔ جرمانہ کی رقم کی مٹھائی یا شراب منگوائی جاتی ہے جو برابر دی بھر میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اگر جرمانہ کی رقم زیادہ ہوتی ہے تو اس کا کچھ حصہ کھاد وغیرہ پر صرف کیا جاتا ہے۔

ہر ذات میں نچایت کے حق اور اختیارات یکساں نہیں ہوتے۔ نچایت کے سامنے کن معاملات اور جرایم کی سنوائی ہو سکتی ہے۔ یہ امر اکثر ذات کی سماجی اور اقتصادی حالت پر منحصر ہوتا ہے۔ جھوٹ۔ سچ اچھائی اور برائی کا معیار مقرر نہیں ہے۔ ہر ذات میں یہ یکساں نہیں ہر بہادری کو ایک ذات میں اچھا اور دوسری ذات میں اس کو بُرا سمجھا جاسکتا ہے۔ غیر ذات کی عورت کو بھگالانا ایک ذات میں ذلیل کلام سمجھا جاتا ہے اور دوسری ذات اس کو اچھا سمجھ سکتی ہے۔ اسی وجہ سے جرایم پیشہ ذاتوں میں اچھائی بُرائی کا معیار دوسری ذاتوں کے معیار سے مختلف ہے۔ دوسری ذاتیں چوری۔ لہا ہرنی۔ دھوکے بازی سینہ نکلانے وغیرہ کو اوسطاً بُرا سمجھتی ہیں اور ان میں سے جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کو ذات سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن جرایم پیشہ ذاتوں میں ایسے آدمی کو باعزت اور قابل تقلید سمجھتے ہیں۔ جرایم پیشہ ذات کے

لوگ اپنی برادری اور ذات کے اصولوں اور قاعدوں کی پابندی بڑی سختی کے ساتھ کرتے ہیں۔ اکثر یہ دیکھا بھی گیا ہے کہ جرائم پیشہ ذات کا آدمی اپنے گروہ یا ذات کے ساتھ جو ایسا مذاہبی اور وفاداری برتا رہا ہے ویسا کوئی معمولی آدمی اپنے سلج یا سوسائٹی کے ساتھ نہیں برتا رہا ہے لیکن جرائم پیشہ ذات اور باہری سماج کا جھانک تعلق ہے اس میں جرائم پیشہ ذات پنچایت ہمیشہ اپنی تنظیم کو قائم رکھنے اور سماج کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ جرائم پیشہ ذات کی پرانی پنچائیتیں اپنی ذات والوں کو ہمیشہ جرم کرنے پر آمادہ کرتی رہتی ہیں۔ جرائم پیشہ ذاتوں کی پنچائیتیں نیچے لکھے ہوئے کام کرتی ہیں لیکن یہ واضح کر دینا مناسب ہے کہ یہ بیان جرائم پیشہ ذاتوں کی پرانی پنچائیتوں کا ہے۔ ریکلمینشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جو پنچائیتیں اب قائم کی جا رہی ہیں وہ اس کے بالکل برعکس ہیں۔

جرائم پیشہ ذات پنچائیتیں ایسے لوگوں کے بال بچوں کی پرورش کا انتظام کرتی ہیں جو جرم کرنے کی غرض سے باہر گئے ہوئے ہوں۔ یا جیل میں ہوں یا ارتکابِ جرم کے دوران میں جو مر گئے ہوں۔ لوٹ اور چوری کے مال کو بیچنے کا انتظام کرتی ہے۔ فرار شدہ آدمیوں کو پناہ دیتی ہے اور پولیس کی کارگزاروں کی اطلاع ان کو پہنچاتی ہے۔ یہ اطلاع انکو عورتوں کے ذریعے بھیجی جاتی ہے۔ پنچایت ہی جرم کرنے والی ٹولیاں مقرر کرتی ہے

بھیس بدلنے کا طریقہ نکالتی ہے اور جرم کرنے کے لیے جگہیں مقرر کرتی ہے۔ اگر اپنی ذات کا کوئی آدمی پولیس کا تجربہ ہو جاتا ہے تو پنچایت اس کو سزا دیتی ہے۔ ذات کے بڑے کے اور لڑکیوں کو جرم کرنے کی تعلیم دینے کا انتظام کرتی ہے۔ ٹوٹ اور چوری کا حساب رکھتی ہے اور اس کو ذات کے آدمیوں میں تقسیم کرنے کا انتظام کرتی ہے۔ اگر اُس کے بڑے کے بارے میں کوئی جھگڑا ہوتا ہے تو اس کو بھی فیصلہ کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کا حصہ اس کی بیوی بچوں کو دیا جاتا ہے اور اس کا مقدمہ لڑنے کا بھی انتظام کرتی ہے۔

پنچایتوں کی سادھ اور اثر پہلے کے مقابلہ میں بہت کم ہو گیا ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔ اول تو یہ کہ آمدورفت کے ذرائع بہت بڑھ گئے ہیں۔ ریل اور موٹروں کے ذریعہ گانوں کے لوگ شہروں میں آتے ہیں اور شہروں کے نئے نئے خیالات لے کر واپس جاتے ہیں۔ گانوں میں اس طرح ذات کے پرانے خیالات پر اثر پڑتا ہے اور وہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ گانوں پنچایت سے باہر نکالا ہوا آدمی شہر میں رہائش اختیار کر لیتا ہے اپنا روزگار تلاش کر لیتا ہے۔ شہر کی پنچایت میں شامل ہو جاتا ہے اور گانوں کی پنچایت اُسکا کچھ نہیں کر سکتی۔ بیشتر شادی بیاہ کے معاملات پنچایتیں طے کرتی تھیں اور شادیاں گانوں ہی میں ہوتی تھیں لیکن اب میدان زیادہ وسیع ہو گیا ہے۔ شادیاں دور دراز کے مقامات پر بھی ہوتی ہیں اور اُس میں پنچایت کی

امداد کی بہت کم ضرورت ہوتی ہے۔ کانگریس کی تحریکوں کا بھی اُن پر
 اثر پڑا ہے جس کی وجہ سے پنچایت کا اثر کم ہو گیا ہے۔ ذات پات کے
 تفرقات کے خلاف آریہ سماج کی تحریکوں کا بھی اثر پڑا ہے۔ ذات سے
 نکالے ہوئے آدمیوں کو آریہ سماج کے ذریعہ کافی امداد ملی ہو۔ پنچایتوں
 کے سامنے پیش ہونے والے معاملات کو لوگ بدستور میں فیصلے کے
 لئے لے جانے لگے ہیں۔ جہاں پر پنچایت کے فیصلوں کو کوئی قدر یا
 ہیئت نہیں۔ پنچایتیں پہلے اس بات پر بہت زور دیتی تھیں کہ ذات
 کا ہر فرد اپنی ہی ذات کا پیشہ کرے اور اس پر قائم رہے لیکن اقتصاد
 و جوبات کی بنا پر بہت سی ذاتوں کو اپنے پیشے چھوڑنا پڑے۔ پنچایتیں
 اس کو بالکل روک نہ سکیں۔ ذات سے باہر نکالے ہوئے آدمی کو عیسائی
 یا مسلمان ہو جانے کی سہولت ہو گئی ہے۔ جہاں پر اس کی حالت اپنی ذات
 کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہوتی ہے لہذا اب ذات پنچایتیں کسی بھی آدمی کو
 ذات سے باہر نکالنے میں ہچکچاتی ہیں۔ پہلے سرکار ذات کے سرینچ کی
 وقعت کرتی تھی اس کے ہی ذریعہ سے بیگار لی جاتی تھی لیکن اب یہ
 ختم ہو گیا ہے سرکار بھی اب سرینچ یا چودھری کو نہیں مانتی ہے۔ اس کے
 علاوہ نئے کسان قانون نے کسانوں کی اقتصاد کی حالت کو بہت صدمہ
 دیا ہے۔ اپنے زمیندار اپنے اسامیوں کو حسب مرضی بیدخل کر سکتا تھا زمینداروں
 کا مقابلہ کرنے کے لیے انھیں اپنی ذات پنچایت کی مدد لینا پڑتی تھی لیکن

اب مدد لینے کی ان کو ضرورت نہیں پڑتی۔

یہ بھی قابل غور بات ہے کہ اونچی ذاتوں میں نچایتوں کا رواج بہت کم ہے۔ صوبہ متحدہ کے مغربی اضلاع میں نچایتوں کا اثر بہت حد تک زائل ہو گیا ہے۔ صوبہ کے مشرقی اضلاع میں جہاں پر عوام میں مفلسی اور غریبی مقابلہ زیادہ ہے۔ پنج قومیں زیادہ آباد ہیں اور جہاں تعلیم کی کمی ہے۔ نچایت کا اثر کم نہیں ہوا ہے اور وہ طاقتور ہیں۔ ان کے سامنے ذات کے ہر آدمی کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ یہ پُرانی مثل مشہور ہے کہ ”نچایت میں پر ماتا رہتا ہے“ نچایت کے منہ سے وہی بات نکلتی ہے جو خدا کو منظور ہوتی ہے۔

مسٹر بنٹ نے اپنی تصنیف میں نچایتوں کے متعلق یہ فرمایا ہے:-
بنجارہ:- ان کا سر بیچ نایک اکلاتا ہے۔ اُس کا عمدہ پشتینی ہوتا ہے۔ بادی بنجاروں میں تو پوری نچایت پشتینی ہوتی ہے۔

بن مانس:- مسہاروں کا ایک یہ چھوٹا فرقہ ہے۔ ان کا چودھری پشتینی ہوتا ہے۔

گد یہ ضلع مراد آباد میں ہر ذات کی علیحدہ علیحدہ نچایتیں ہیں۔ ان کا سر بیچ پر دھان اکلاتا ہے۔ جب نیا پر دھان مقرر ہوتا ہے تو اسے پانچ روپیہ کی مٹھائی کھلانا پڑتی ہے۔

گو جڑ:- ہر گانوں میں پانچ آدمیوں کی ایک مستقل نچایت ہوتی ہے۔ سر بیچ

پشتینی ہوتا ہے۔ جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا ہے تو اس کا فیصلہ ہر گانوں پنچایت کے ذریعہ جُنی ہوئی ایک خاص پنچایت کرتی ہے۔

کھٹک۔ ضلع علی گڑھ میں۔ ان کا سر پنچ پشتینی ہوتا ہے جسے چودھری کہتے ہیں۔ باقی دوسرے تین یا چار پنچ ہوتے ہیں جو ہر موقع پر چنے جاتے ہیں لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہمیشہ وہی آدمی منتخب کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے مرنے کے بعد ان کے لڑکے کو چنا جاتا ہے۔ ضلع گورکھپور میں ”سونکار“ ذات کا سر پنچ چودھری کہلاتا ہے۔ ذات کے دوسرے پنچ بھی پشتینی ہوتے ہیں۔ ”پوت والا“ ذات میں چودھری اور پردھان دونوں ہی پشتینی ہوتے ہیں۔ ”شکوہ“ ذات میں صرف ایک چودھری ہوتا ہے جو ہر سال دھڑے کے موقع پر چنا جاتا ہے ضلع بلند شہر کے ہر گانوں میں کھٹکوں کی پنچایت ہے۔ اگانوں کے اوپر ایک بڑی پنچایت ہوتی ہے۔ چھوٹی پنچایت کا سر پنچ مقدم کہلاتا ہے اور بڑی پنچایت کا سر پنچ چودھری کہلاتا ہے۔

ڈوم۔ ان کی پنچایت میں سر پنچ کی رائے سب سے بڑی مانی جاتی ہے۔

بخاراہ۔ ضلع بجنور کے گور بخارے سنگین جرم کرنے والے کو یہ سزا دیتے ہیں کہ وہ اپنے خاندان کی ایک لڑکی کی شادی بادی بخاروں میں کر دے۔ غریب لڑکی کی اس میں کوئی رائے نہیں لی جاتی۔

ڈوم۔ ضلع موڑہ کا ڈوم اگر گنہگار تھا تو اس کو تیرھ یا تیرا کرنے اور

راستے میں بھٹک مانگ کر سیٹ پالنے کی سزا دی جاتی ہے۔ اور جین متخیار
سے گائے ماری گئی ہو اس کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔

گدوہ ذات میں جرم کے لئے یہ سزائیں دی جاتی ہیں۔

جرم سزا

(الف) اپنی ہی ذات میں شادی شدہ

عورت کو بھگانا جرمانہ پانچ روپیہ

(ب) بد چلنی ذات سے باہر نکالنا

(۱) عورت کی بد چلنی ذات سے باہر نکالنا

(۲) مرد کی بد چلنی اگر عورت اور بچی ذات کی ہے تو

مرد کو پانچ روپیہ جرمانہ۔ اگر عورت

غیر مذہب کی ہے یا بچی ہندو ذات

کی ہے تو مرد کو ذات سے باہر

نکال دیا جاتا ہے۔

(ج) گدیہ ہتیا کرنا

بھیک مانگنا۔ گنگا اشنان کرنا اور
برادری کو بھوج یا دعوت دینا۔

(د) ذات کے کھانے پینے کے

قاعدوں کی پابندی نہ کرنا گنگا اشنان کرنا اور برادری کو

بھوج دینا۔

(۸) شادی بیاہک دے دے ۲ روپیہ سے پانچ روپیہ تک
سے پھر جانا..... جرمانہ

(۹) مار پیٹ یا قرض..... ایک یا دو روپیہ جرمانہ۔
کنہنٹ بے۔ گکو ہتیا کرنے والے کو ہر چاند دینے کے علاوہ برہمن کو ایک
بچھیا دان دینا پڑتی ہے۔

نٹ :- ان لوگوں میں نیچے لکھی ہوئی سزائیں رائج ہیں۔

سزائیں

جرم

(۱) عورت کو بھگانا یا غیر مرد سے جرمانہ۔ عہدت کو واپس کرنا اور

بد چلنی کرنا..... اس کی قیمت ادا کرنا

(۲) گکو ہتیا..... ہم روز تک بھیک مانگنا۔ لگائیں

اشنان کرنا اور برہمنوں کو بھوج

یا دعوت دینا۔

(۳) کھانے پینے کے رواج کی پانچ سے ۱۰ روپیہ تک جرمانہ

پا پندی نہ کرنا..... لگنا اشنان اور برہمن و برادری

کو بھوج دینا

(۴) شادی کے وعدے کو توڑنا..... دوسری پارٹی کے اخراجات کو

پورا کرنا۔

(۵) گتا۔ بلی۔ گدھے کی ہتیا کرنا..... دو سے چار روپیہ تک جرمانہ

(۶) مارپیٹ ایک روپیہ سے چار روپیہ تک مانہ
 ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ میں فضل پور سیٹلمنٹ میں آباد
 شدہ جہلم پیشہ ذاتوں کی پنچایت کے متعلق حسب ذیل بیان لکھا گیا ہے۔
 ”فضل پور سیٹلمنٹ میں ڈوم۔ ہابوڑہ۔ سانسیہ رہتے ہیں۔ اس
 سیٹلمنٹ کا انتظام مکتی فوج کے تعلق ہے اس لیے یہاں کے رہنے والوں
 نے اپنی اصلی ذات کے بجائے اپنے کو ہندوستانی عیسائی بتایا ہے بھاننوار
 ہابوڑے جب سیٹلمنٹ میں بھرتی نہیں کئے گئے تھے تو ذات کے چھبڑوں
 کا فیصلہ کرنے کے لئے ان میں جو پنچایت بٹھتی تھی وہ کل برادری کی
 نہیں ہوتی تھی بلکہ برادری کے پانچ بڑھے اور تجربہ کار آدمیوں کی ہوتی
 تھی۔ برادری کا چودھری عموماً اس کا چودھری یا صدر ہوتا تھا گویہ لازمی
 امر نہیں تھا۔ برادری کے دوسرے لوگ پنچایت کے سامنے بطور نمائندہ
 دیکھنے والوں کے اکٹھا ہوتے تھے وہ اس بات کا انتظام کرتے تھے
 کہ پنچایت کے حکم کی فوراً تعمیل ہو خواہ اُس کی تعمیل کے لیے قوت اور
 زبردستی ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

جہلم پیشہ ذات کی پنچائیتیں بہت طاقتور اور زندہ تنظیمیں
 ہیں دوسری ذاتوں کی پنچایتوں کی طرح اثر کم نہیں ہوا ہے
 اس کی ایک ممکن وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ سیٹلمنٹوں میں جرائم پیشہ ذاتوں کو
 بند کر دیا گیا ہے اور اس طرح ان کے دبے ہوئے جذبات کو پنچایت

کے ذریعہ باہر نکلنے کا موقع ملتا ہے۔ فصل پور سیٹلمنٹ کے نیجر کی نگرانی میں ۱۹۳۳ء میں تقریباً ۴۴ ہجائیتیں تھیں۔ ان ہجائیتوں کے ذریعہ بہت سے دیوانی اور فوجداری کے مقدمات کا فیصلہ کیا گیا۔ نیجر صاحب نے ہجائیت کا کام ایک مقررہ ڈھنگ سے باقاعدہ کئے جانے کا یہ انتظام کیا تھا کہ جس شخص کو بھی ہجائیت کے سامنے کوئی شکایت پیش کرنا ہو وہ اپنی درخواست لکھ کر ایک بجے میں چھوڑ دے۔ جسے نیجر صاحب ہفتہ میں ایک بار کھولتے تھے وہ ہجائیت کی بیٹھک کا دن مقرر کرتے تھے۔ اپنے حمایتیوں میں سے مدعی اور مدعا علیہ دونوں فریق دو دو بیچ نامزد کرتے تھے۔ یہ ان کے رشتہ دار نہیں ہو سکتے تھے۔ سر بیچ کی نامزدگی نیجر کرتے ہیں۔ سر بیچ کو اپنے اس کام کے لیے ایک روپیہ فیس ملتی ہے جس میں سے نیجر چار آنے متفرق اخراجات کی مد میں کاٹ لیتا ہے اگر کوئی شخص ہجائیت کے اس فیصلے سے مطمئن نہ ہو تو وہ دوسری ہجائیت چن سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کو ہجائیت بلانے کا پورا خرچہ یعنی پانچ روپیہ دینا پڑتا ہے۔ تیسری بار پھر اسی طرح ہجائیت کی بیٹھک بلائی جاسکتی ہے لیکن اس میں نیجر صاحب اپنا آخری فیصلہ دیتے ہیں۔ ہر شخص کو ہجائیت کا فیصلہ ماننا پڑتا ہے ورنہ اس کو ذات کے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ ہجائیت تصور یا مقصور ہونے کا فیصلہ قدیم زمانے کے طریقوں کے مطابق کرتی ہے جیسے کہ اگر ملزم گرم لوہا چھو لے اور اس کا ہاتھ نہ جلے

تو اس کو بے قصور قرار دیا جاتا ہے جس کا ہاتھ جل جاتا ہے اسکو قصور دار سمجھتے ہیں۔ دوسرا طریقہ پانی کا امتحان ہے مشتبہ لوگوں کو پانی میں غوطہ لگانے کو کہا جاتا ہے جو شخص پانی کے اندر سے سب سے پہلے نکل آتا ہے اسے قصور دار قرار دیتے ہیں۔ پنچایت کوڑے مارنے و درد سری جسمانی سزائیں بھی دیتی ہے۔ ایک معاملہ میں کہا جاتا ہے پنچایت نے مجرم کے کان کاٹ لینے کی سزا دی تھی گواہ کے کان نہیں کاٹے گئے۔ لیکن اس کی اتنی ذلت کی گئی جس کا اخراس پر تمام زندگی باقی رہے گا۔ غیر عورت کے انگو اکرنے کی ایک سزا یہ بھی دی جاتی ہے کہ ملزم کے سر کے ایک طرف کے بال اور آدھی ڈاڑھی مونچھ منڈوا دیے جاتے ہیں۔ عورت کو غیر مرد سے تعلق رکھنے کے جرم میں زمین میں کر تک دفن کر دیا جاتا ہے۔

بعض جرموں کے لئے جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے۔ بھانٹو دہا بڑے دت کی زیادہ پرداہ نہیں کرتے ہیں۔ کیوں کہ یہ دونوں قومیں جب جرم کرتی تھیں تو بغیر محنت کے ہوئے کافی دولت اور روپیہ اکٹھا کر لیتی تھیں۔ اس لیے انکی پنچایتیں بڑے بڑے جرمانے کرتی ہیں۔ لیکن اب ان کے سیٹلمنٹ میں آباد ہو جانے کے بعد اور جرایم کرنے کی مہولتیں نہ ہونے کے باعث جرمانے کی بہت بڑی رقموں کا ادا کرنا ان کے لئے بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ اب پنچایت کے سامنے ایسے مقدمات جاتے ہیں جن میں قرض کارو پیہ واپس ملنے کی کوئی امید نہیں ہوتی ہے۔ جب ایسے معاملات

کا فیصلہ پچاسیت کرتی ہے تو وہ زیادہ شرح سود پر روپیہ قرض دلاتی ہے سالہ ۱۹۳۷ء میں حسب ذیل شرح جمانہ سیٹلمنٹ کے اندر رائج تھا۔

۱۔ نابالغ لڑکی کے ساتھ زنا کے لئے

بھانٹو _____ ۸۰ روپے سے ۱۲۵ روپے تک

سانسیہ _____ ۱۰ روپے سے ۳۰ روپے تک

ڈوم _____ ۱۰ روپے تک

ہاپوڑہ _____ ۱۲۰ روپیہ تک اگر زنا بالبحر ہے

۵ روپیہ اگر لڑکی کی رضامندی ثابت ہو

۲۔ غیر عورت کے ساتھ بد چلنی کرنے کے لئے

بھانٹو _____ ۲۵۰ روپیہ تک

سانسیہ _____ ۵ روپیہ زنا بالبحر کے لئے

ایک روپیہ اگر عورت کی رضامندی ثابت ہو

ڈوم _____ ۱۰ روپیہ تک

ہاپوڑہ _____ ۱۵۰ روپیہ

شادی بیاہ سے متعلق قرض کے معاملات

شادی بیاہ کے قرارداد کی رقم پر سود نہیں لیا جاتا۔ مثال کے لئے اگر

بشادی ۵۰۰ روپیہ پڑھ ہوئی ہو اور صرف ۲۰۰ روپیہ ہی ادا کئے گئے ہوں تو باقی رقم اگر ۲۰ سال تک بھی ادا نہ ہو سکے تو اس پر کوئی سود نہیں لگایا جاسکتا اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر شیوہ ہر قرار داد کی پوری رقم ادا نہیں کر سکتا تو لڑکی کا باپ بقیہ رقم کی وصولی کی پاداش میں اپنی لڑکی کو واپس لے سکتا ہے اور اُسے دوسرے شوہر کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی باقی رقم وصول کر سکتا ہے۔

شرح سود:- بھانتو اور ہاپوڑوں میں ۲۵ سے ۷۵ تک فی صدی سالانہ شرح سود رائج ہے۔ بعض صورتوں میں ۱۰۰ فی صدی تک بھی سود وصول کیا جاتا ہے۔ ڈوسوں میں چار آنے فی روپیہ ماہوار سود کی شرح رائج ہے سانیوں میں ایک آنہ فی روپیہ ماہوار سود کی شرح رائج ہے ہرجانہ یا تاناوان:- (۱) آپس کے نجی فوجداری کے جھگڑوں میں دانت ٹوٹنے کے لیے ہرجانہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ بھانتو قوم میں یہ ہرجانہ ۳۰ روپیہ فی دانت ہوتا ہے۔ سانیہ میں ۲ روپیہ فی دانت۔ ڈوم اور ہاپوڑہ میں دانت ٹوٹنے کے لیے کوئی ہرجانہ نہیں ملتا۔

(۴) سانپ کاٹنے پر:- اگر دو بھانتو ایک ساتھ رہتے ہوں اور ان میں سے کسی کو سانپ کاٹ لے اور وہ مر جائے تو موتی کے بال بچوں کو دوسرا شخص ہرجانہ ادا کرے گا۔ ہرجانہ کی رقم ۴۰۰ روپیہ تک ہو سکتی ہے اگر سانپ کاٹنے سے کسی بچے کی موت واقع ہوئی ہو تو ہرجانہ ۱۰۰ روپیہ

سے ۲۰۰ روپیہ تک ہو سکتا تھا۔ ڈوموں میں یہ ہر جانہ ۲۰۰ روپیہ تک اور سانیوں میں ۱۰۰ روپیہ تک ہو سکتا تھا۔ ہالوڑوں میں یہ رواج نہیں تھا۔

(۳) آپس کے فوجداری کے معاملات میں اگر جسم کا کوئی عضو زخمی ہو جائے تو اس کے لیے ۱۰۰ سے ۵۰ روپیہ تک ہر جانہ وصول کیا جاسکتا تھا۔ ہالوڑوں میں ایسی صورت میں علاج کے خرچہ کے علاوہ چار آتہ فی دن کے حساب سے ہر جانہ وصول کیا جاتا تھا۔ ڈوموں اور سانیوں میں صرف اتنا ہی ہر جانہ مانگا جاسکتا تھا جس قدر کہ مزدور ہی کا نقصان ہوا ہو۔

(۴) کسی شخص کو بدنام کرنے کے لیے :- بدنام کرنے کے لیے ہالوڑ-ڈوم اور سانیوں میں ۵ روپیہ سے ۲۵ روپیہ تک جرمانہ ہو سکتا ہے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں بہت سی نچایتوں نے اکثر جرمانہ - قرض - یا ہر جانہ کی ڈگریوں کے مقدمات میں ایک سو روپیہ سے زائد کی رقمیں دلوائیں۔ شادی بیاہ کے قرارداد کے معاملات میں ۲۰۰ روپیہ تک کی ڈگری دلوائی گئی۔ ۱۹۳۱ء میں ہالوڑوں کی نچایت میں ایک پُرکھٹ مقدمہ پیش ہوا۔ واقعہ یہ تھا کہ پولیس نے ہالوڑوں کے ایک گروہ کا پیچھا کیا۔ ایک ہالوڑہ بھاگتے ہوئے دریا میں گر کر ڈوب گیا۔ بقیہ گروہ کے آدمی گرفتار کر لئے گئے۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا اور انکو بیئرٹریسٹن جو ہالوڑہ ڈوب کر مر گیا تھا اس کی بیوہ نے نچایت

کے سامنے اپنے شوہر کی جان ضائع ہونے کے ہرجانہ کا مقدمہ گروہ کے دوسرے آدمیوں پر کیا۔ اُتید یہ کھٹی کہ عورت اپنے مقدمہ میں کامیاب ہو جائے گی۔

لیکن اتنی بڑی رقم جو مانہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ گروہ کے ہر شخص پر بڑے بڑے قرضے ہو گئے جو وہ خود تو جیل میں سزا کاٹنے کے باعث ادا نہ کر پاتا بلکہ وہ قرضہ اس کے لڑکے اور پوتے کو ادا کرنا پڑتا ہے۔

اکثر لوگوں کو ایسے قرضے ادا کرنے پڑتے ہیں جو ان کے باپ اور دادا کے زمانے سے چلے آتے ہیں اور انھیں ترکہ میں لیتے ہیں۔ انھیں اکثر یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ذرا صل کیا ہے اور کتنی مدت میں وہ ادا ہو جائے گی۔ پنچایت دہیز کے لئے اتنی لمبی رقمیں مقرر کرتی ہیں جن کا ادا کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

پنچایت کے پنج لوگ براہری کے بزرگ اور سن رسیدہ آدمی ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ بہت پرانے خیال کے ہوتے ہیں ان پر نئے سدھار کے خیالات کا بالکل اثر نہیں ہوتا۔ اکثر پنچایتیں سیٹلمنٹ کے نیچر کی اطلاع کے بغیر ہی اپنا کام کرتی ہیں۔ اور کوئی معمولی شخص پنچایت کی مرضی کے خلاف جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

ریکیمیشن ڈپارٹمنٹ کا کام

۱۹۳۸ء میں جبکہ صوبہ متحدہ میں کانگریس پارٹی کی حکومت تھی اس وقت جرایم پیشہ اقوام کی حالت کی جانچ کرنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ اس کمیٹی کے ممبران کے نام ذیل میں درج ہیں۔
(۱) شری وکٹینش رائے تیواری ایم۔ ایل۔ اے۔ چیرمین۔
(۲) شری رہس بہاری تیواری۔

(۳) شری بی۔ جی۔ پی ٹامس۔ او۔ بی۔ ای۔ آئی۔ پی۔

(۴) بیگم اعجاز رسول۔ ایم۔ ایل۔ سی۔

(۵) شری گوپی ناتھ سرپو استوا۔ ایم۔ ایل۔ اے۔

(۶) مسٹر جی۔ اے۔ ہیگ۔ آئی۔ سی۔ ایس۔

(۷) شری ٹی۔ پی۔ بھلا۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ بی۔ آئی۔ پی۔ بکرپٹری

اس کمیٹی کو مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرنے کے لیے ہدایت کی

گئی تھی:-

(۱) جرایم پیشہ اقوام کے ایکٹ کے ماتحت حکومت نے جو ڈواشتہار مشہر کئے تھے ان میں کیا تبدیلیاں کرنا لازمی ہیں۔

(۲) سیٹلمنٹوں کے باہر رہنے والے جرایم پیشہ ذات کے لوگوں کے سدھار اور اصلاح کے لیے کیا کام کرنا ضروری ہیں۔

(۳) سیٹلمنٹوں کے اندر رہنے والے جرایم پیشہ قوم کے لوگوں کے سدھار اور اصلاح کے لیے سیٹلمنٹ کے انتظام وغیرہ کے طریقوں میں کیا کیا تبدیلیاں کرنا ضروری ہیں۔

(۴) سیٹلمنٹ کے اندر اور باہر ضلع میں جو جرایم پیشہ قومیں آباو ہیں ان کی اصلاح اور نگرانی کا کام کس محکمہ کے سپرد کرنا چاہئے۔

(۵) اصلاح اور سدھار کے لیے جو تجویزیں پیش کی جائیں ان پر اخراجات کا تخمینہ کیا ہوگا؟

کمیٹی کے آٹھ جلسے ہوئے کمیٹی نے سوالات کی ایک فہرست تیار کی اور اسے جرایم پیشہ اقوام کے درمیان کام کرنے والے سرکاری و غیر سرکاری لوگوں کے پاس ان کی رائے اور اطلاع فراہم کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ ان کے پاس سے جو جوابات آئے ان پر غور کیا دوسرے صوبوں میں جرایم پیشہ اقوام کے متعلق جو قاعدے اور انتظام کا طریقہ رائج ہے اور ان کے متعلقہ محکمہ کی رپورٹوں کا بھی اس کمیٹی نے مطالعہ کیا اور پھر اپنی ایک متفقہ رپورٹ گورنمنٹ کو پیش کی اپنی رپورٹ میں کمیٹی نے یہ رائے ظاہر کی کہ جرایم پیشہ اقوام کی موجودہ حالت کے لیے ہمارے سلاج کا رویہ اور برتاؤ بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ وہ اُس حد تک جرم نہیں کرتی ہیں جتنا کہ اس وقت اُن کے ساتھ ظلم کیا گیا ہے ابھی تک یہ خیال تھا کہ جرایم پیشہ اقوام کی نگرانی

صرف پولیس کا محکمہ ہی کر سکتا ہے۔ لیکن کمیٹی کی رائے میں انکی نگرانی کرنے کا مسئلہ ان کے سدھار اور اصلاح کے مسئلوں سے متعلق ہے۔
۲۶ جولائی ۱۹۳۸ء کو کمیٹی نے اپنی رپورٹ گورنمنٹ کو پیش کی تھی کمیٹی کی خاص خاص سفارشیں مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) مختلف جبرائیم پیشہ اقوام کے لیے ہر معاملہ پر غور کرنے کے بعد علیحدہ علیحدہ اشتہارات مندرجہ ذیل طریقے پر جاری کئے جانا چاہیئے۔

دالف اُس رقبہ کو اشتہار میں سے علیحدہ کر کے جس میں کوئی قوم یا فرقہ آباد ہو۔

(ب) کچھ خاص خاندانوں کو بری کر کے

(ج) کسی خاص نام کے خاندان کو بری کر کے یا

(د) اشتہار کو بالکل منسوخ کر کے صرف جبرائیم پیشہ اقوام کے گروہوں

یا خاندانوں کے نام کا اشتہار دیکر۔

(۲) مختلف جبرائیم پیشہ اقوام کے لئے علیحدہ علیحدہ نچایتیں بنانا چاہیئے

پہلی نچایت گانوں کی ہونا چاہیئے۔ پھر تھانہ کی نچایت اور ضلع

کمیٹی ہونا چاہیئے۔ سرکاری اور غیر سرکاری افراد اور چندہ دینے والی

جماعتیں۔ جبرائیم پیشہ اقوام کے منتخب کردہ ممبران ضلع کمیٹی میں

شامل ہوں گے کمیٹی کا صدر ضلع کا کلکٹر ہوگا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس

نائب صدر۔ کوئی ڈپٹی کلکٹر سکرٹری اور ایک تنخواہ دار پنچایت
افسر اسسٹنٹ سکرٹری مقرر کیا جائے گا۔

(۳) جرایم پیشہ اقوام کے سب نیکٹروں کے عہدوں کو توڑ دینا چاہئے اور
ان کے بجائے پولیس کے کاغذات رکھنے کے لئے تعلیم یافتہ کانسٹیبل
مقرر کئے جانا چاہئے۔ سدھار کے کام کے لیے پنچایت افسر پبلک
سروس کمیشن کے ذریعہ مقرر کیے جانا چاہیے۔ اس کے علاوہ جرایم
پیشہ اقوام کی اصلاح کے لیے تنخواہ دار پرچارک مقرر کئے جانا چاہیو
اس کام میں دوسرے جو ادارے مدد دیں ان کی امداد لینا چاہئے۔

(۴) بچوں اور سر بچوں کو کچھ رعایتیں دیکر ان کی بہت افزائی کرنا چاہیے۔

(۵) پنچایتیں قائم کرنے کے لیے ۸ ہزار روپیہ اور جرایم پیشہ ذات کے
بچوں کو وظیفہ دینے کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ کی گرانٹ دینا چاہیے۔

(۶) موجودہ سیٹلمنٹوں کے بجائے جو سب ایک ہی طرح کے ہیں ایسے
سیٹلمنٹ بسانا چاہئے جن میں ایک سرے پر نیار میٹری بھی ہو اور
کھیتی باڑی کرنے کی کالونی ہو۔

مزدوروں کو کام دینے کے لیے گھر نو صنعتوں کا کام مہیا ہونا چاہئے
اور آخر میں ان کی ایک خود مختار کالونی آباد کرنے کے لیے اور اپنی کھیتی کسائی
کرنے کے لیے آراضی دینے کا انتظام ہونا چاہیے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ سیٹلمنٹ میں رہنے والے ہر آدمی کو ان سیٹلمنٹوں
میں ہمیشہ رہنا ہی پڑے۔ ارادہ یہ کیا جاتا ہے کہ سیٹلمنٹ میں رہنے والے

شخص کو اس کی حالت درست ہو جانے پر ایک سیٹلنٹ سے دوسرے اچھے سیٹلنٹ میں رکھا جائیگا۔ آخر میں اس کو کھیتی باڑی کی کالونی میں چھوڑ دیا جائے جس کے بعد سام لوگوں کی کالونی میں رکھا جائے۔

(۷) ریفاریٹری ضلع جیل آباد میں قائم ہونا چاہیئے۔
(۸) سیٹلنٹ کا انتظام سرکاری اور غیر سرکاری دونوں ہی طریقے پر ہونا چاہیئے لیکن اس پر سرکاری نگرانی ہونا چاہیئے۔ ریفاریٹری کا انتظام سرکاری افسران کے ذریعہ کرنا چاہیئے۔ کم سے کم ایک سیٹلنٹ کا انتظام سرکار کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ سیٹلنٹوں کا انتظام صرف کسی ایک ہی پبلک ادارے کو نہیں سپرد کرنا چاہیئے۔ اگر دوسرے پبلک ادارے جیسے کہ ہریجن سیوک سنگھ وغیرہ یہ کام کرنا چاہیں تو ان کی بھی مدد لینا چاہیئے۔

(۹) جرایم پیشہ ذات کی شدھی کا کوئی انتظام یا کوشش نہیں ہونا چاہیئے لیکن ایسے مذہبی پرچار کوں یا تبلیغ کرنے والوں کو جو سیٹلنٹ میں رہنے والوں کے ہم مذہب ہوں، اگر وہ خود چاہیں تو وہاں انہیں اپنے پرچار کرنے کی سہولیت دینا چاہیئے۔

(۱۰) جرایم پیشہ اقوام کے انتظام کے محکمہ انچارج کے افسر کو کسی آئی ڈی محکمہ کے ماتحت نہیں ہونا چاہیئے اسے صوبہ کی دار الخلافہ میں رہنا چاہیئے۔ اس کو اپنے محکمہ کے انتظام کے لئے ضروری کلرک وغیرہ مینا

کئے جانا چاہیئے۔ اس کے ماتحت اسٹاف میں ایک گریڈڈ افسر اور چھ ایسے انسپکٹروں کے جو ۶ سے ۸ ضلعوں کے کام کے انچارج ہوں گے۔ افسرانچارج سیٹلمنٹوں میں آباد اور ان کے باہر رہنے والے جرایم پیشہ قوموں کے سدھار کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ افسر پولیس سپرنٹنڈنٹ ہوگا۔ انسپکٹروں کا کام اپنے ضلعوں میں جرایم پیشہ ذات بچاوتوں کی تنظیم کرنا اور ان کے سدھار کا کام کرنا ہوگا۔ اور ضلع کے پولیس کے دفتر کے جرایم پیشہ ذاتوں سے متعلق کاغذات کی نگرانی اور جانچ کرنا ہوگا۔ مختصر یہ کہ تمام کام کی ذمہ داری انسپکٹر پر ہوگی۔ یہ ضلع افسروں کے سدھار کے کام میں اور جرایم پیشہ اقوام کے ایکٹ کے نافذ کرنے میں مدد دیں گے۔

(۱۱) کمیٹی نے جو تجویزیں پیش کی ہیں ان پر اندازاً ایک لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوگا۔

کمیٹی کی حسب بالا تجویزوں پر صوبہ متحدہ کی حکومت نے غور کیا اور ان میں سے کچھ تجویزوں کو حکومت نے منظور بھی کر لیا ہے۔ جرایم پیشہ اقوام کے سدھار کا کام محکمہ خفیہ پولیس کے ہاتھ سے نکال لیا گیا ہے۔ اب اس کا دفتر حکومت کے دارالخلافہ ہی میں قائم کیا گیا ہے اس دفتر کا نام ریکلیمیشن ڈیپارٹمنٹ ہے

ریکلیمیشن آفیسر محکمہ پولیس کے افسر نہیں ہیں۔ لیکن ان کا انتخاب صوبہ کی

پولیس سے ہی کیا گیا ہے۔ چودھری رسال سنگھ صاحب راے بساؤر
ریکلیمیشن افسیس میں۔ یہ ایک تجربہ کار افسر ہیں۔ کیونکہ محکمہ پولیس میں پہلے
یہ جرایم پیشہ اقوام کی نگرانی کا کام کرتے تھے مصلح گورکھپور میں ڈوموں
کے سیٹلمنٹ کا انتظام ہرچن سیوک سنگھ کے سپرد کیا گیا ہے۔

جرایم پیشہ ذاتوں کے پنجابیوں کی تنظیم کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے
سیٹلمنٹوں کا بھی کافی سدھار کیا گیا ہے۔ لیکن ۱۹۳۹ء میں کانگریس
حکومت کے استعفیٰ دینے اور جنگ چھڑ جانے کے باعث کمیٹی کی دوسری
تجزیروں کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا ہے۔ اب جبکہ جنگ ختم ہو گئی ہے
اور کانگریس حکومت صوبہ میں قائم ہو گئی ہے یہ اسید کی جاتی ہے کہ اس
کمیٹی کی دوسری تجزیروں کو عمل میں لایا جائے گا۔

۱۹۳۹ء میں ریکلیمیشن ڈپارٹمنٹ جسہ جرایم پیشہ قوموں
کے سدھار اور ہرچن ذاتوں کی ترقی کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ یہ
بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جرایم پیشہ ذاتوں اور ہرچن ذاتوں کو صرف
ایک ہی محکمہ کے ماتحت کیوں رکھا گیا ہے۔ کچھ ہرچن ذاتوں کا شمار جرائم
پیشہ ذاتوں میں کیا جاتا ہے لیکن زیادہ تر ہرچن ذاتیں جرایم پیشہ
نہیں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی جرایم پیشہ ذاتیں ہرچن نہیں
ہیں۔ ان میں سے اکثر قوموں کو یہ ناگوار خاطر ہے کہ ان کا شمار ہرچنوں
میں کیوں کیا گیا ہے۔ جرایم پیشہ اقوام اور ہرچن ذاتوں کے مسئلے علیحدہ

علیحدہ ہیں بہتر یہ ہوتا کہ ان کے سدھار اور اصلاح کے لیے علیحدہ علیحدہ محکمے قائم کئے جاتے۔ موجودہ تصنیف میں ریکلمیشن ڈپارٹمنٹ کے صرف اس کام کا تذکرہ ہے جو وہ جرایم پیشہ اقوام کے سدھار کے لیے کرتا ہے۔ رائے بہادر چودھری رسالہ سنگھ اس سنگھ کے افسر اعلیٰ گذشتہ پانچ چھ سال سے ہیں لہذا اس محکمہ نے اب تک جرایم پیشہ اقوام کے سدھار کے متعلق جو کچھ بھی کیا ہے اس میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ جرایم پیشہ ذاتوں کی رجسٹری کرنے اور ان کو رجسٹری سے بری کرنے کا انتظام اب بھی محکمہ پولیس کے ماتحت ہے۔

۱۹۳۹ء میں خیری دکنیش نرائن تیواری کی صدارت میں جو کمیٹی بنی تھی اُس کی سفارشوں پر جرایم پیشہ ذاتوں کے مشہر کئے جانے اور ان کی رجسٹری کے طریقوں میں تبدیلیاں کر دی گئیں۔ ڈوم۔ بروار۔ پور تہ ذاتوں کے علاوہ دوسری جرایم پیشہ ذاتوں کے صرف انھیں فراہم کے نام مشہر کیے گئے اور ان کی رجسٹری کرنے کا حکم دیا گیا جو واقعی جرایم پیشہ تھے اور بار بار جیل جانے کے عادی تھے۔

اشتہار نکالنے اور رجسٹری کرنے کے طریقوں میں کمیٹی کی سفارشوں کے بموجب دو طرح کی تبدیلیاں کی گئیں۔ (۱) جو ذاتیں جرایم پیشہ اقوام کے ایکٹ کے بموجب جرایم پیشہ مشہر تھیں ان کے سدھار کے لیے سخت طریقوں کی ضرورت تھی (۲) جو قومیں جرایم پیشہ مشہر ہونے سے بری

کردی گئی تھیں اُن کے سدھار کا کام مقابلتا آسان تھا۔ لیکن اُن کا سدھار اس امر پر منحصر تھا کہ ان کے آباد کرنے کے لئے مناسب جگہیں مٹی کی جاسکیں اور ان کو وہاں آباد ہونے کے لئے آمادہ کیا جائے۔
ریکیمیشن ڈپارٹمنٹ پر حکومت نے حسب ذیل رقمیں سالانہ خرچ کے لئے منظور کی تھیں:-

سال	محکمہ کے خرچ کے لیے	عمالوں کے بنائے گئے
۱۹۴۱ء	۲,۵۸,۶۶۴ روپیہ	۶۸۶۰ روپیہ
۱۹۴۲ء	۲,۲۶,۷۷۷	۷۳۶۰
۱۹۴۳ء	۲,۳۹,۳۰۰	۹۴۱۹
۱۹۴۴ء	۲,۶۹,۲۰۰	۲۴۳۹

ریکیمیشن افسر کے علاوہ اس محکمہ میں نیچے کچے افسران مقرر ہیں۔
۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۸ء تک ان کی تعداد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔

گروپ افسر (Group Officers) ۴

پنجابت آرگنائزرس (Organisers) ۱۵

کالونیزیشن افسر (Colonisation Officers) ۱

تمام صوبہ متحدہ کے لیے ان افسران کی تعداد بالکل ناکافی ہے۔
ریکیمیشن ڈپارٹمنٹ نے جرایم پیشہ اقوام کے سدھار کے لیے مندرجہ ذیل طریقوں پر عمل کیا ہے:-

- ۱۔ پنچایتوں کی ترقی کرنا
- ۲۔ جرایم پیشہ ذات کے سدھرے ہوئے آدمیوں کے آباد کرنے کے لیے آبادی یا کالونی (Colony) بنانا
- ۳۔ موجودہ سٹیشنوں اور پوریوں کی آبادیوں (Colony) کو بہتر بنانا۔

پنچایتیں

سن ۱۹۴۷ء میں پنچایتوں کی تنظیم کا کام بارہ اضلاع میں شروع کیا گیا تھا۔ سن ۱۹۵۱ء میں یہ کام مظفرنگر، آناؤ، کانپور اور سینٹاپور کے اضلاع میں بھی چڑھا دیا گیا تھا۔ سن ۱۹۵۲ء تک صوبہ کے ۶ اضلوں میں پنچایتوں کی تنظیم کا کام ہوتا رہا۔ ان اضلاع میں پنچایت کی تنظیم کے لئے آرگنائزر (Organiser) مقرر کیے گئے تھے۔ دوسرے ضلعوں میں پنچایتوں کا کام جرایم پیشہ اقوام کے سب انسپکٹروں کی ذمہ داری پر شروع کیا گیا ہے ضلع افسران کی رائے ہے کہ تیس اضلاع میں پنچایت کا کام اچھے طور پر ہو رہا ہے۔ گیارہ ضلعوں میں ابھی تک کوئی قابل اطمینان طریقہ پر کام نہیں ہوا ہے۔ پانچ ضلعوں میں جرایم پیشہ ذات کی تعداد اس قدر کم ہے اور اس قدر زیادہ بکھری ہوئی ہے کہ اس کے باعث پنچایتوں کا تمام کرنا تقسیم بنانا ممکن ہے۔ گڈ حوال اور الموڑہ کے اضلاع

میں جرمِ پیشہ ذاتیں نہیں رہتی ہیں۔

پنچائیسویں چار قسم کی ہوتی ہیں: (۱) ابتدائی پنچایت

(۲) گروپ پنچایت

(۳) تھانہ پنچایت

(۴) ضلع پنچایت

ابتدائی پنچایت کے ممبران سب ہی بالغ شخص ہوتے ہیں۔ وہ اپنے میں سے پانچ پنچ منتخب کرتے ہیں۔ یہ پنچ اپنے میں سے ایک کو سر پنچ منتخب کر لیتے ہیں۔ پنچایت کی میٹنگ ہر پندرہ روز کے بعد ہوتی ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ پنچایت ذات کی سماجی زندگی کا مرکز ہوتی ہے۔ کھیل کود تماشے تنوار اور کھانا وغیرہ دیگر عام دلچسپی کے کاموں کے کیے جانے کا انتظام کرتی ہے۔ پنچایت کے سامنے ہر ممبر اپنی شکایت پیش کر سکتا ہے پنچایت اسے رفع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر وہ خود اس شکایت کو رفع نہیں کر سکتی ہے تو وہ تھانہ پنچایت کے پاس بھیج دی جاتی ہے۔ ابتدائی پنچایت لازم پر پانچ روپیہ تک جرمانہ کر سکتی ہے۔ اور اچھا کام کرنے والوں کو انعام بھی دے سکتی ہے۔ اس قسم کے جرمانوں اور انعامات کے متعلق وہ سماج میں اعلان بھی کر سکتی ہے۔

تھانہ پنچایت :- تھانہ پنچایت میں بھی پانچ آدمی ہوتے ہیں۔ اس کے ۴ آدمی نوابہ ابتدائی پنچایتوں کے ذریعہ منتخب کئے ہوئے ہوتے ہیں اور سر پنچ

اسی تھانہ کا داروغہ ہوتا ہے تھانہ پنچایت کا جلسہ ہر تیسرے مہینے ہوتا
 چاہیے۔ تھانہ پنچایت کے ذریعہ ذات کے سدھارنے کے لیے لکچر اور
 تقریریں کرائی جاتی ہیں۔ اور یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ جن اشخاص کا چال
 چلن اچھا ہو گا ان کی نگرانی نہیں ہو کرے گی یا ان پر بہت کم سختیاں
 کی جائیں گی۔ اچھے کام کے لیے تھانہ پنچایت کے ذریعہ سندیں اور
 انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔ ممبران کی شکایت کی سنوائی کی جاتی ہے
 جرایم پیشہ ذات کے سدھار کے لیے تھانہ پنچایت دستکاری سکھانے گھریلو
 دھندوں کے کرنے اور کھیتی باڑی کی سہولتیں ہم پہنچانے کا انتظام
 کرتی ہے۔

ریکلیشن ڈیپارٹمنٹ کے ذریعہ پانچ سال کے عرصہ میں یعنی ۱۹۵۱ء
 سے ۱۹۵۶ء تک ۲۱,۶۵۲ پنچائیتیں بنائی گئی تھیں جن میں سے ۱۸,۶۰۹
 ابتدائی پنچائیتیں تھیں۔ ۲۵۴۱ گروپ پنچائیتیں اور ۳۷۴۲ تھانہ پنچائیتیں
 اور ۲ ضلع پنچائیتیں تھیں۔ پنچایتوں کے ایکٹ کے بموجب صوبہ کے
 جن اضلاع میں پنچایت کی تنظیم کرنے والے افسران نہیں مقرر ہیں ان
 اضلاع میں جرایم پیشہ ذات کے پولیس انسپکٹروں پر یہ ذمہ داری عائد
 کر دی گئی ہے۔ جب تک کہ پنچایتوں کی تنظیم کے لئے ہر ضلع میں آرگنائزرس
 مقرر نہ کر دیے جائیں اس وقت تک پنچایتوں کی کامیابی کا انحصار
 پولیس سب انسپکٹروں کی دلچسپی پر ہے۔ شری ونکیٹیشن نرائس کی کمیٹی نے

تجویز کیا تھا کہ جرایم پیشہ ذات کے لئے سب انپکٹروں کے عہدے کو توڑ دیا جائے اور ان کا یہ کام کانٹبلوں سے لیا جائے اور ضلع میں نچایت افسر مقرر کئے جائیں۔ لیکن گورنمنٹ نے ابھی تک اس تجویز پر عمل نہیں کیا ہے کچھ ضلعوں میں جہاں نچایت کی تنظیم کا کام چھپا چل رہا ہے پولیس کے ذریعہ یہ اطلاع ملی ہے کہ جرایم پیشہ ذاتوں کے لئے ہوئے جرایم میں کمی ہو گئی ہے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں کہا جاسکتا کہ نچایتوں کی تنظیم کس حد تک اس کمی کی ذمہ دار ہے کیونکہ اس دوران میں بہت سے اور وجوہات بھی پیدا ہو گئے تھے جن سے جرایم کی تعداد تمام صوبہ بھر میں کم ہو گئی تھی۔

ریکلیمنڈ ڈپارٹمنٹ کی سلاٹ ۱۹۴۲ء کی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ کئی ضلع افسروں نے نچایتوں کی تعریف کی ہے کیونکہ سلاٹ ۱۹۴۲ء اگست کی کانگریس تحریک کو دبانے میں انھوں نے حکومت کی مدد کی تھی۔ کانگریس کے کارکنوں کو گرفتار کرنے اور ریلوے لائن کی حفاظت کرنے میں انھوں نے بڑی امداد دی تھی۔

جنگ کی خبریں اور پروپیگنڈہ عوام میں پھیلانے کا کام بھی نچایتوں کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ یہ قابل اعتراض بات ہے کہ نچایت کے ممبروں سے اس طرح کا کام لیا جائے۔ ضلع لمبیا سے اطلاع ملی ہے کہ نچایتوں کے ذریعہ دوسادھوں کا بہت سدھار کیا جا چکا ہے۔ پہلے حبشری شدہ

دوسادھوں کی تعداد ۶۲۷۷ تھی لیکن اب یہ ۱۲۲۷ رہ گئی ہے۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کرنے لگے ہیں اور پُر امن زندگی بسر کرنا شروع کر دیا ہے۔ غیر قانونی شراب کشی بھی بہت کم ہو گئی ہے۔ رسترا کے مشہروں نے اور زہری تھانوں کے ڈوموں نے سلاسلہ کے گت میں کانگریس کی تحریک کے خلاف حکومت کی بہت مدد کی تھی۔

ضلع جون پور کے جرایم پیشہ ذاتوں نے سلاسلہ کی کانگریس تحریک کے زمانے میں ریلوے لائن کی حفاظت کرنے کا کام انجام دیا تھا۔ ایک بھری اطلاع پر مشری کیشو سنگھ جو موضع لوک پت تھانہ چندو کے رہنے والے تھے اور جن کی تلاش میں پولیس ایک عرصہ سے پریشان تھی گرفتار کئے گئے تھے۔ رام سرپ پاسی نے جو موضع کبیر پور تھانہ بادشاہ پور کا سرخیج تھا تین آدمیوں کو جو نیلا پور اسٹیشن کو دوبارہ لوٹنا چاہتے تھے گرفتار کرایا تھا اور اسٹیشن کو لوٹنے سے بچایا تھا۔ کلیمیشن افسر نے ان لوگوں کو ان کے کارناموں کے لئے انعامات دئے جانے کی سفارش کی تھی۔

ضلع علی گڑھ میں بھی پنجایتوں کا اچھا کام ہو رہا ہے اور وہاں بھی جرایم کی تعداد میں بہت کمی ہو گئی ہے۔ مظفر نگر کی بورڈ پنجایتوں نے ایک نئے مقدمات کا فیصلہ کیا۔ اور ملزمین کا بائیکاٹ کیے جانے کی سزائیں دیں اور جرمانے بھی کئے تھے۔ ضلع ستیا پور میں پنجایتوں نے گیارہ جرموں کی

تفتیش کی اور ان مقدمات کو عدالت کے سپرد کر دیا گیا۔ ضلع بستی میں کیوٹ ذات کے لئے ٹوکریاں اور ڈیاں بنانے کا کام شروع کیا گیا۔ کردال ذات کے لیے مرغی پالنے اور بھڑپالنے کا کام شروع کیا گیا۔ ضلع گونڈہ میں کھٹک اور پاسیوں کا سدھار پنچایتوں کے ذریعہ کیا جا رہا ہے لیکن برادر ذات کے سدھار نے کی امید نہیں کی جاتی ہے۔ ضلع بجنور میں بھی پنچایتوں نے اچھا کام کیا ہے ۱۹۳۵ء میں حبس پوری شدہ تھوں کی تعداد ۵۴۵ ہے۔

بعض اضلاع میں جرایم پیشہ ذات والوں کے پاس کھیتی باڑی کے لیے زمین نہیں ہے۔ اگر ان کو زمینیں دیدی جائیں تو وہ یقینی طور پر اپنا جرم کرنے کا پیشہ چھوڑ دیں گی اور پُر امن زندگی بسر کرنے لگیں گی جرایم پیشہ ذات کے بہت سے آدمی جیلوں سے دستکاری اور صنعتیں سیکھ کر واپس آتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو جیل کے باہر بھی اپنا کام شروع کرنے کی سہولتیں مہیا کی جائیں تو یہ یقینی دوبارہ جرم نہیں کریں گے بلکہ ایمانداری کی زندگی بسر کرنے لگیں گے۔

پنجایت کے ذریعہ سے پنچایت کے آرگنائزروں کی مناسب تنگ دی جا رہی ہے۔ اُمید ہے کہ اس طرح پر جرایم پیشہ ذاتوں کا سدھار آسانی سے ہو سیکے گا۔ ریکلیمیشن ڈپارٹمنٹ کی رائے ہے کہ ۱۹۳۳ء تک اس محکمہ کے ذریعہ ۱۶۹,۸۴۰ آرگنائزر۔ بیچ اور سرخ تیار کئے جا چکے

ہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں سے کتنے آدمی واقعی بچے کام کرنے والے ہیں اور کتنے محض پرانے نام ہیں۔

پنجایت کا سماچار۔ ۱۹۴۱ء کے اگست کے مہینے میں ریلیشن ڈیپارٹمنٹ نے ایک ہندی اخبار نکالا تھا جس کا نام ”پنجایت آرگن“ ہے۔ یہ اخبار اس غرض سے نکالا گیا تھا کہ اس کے ذریعہ پنجایت کے آرگنائزروں۔ بچوں اور سرپنچوں تک محکمہ کی کارروائیوں اور احکام کو پہونچایا جاسکے اور ان کی معلومات میں اضافہ کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ اس اخبار کے ذریعہ جنگ کے صحیح حالات اور خبروں کو ان تک پہونچانے کی کوشش کی گئی تھی۔ پچاسیتوں میں یہ اخبار بہت زیادہ مقبول ہوا لیکن یہ اخبار باقاعدہ شائع نہ کیا جاسکا۔ اول تو بیٹ میں اس کے لیے روپیہ نہیں منظور کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں اس کا صرف ایک ہی نمبر نکل پایا کیونکہ سرکار کی منظوری دیر میں آئی۔ ۱۹۴۴ء میں اس کے صرف ۶ نمبر نکل پائے کیونکہ سرکار کی منظوری ۱۹۴۴ء کے اگست کے مہینے میں ملی۔ سرکار نے اس اخبار کے لئے صرف ساٹھ روپیہ ماہوار کا خرچ منظور کیا ہے۔ اس قلیل رقم میں ٹاک کا محصول بھی شامل ہے۔ یہ رقم بہت ہی ناکافی ہے جس کے باعث اخبار کی اشاعت بڑھائی نہیں جاسکتی ہے۔

کالونی آباد کرنے کی اسکیم :- ۱۹۴۵ء میں سرکار نے جرایم پیشہ ذاتوں کی کالونی بنانے کے لیے صرف ۲۸۶۲ روپیہ منظور کیا تھا یہ ظاہر ہے

کہ اس قلیل رقم کے اندر ریکلیمیشن ڈپارٹمنٹ کوئی بڑی اسکیم نہیں بنا سکتا تھا۔ پھر بھی اسے برٹلی - فرخ آباد دیکھو۔ بہارن پور۔ اٹاوا اور آکر آباد کے اضلاع میں آراضی مہیا کرنے کا انتظام تھا لیکن ایک ہی بستی یا کالونی (Colony) آباد کی جاسکی۔ فرخ آباد کے موضع ترقی پور میں سدھارے ہوئے دن بابوڑوں کو بسایا گیا۔ یہ لوگ ضلع کا پور کے کلیان پور سیٹلمنٹ سے لائے گئے تھے۔ ان لوگوں کو ہر طرح کی آسانیاں مہیا کرنے کا انتظام کیا گیا تھا پھر بھی یہ لوگ یہ محسوس کرتے تھے کہ کلیان پور سیٹلمنٹ میں زندگی بسر کرنے کی جو آسانیاں اور سہولتیں ان کو ملتی تھیں وہ یہاں نہیں مل سکتی تھیں۔ سرکار سے گرانٹ کم ملنے کی وجہ سے ان کو مکان بنانے کی سہولیت کے علاوہ کوئی دوسری سہولت نہیں دی جاسکیں۔

اس نئی کالونی کے علاوہ ضلع مراد آباد اور فرخ آباد میں سدھارے ہوئے بابوڑوں کی کئی چھوٹی چھوٹی بستیاں یا (Colony) کالونی آباد ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ ایسی بستیوں کی تعداد کافی بڑھ جائے گی اور پھر ان کے انتظام اور نگرانی کرنے کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ ریکلیمیشن ڈپارٹمنٹ کے پاس صرف ایک ہی کماتو نیریشن افسر

(Colonisation Officer) ہے جو پورے سال اپنے

کام میں بھنسا رہتا ہے۔ اس کا خاص کام (Colonies) یا نئی

بستیوں کو آباد کرنا ہے۔ وہ نگرانی اور دیکھ بھال کا کام ٹھیک نہیں کر سکتا اس لیے اس کام کے لیے اور زیادہ افسروں کی ضرورت ہے۔ سال ۱۹۴۷ء میں بھی اس کام کے لیے صرف ۸۶۴ بم روپیہ سرکار نے بطور گرانٹ منظور کئے تھے۔ اس سال صرف ایک چھوٹی کالونی ہی بسائی جاسکی ہے۔ جو ضلع رائے بریلی کے موضع آہاہر میں واقع ہے۔ لکھنؤ کے آریہ نگر سٹیشن میں رہنے والے ۲۸ سدھرے ہوئے کردال خاندانوں میں سے چار کو لجا کر اس بستی میں بسایا گیا تھا۔ گانوں کے زمیندار نے ۳۰ بیگھے زمین دی ہے یہ آرا مٹی کھیتی کے کام میں اب تک نہیں لائی جاتی تھی اس لیے زمیندار نے شروع کے پانچ سال میں اس کے لئے کوئی ٹکان نہیں دیا ہر ان لوگوں کو ۳۰ بیگھے اچھی قسم کی زمین بھی دی گئی ہے تاکہ وہ اپنی گذر اوقات کر سکیں سرکار کی طرف سے انھیں بیل گاڑی اور بھوسے وغیرہ کا مفت انتظام کیا گیا ہے۔

فتح پور کی کالونی میں عمارتوں کے سامنے چبوترے بنوا دیئے گئے ہیں۔ پانی کے لیے ایک کنواں کھدوا دیا گیا ہے۔ سال ۱۹۴۷ء میں صرف ۵ کالونی آباد تھیں۔ فتح پور۔ آہاہر۔ ستارن۔ وشنو نگر۔ اور علی حسن پور۔ ان کے علاوہ بورہ کالونی بھی تھی۔ کان پور میں جرایم پیشہ ذات کی ایک مزدور بستی بھی آباد کرنے کی تجویز تھی لیکن ایپر وینٹ ٹرسٹ سے آرٹنی ملنے کا سوال نہیں طے ہو سکا۔

۱۹۴۷ء میں بھی سرکار نے اس اسکیم کے لیے ۴۴۲ روپیہ منظور کیا تھا۔ یہ رقم کانپور کی مزدور کالونی کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی لیکن اس سال بھی اس اسکیم کو عمل میں نہیں لایا جاسکا ہے۔ کیونکہ اسٹریٹس سے آراغی لینے کے شرائط پر خط و کتابت ہوتی رہی ہے کوئی نئی کالونی نہیں آباد کی گئی ہے۔ پرانی کالونیوں میں عٹیک کام ہوتا رہا ہے۔ سرکار نے اس مد پر جو رقم منظور کی تھی وہ خرچ نہیں ہو سکی۔

۱۹۴۷ء میں سرکار نے اس کام کے لیے ۹۷۲ روپیہ کی رقم منظور کی تھی۔ اس رقم سے جرایم پیشہ ذات کے سدھرے ہوئے آدمیوں کے رہنے کے واسطے سیٹلمنٹوں کے باہر کوارٹربوٹانے کی تجویز تھی۔ یہ کام پی۔ ڈی۔ ڈی کے سپرد کیا گیا تھا لیکن دوسرے کاموں میں مشغول ہونے کے باعث وہ اس کام کو اس سال کے دوران میں شروع بھی نہ کر سکا اس لیے وہ رقم سرکار کو واپس چلی گئی۔

جرایم پیشہ ذات کے سدھرے ہوئے آدمیوں کو آباد کرنے کے لئے کالونیاں بنانا بہت لازمی ہے۔ ہر ضلع سے سپرنٹنڈنٹ پولیس کی یہی درخواست ہوتی ہے کہ ان کے ضلع کے جرایم پیشہ ذات کے لوگوں کو سیٹلمنٹ میں بھرتی کیا جائے۔ سیٹلمنٹوں میں بالکل جگہ نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جرایم پیشہ لوگوں کو ان میں بھرتی نہیں کیا جاسکتا اور اس لئے وہ اور بھی دلیر ہو جاتے ہیں اور جرم کرتے رہتے ہیں۔ وہ

پولیس سپرنٹنڈنٹ کی دھمکی کو برا کے نام سمجھتے ہیں۔ دوسری طرف سٹیلنٹ میں بھرتی شدہ آدمی اپنا چال چلن کتنا ہی زیادہ کیوں نہ سدھارے پھر بھی اس کو وہاں سے نکلنے کی کوئی اُمید نہیں ہوتی اس لئے جب وہ یہ سمجھتا ہے کہ سٹیلنٹ سے باہر نکلنا اس کے لئے غیر ممکن امر ہے تو پھر وہ اپنے کو سدھارنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔ اس وجہ سے جرائم پیشہ ذات کے سدھرے ہوئے آدمیوں کو آباد کرنے کے لیے ان کی بستی یا Colony بنانا بہت ہی لازمی ہے۔

بور یہ کالونی۔ ضلع مظفر پور کے جھینجھنا مقام پر سالہ ۱۹۵۱ء میں یوں کی ایک بستی (Colony) آباد کی گئی تھی۔ بور یہ نہایت ہی چالاک قسم کے چور ہوتے ہیں۔ ان کو سدھارنے کی بہت سی کوششیں کی گئیں لیکن سب رائیگاں ہوئیں۔ یکم جنوری سالہ ۱۹۵۲ء کو بور یہ کالونی کی رجسٹری شدہ آبادی ۳، ۷، ۷ تھی۔ ایک سال کے اندر وہاں بارہ آدمی مر گئے۔ پانچ آدمیوں کا تہا دلہ دوسرے مقاموں کو کر دیا گیا تھا ۳۵ آدمیوں کی نئی رجسٹری ہوئی اور پانچ آدمی دوسرے سٹیلنٹوں سے آئے۔ یکم جنوری سالہ ۱۹۵۲ء کو رجسٹری شدہ بور یوں کی تعداد ۷۹۷ تھی۔ جس میں سے ۵۰۱ حاضر تھے اور باقی ۲۹۶ بھاگے ہوئے تھے ان میں سے پانچ عورتیں تھیں۔ ۵۹ جیل میں قید تھے۔ رجسٹری شدہ اور غیر رجسٹری شدہ بور یوں کی کل تعداد ۱۹۳۱ تھی۔ سالہ ۱۹۵۲ء کے

شروع سال میں حکومت نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگر مفروز پورے خود حاضر ہو جائیں گے تو انکو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۷۴ پورے حاضر ہو گئے۔ سلسلہ ۶ میں ۶۰ پورے فرار ہو گئے تھے جس میں سے ۱۴ آدمیوں نے اپنے کو خود پیش کر دیا۔ اگر گرفتار کیے گئے۔ سلسلہ ۶ کے شروع میں ۳۸ پورے مفروز تھے جس میں سے ۲۶ سندھی وال اور ۱۱ دہلی وال تھے۔

۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو پورے کالونی کی رجسٹری شدہ آبادی ۸۵۱ تھی ایک سال میں ۵۵ کا اضافہ ہوا یہ اضافہ نئی رجسٹریوں کے باعث ہوا تھا۔ ۸۵۱ میں سے ۲۴۸ سندھی وال پورے تھے اور بقیہ دہلی وال تھے۔ ۳۰۲ پورے مفروز تھے جس میں سے ۱۹۵ سندھی وال تھے سلسلہ ۶ کے آخر میں پورے کالونی کی کل آبادی ۲۱۹۷ تھی۔ ان میں سے ۸۲۴ رجسٹری شدہ اور ۱۳۶۳ غیر رجسٹری شدہ تھے۔ ۲۶۱ سندھی وال پورے رجسٹری شدہ تھے بقیہ دہلی وال تھے۔ ۳۰۶ پورے فرار تھے۔ جس میں سے ۲۴۸ سندھی وال تھے۔

سلسلہ ۶ کے آخر میں پورے کالونی کی کل آبادی ۲۳۲۲ تھی ان میں سے ۸۲۵ رجسٹری شدہ اور ۱۴۹۷ غیر رجسٹری شدہ تھے۔ رجسٹری شدہ میں سے ۲۶۱ سندھی وال اور بقیہ دہلی وال تھے۔ فرار شدہ کی تعداد ۳۰۷ تھی اس میں سے ۲۴۸ سندھی وال تھے۔

اس کالونی (Colony) میں دو قسم کے بورے رہتے ہیں۔ (۱) سندھی دال۔ (۲) دہلی دال۔ یہ دونوں ہی اپنے کو چوڑ کے راجپوتوں کے خاندان سے بتاتے ہیں۔

۱۳۷۰ء میں چوڑ کے زوال کے بعد جب راجپوتوں کی طاقت ختم ہو گئی۔ اس وقت سے بوریوں کا بھی زوال شروع ہوا۔ یہ لوگ چوڑ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ لوگ سندھ میں جا کر بس گئے جو سندھی دال بوریے کہلائے۔ جو لوگ دہلی کی طرف بھاگے۔ اور وہاں جا کر آباد ہو گئے وہ دہلی دال کہلائے۔ دہلی دال بوریوں نے جرم کرنا شروع کر دیا۔ اس کی روک تھام کرنے کے لئے پشتپور دلی اور پھر جھنجھنا ضلع مظفر نگر میں ۱۳۷۰ء میں ان کی بٹیاں آباد کی گئیں۔ سندھی دال سندھ میں رہتے تھے اور انھوں نے اپنے گھر وہاں ہی بنائے تھے۔ یہ اپنے صوبہ میں پُر امن زندگی بسر کرتے تھے لیکن آس پڑوس کی ریاستوں اور صوبوں میں جا کر خوب جرم کرتے تھے۔ جب کبھی یہ گرفتار کر لئے جاتے تو اپنا صحیح پتہ کبھی نہیں بتاتے تھے بلکہ اپنا پتہ اکثر جھنجھنا ضلع مظفر نگر بتا دیتے تھے۔ اس وجہ سے انکی رجسٹری سندھ میں نہیں ہو پاتی تھی۔ وہاں پر یہ لوگ اپنے بال بچوں کے ساتھ پُر امن زندگی بسر کرتے تھے۔ مظفر نگر پولیس نے ان کے بیان کی پوری جانچ نہیں کی بلکہ ان کی رجسٹری اپنے ضلع میں کرنا

شروع کر دی۔ این سندھی وال بور یوں کی تعداد شروع میں بہت کم تھی لیکن بعد میں یہ کافی بڑھ گئی۔ کالونی سے بھاگے ہوئے آدمیوں میں زیادہ تعداد سندھی وال بور یوں کی تھی۔ سندھی وال بور یوں کی بعض یہ ایک چال تھی کہ جیل سے رہا ہونے کے بعد یاد ایسے ہی وہ ضلع مظفر نگر آتے تھے اور کچھ روز تک یہاں رہ کر اپنی سکونت کی تصدیق کرا کر بھاگ جاتے تھے اور سندھ میں جا کر اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ سندھی وال بور یوں کی اس چال کی کچھ دھڑی رسال سنگھ صاحب نے ۱۹۲۱ء میں پکڑا۔ صوبہ کی حکومت نے چودھری صاحب کو صوبہ سندھ و دیگر صوبوں میں بور یوں کی جانچ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ صوبہ سندھ کی حکومت سندھی وال بور یوں کو نہ تو اپنے صوبہ کا باشندہ ہی تسلیم کرتی تھی اور نہ ان کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے تیار تھی۔ ۱۹۲۳ء کے اگست کے مہینے میں رائے بہادر رسال سنگھ جی کو صوبہ سندھ میں بور یوں کی جانچ کرنے کے لیے دوبارہ بھیجا گیا۔ صوبہ متحدہ کی حکومت چاہتی تھی کہ سندھ میں بسنے والے سندھی بور یوں کی ذمہ داری وہاں کی صوبائی حکومت لے لے اور ان کو جرم کرنے سے روکے۔ صوبہ سندھ کی خفیہ پولیس کی مدد سے کام کیا گیا تو ۱۳ سندھی وال بور یے اپنے بال بچوں کے پاس گرفتار کیے گئے۔ سندھی وال بور یوں کو لے لینے کے لیے

سندھ کی حکومت کو لکھا گیا۔ وہ ان میں سے ۷ آدمیوں کو لینے کے لیے تیار ہو گئی اور اس اصول کو مان لیا کہ جن بوریوں کی جائے پیدائش صوبہ سندھ میں ہے ان کی نگرانی کرنا صوبہ سندھ کی حکومت کا فرض ہے۔ ریکلمیشن ڈپارٹمنٹ اس سوال پر غور کر رہا ہے کہ سندھی وال بوریوں میں سے کتنے لوگوں کو ضلع مظفرنگر میں آباد ہونے دیا جائے اور کتنے آدمیوں کو سندھ واپس بھیج دیا جائے۔

۱۹۶۳ء سے جبکہ ضلع مظفرنگر کے مختلف موضوعوں میں بوریوں کی بستیاں (Colonies) آباد کی گئیں تھیں اس وقت سر بوریوں نے بہت تنگ کیا ہے صوبہ متحدہ اور اس پروس کے صوبوں میں انھوں نے بے شمار جرم کیے ہیں۔ ان کے سدھارنے اور ان کو قابو میں لانے کے لیے جس قدر بھی کوششیں کی گئیں وہ سب بیکار ثابت ہوئی ہیں۔ انسپکٹر جنرل پولیس کا خیال تھا کہ بوریوں کا مسئلہ ایک سو سال میں بھی نہیں حل ہو سکتا ہے اور نہ ان کے سدھارنے کی کوئی امید ہی ہے۔ ان کی رائے تھی کہ بوریوں کو جزائر انڈیاں بھیجنا پڑے گا۔ اور تب ہی یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ریکلمیشن ڈپارٹمنٹ نے ان کی اصلاح کرنے کی بہت کوششیں کیں کسی حد تک اس کام میں کامیابی بھی ہوئی (Colony) کے آدمیوں کو کھیتی کرنے والوں کی اراضیات نہیں دی گئیں ان میں تعلیم کا پرچار کیا گیا۔

ان کو دستکاری اور گھریلو دھندے سکھائے گئے۔ دوسرے
 صوبوں کی مدد سے بوریوں کے فرار ہونے کو روکا گیا۔ ان سیٹوں
 کا نتیجہ اچھا نکلا۔ بوریہ کالونی کی پنچائتیں بہت ہی با اثر اور طاقتور
 ہیں۔ وہ بوریوں کو بھاگنے اور جرم کرنے سے روکتی ہیں۔ ان کی
 پنچائتیں صوبہ بھر میں سب سے زیادہ اچھی سمجھی جاتی ہیں۔ گزشتہ
 تین سال سے متواتر ان کو شیٹلڈ (Scheduled) اہتمام میں
 ملتی رہی ہے۔

۱۹۷۷ء میں بوریوں نے اپنی کالونی یا اس کے آس پڑوس
 میں کوئی بھی ایسا جرم نہیں کیا جس کی تفتیش پولیس کو کرنا پڑی۔ ۳
 مفور کالونی میں واپس آ گئے۔ بوریہ کالونی میں سدھار کے لئے
 جو کام ریگیمیشن ڈپارٹمنٹ نے کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔
 ۱۹۷۱ء میں بوریوں کے خاندان جو بہت ہی سرکش تھے
 کلیان پور سیٹلمنٹ میں بھیج دیئے گئے۔ اس کا اثر دوسرے خاندانوں
 پر نہایت اچھا پڑا۔

بوریہ کالونی کے باشندگان کا خاص پیشہ کھیتی باڑی کرنا ہے
 گو کچھ بوریے دستکاری اور گھریلو دھندوں میں بھی لگے ہوئے ہیں
 کچھ مزدوری کر کے گذر اوقات کرتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں پانچ آدمی ٹھکرا۔
 درمی اور کپڑا بنانے کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ ایک ہزار

بیگھ زمین جنگل کاٹ کر کھیتی کے کام میں لائی گئی زمین اب بھی کم ہے۔ رنگنا کے زمینداروں کا ٹوٹھا کا جنگل مانگا جا رہا ہے۔ ۱۹۹۱ء کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ بوریا کالونی میں مردوں کی تعداد ۸۰۶ تھی لیکن ۲۰۲۳ء کی کھیتی کے کام میں گئے ہوئے تھے ۵۰۴ بوریوں کے پاس آ رہی نہیں تھی ان میں سے ۲۰۰ ایسے ہیں جن کے واپس آنے کی کوئی توقع نہیں ہے۔ وہ یا تو فرار ہیں یا مر چکے ہیں۔ ۲۵ آدمیوں نے ساچھے میں کھیتی کرنا شروع کر دیا ہے اس لئے ۱۳۰ آدمیوں کے لیے آ رہی جا ہیے یا کوئی دوسرا مستقل پیشہ جا ہیے جس سے کہ وہ اپنی گذراوقات کر سکیں۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے رنگنا کے جنگل کو سرکاری طور پر لینے کے سوال پر غور کیا جا رہا تھا لیکن ۱۹۹۳ء میں مظفرنگر کے ضلع افسر نے اس جنگل کے لینے کی تجویز کو ختم ہی کر دیا۔ ۱۹۹۴ء میں ۲۲۵۳ بیگھ زمین پر بوریا کالونی والوں نے کھیتی کی تھی ۵۵ بیگھ پڑتی آ رہی کو بوریوں نے کھیتی کے قابل بنالیا تھا۔ ۶۸۰ میں سے ۳۵۰ آدمی کھیتی کسان کے کام میں گئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ زمین کی اور بھی ضرورت تھی۔ اسی غرض سے ریکمیشن ڈیپارٹمنٹ نے رنگنا کے جنگل کو لینے کی تجویز پیش کی تھی۔

کھیتی کے لیے بوریا کالونی میں پانی نہر سے آتا تھا۔ لیکن پھر بھی

پانی کی کمی ہوتی تھی۔ اس لئے سرکار نے کنوئیں کھودنے کے لیے ۵ ہزار روپیہ کی رقم منظور کی تھی۔ سلسلہ ۲ میں کنوئیں نہیں کھودے جاسکے۔ سلسلہ ۶ میں زمینداروں کی امداد سے کنوئیں کھودنے کا انتظام کیا گیا لیکن ضروری سامان کے ہتھانہ ہوسکنے کے باعث یہ کام بند کر دینا پڑا۔ سلسلہ ۶ کی رپورٹ سے پتہ نہیں چلتا کہ آیا یہ کنوئیں بنے بھی یا نہیں۔ لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ محکمہ نہر کے انجینئر نے پانی کی قلت کو رفع کرنے میں بہت مدد دی۔ ریکلیمیشن ڈپارٹمنٹ بور یہ کالونی میں ایک ٹیوب ویل بنوانے کی کوشش کر رہا ہے۔

تعلیم :- بور یہ کالونی میں پانچ اسکول ہیں۔ ایک بڈل اسکول۔ ایک اپر پرائمری اسکول اور تین لوور پرائمری اسکول ہیں۔ ان اسکولوں میں ۲۰۶ طالب علم تعلیم پا رہے ہیں جولائی ۱۹۴۷ء میں بور یہ پنچایت نے بڈل اسکول کھولا تھا اور امید یہ تھی کہ حکومت اس اسکول کی امداد کرے گی لیکن حکومت نے اب تک اس کو کوئی گرانٹ نہیں دی ہے۔ روپیہ کی کمی کے باعث اس اسکول کے بند ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے۔

پنچایتیں :- بور یہ پنچایتوں کا پیشتر بھی تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اس وقت ان کی سات پنچایتیں موجود ہیں۔ ان میں سے چھ پنچایتیں رجسٹرڈ کو اپریٹو سوسائٹی کے یہاں رجسٹرڈ ہیں۔ سدھار کا کام یہ پنچایتیں

بہت خوب کر رہی ہیں۔ سالانہ ۱۹۴۲ء میں ان نچایتوں نے ۹۸ مقدمات فیصل کئے تھے اور ۴۶۵ روپیہ ۱۲ آنے جرمانے میں وصول کئے تھے یہ جرمانے چوری کرنے والوں یا مفرد آدمیوں کو پناہ دینے والوں سے وصول کئے گئے تھے۔ نچایتوں کے ذریعہ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ جرم کرنے والے کو عام طور پر لوگ نفرت کی بجگاہ سے دیکھنے لگیں جرم کرنے والوں کو اس طرح کی سزا دی جاتی ہے جس سے ان میں یہ احساس پیدا ہو جائے کہ نچایت اور برادری جرم کرنے والے کو برا سمجھتی ہے۔

بور یہ نچایتوں نے دو قابل تعریف کام کئے ہیں۔ ایک تو بور یہ عورتوں کا جھنجھنا جانار دک دیا ہے۔ یہ عورتیں جھنجھنا جا کر بد معاشر عورتوں سے ملتی تھیں۔ دوسرے یہ کہ بور یہ عورتیں اس آدمی کو طلاق دے دیتی تھیں جو جرم کر کے کم روپیہ لاتا تھا اور ان بوریوں کے پاس چلی جاتی تھیں جو زیادہ روپیہ لاتے تھے اور عورتوں کو زیادہ آرام پہنچاتے تھے۔ نچایت نے اس رواج کو ختم کر دیا ہے۔

بور یہ کالونی کے دوسرے سدھار۔ سالانہ ۱۹۴۶ء میں ۶۷ روپیہ خرچ کر کے دو کنوئیں ڈیرا شیشہ اور ڈیرا برالین نام کے گانوں میں بنائے گئے۔ گانوں میں دستکاری اور صنعتوں کی ترقی کے لئے ۱۵ روپیہ خرچ کیے گئے۔ ایک ہزار روپیہ کے قریب غریب اور لاچار

بوریوں کے کھانے پینے پر غریب طالب علموں کی کتابوں وغیرہ پر۔
 بچوں کو انعام دینے میں۔ بینڈ ماسٹر کی تنخواہ پر اور بینڈ والوں کو وردیاں
 دینے پر خرچ کیا گیا۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر بینڈ پارٹی باج بجاتی ہے
 بوریہ کالونی میں ایک سب انسپکٹر پولیس تین کانسٹیبل جو کلرک کا کام
 کرتے ہیں۔ ایک ماتحت افسر اور گارد کے کانسٹیبل رہتے تھے۔ سلسلہ
 میں ریکلیمیشن ڈپارٹمنٹ نے تجویز کی تھی کہ سب انسپکٹر کی جگہ ٹوڈی
 جائے اور اُس کے بجائے ایک منجر مقرر کیا جائے جو ریکلیمیشن ڈپارٹمنٹ
 کے ماتحت ہو۔ یہ بھی سفارش کی گئی تھی کہ سب انسپکٹر کو ہی اس عہدے
 پر معزز کیا جائے کیونکہ انھوں نے بوریہ کالونی میں اچھا کام کیا تھا
 امید ہے کہ ان سفارشوں کو منظور کر لیا گیا ہو گا۔

بوریہ کالونی مسترد گانوں کا ایک جھنڈ ہے اس کی دیکھ بھال اور
 نگرانی کے لیے زیادہ عملہ کی ضرورت ہے۔ سپاہیوں کے رہنے کے
 واسطے کوارٹروں کی بھی ضرورت ہے۔ سب سے زیادہ ضروری
 بوریوں کے لئے آرائشی کا مہیا کرنا ہے۔ کیونکہ اگر گذراوقات کے لیے
 ان کو زمین نہیں دی جائے گی تو ان سے یہ امید کرنا بیکار ہے کہ وہ
 جوڑم کرنا چھوڑ دیں گے۔

سیٹلمنٹ۔۔۔ جرایم پیشہ اقوام کے قانون کی رد سے حکومت
 کو سیٹلمنٹ بنانے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اس میں سرکشن جوائنٹ پیشہ فئات

کے خاندانوں کے رکھنے کی بابت حکم دینے کا اختیار حاصل ہے
 صوبہ متحدہ میں ایسے سیٹلمنٹ سٹیشن ۱۹۱۳ء میں قائم کیے گئے ان کا انتظام
 ملٹی فوج (Salvation Army) کے ہاتھ میں
 دیدیا گیا تھا صوبہ متحدہ کی سٹیشن ۱۹۱۳ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے ۶۰
 صفحہ پر صوبہ متحدہ کے جرایم پیشہ ذاتوں کے سیٹلمنٹوں کے بارے
 میں ایک مضمون ہے جس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سٹیشن ۱۹۱۳ء میں
 اپنے صوبہ میں ۶ سیٹلمنٹ تھے۔ ان میں سے صرف ایک کا
 انتظام سرکار کے ہاتھ میں تھا۔ یہ سیٹلمنٹ کانپور۔ فرخ آباد ٹرک
 پر کانپور سے سات میل کے فاصلہ پر بسایا گیا تھا پانچ سیٹلمنٹ اور
 تھے۔ جو بریلی۔ گورکھ پور۔ فضل پور۔ کوچ۔ دیہ دونوں ہی ضلع مراد آباد
 میں ہیں اور صاحب گنج دیکھری میں واقع تھے۔ ان کا انتظام
 فوج سے چھوٹے ہونے سپاہی کرتے ہیں۔ نومبر ۱۹۱۳ء میں ایک
 سیٹلمنٹ آریہ نگر ضلع لکھنؤ میں کھولا گیا تھا اس کا انتظام آریہ پرست
 مذہب سجا کرتی تھی۔

کلیان پور سیٹلمنٹ میں ۱۹۱۳ء میں ۱۲۰ خاندان آباد تھے جو
 مندرجہ ذات کے تھے۔

ذات حاضر فرار جیل میں چھٹی پر کل میزان
 بابڑہ ۲۸۵ ۱۸ ۳ ۲ ۲۰۸

ذات	حاضر	فرار	جیل میں	چھٹی پر	کل میزان
بھانٹو	۱۵۴	۲۲	۲۵	۴۵	۲۴۶
کنجڑ	۸۱	۳۰	۱	۵۳	۱۶۵
کردال	۶۶	۱۸	۱۳	۲۵	۱۲۳
اٹریہ	۹۸	۲	۱	۱	۱۰۲
دوم	۰	۱	۰	۲	۳
کل جوڑ	۶۸۵	۹۱	۴۵	۱۲۶	۹۴۷

ہا بڑے پرانے میٹن گنچ سیٹلنٹ سے کانپور لائے گئے تھے۔ یہ لوگ کانپور کی لموں میں کام کرتے تھے۔ جب بھانٹو کلیان پور سیٹلنٹ میں لائے گئے تو ان کے لئے کام تلاش کرنے میں دشواری ہوئی۔ ۱۹۲۳ء میں محکمہ پولیس کی دروایاں سینے کا کام انکو دیا گیا سیٹلنٹ کے لیے کچھ ہتھیں بھی دی گئیں جن سے ان لوگوں کو کھیتی باڑی کے کام پر لگادیا گیا۔ ان لوگوں میں کپڑے کی بنائی کا کام شروع کیا گیا تھا لیکن باہر کے مال کے مقابلہ میں سیٹلنٹ کے اندر تیار کیا ہوا کپڑا بڑی مشکل سے بکنا تھا۔ بڑھئی گیری اور مرغی پالنے کا کام بھی شروع کیا گیا تھا۔ لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہو سکی ہے اس لیے یہ کام بند کر کے گئے بڑھوں اور پانچ گورنمنٹی بیٹنے کا کام دیا جاتا تھا۔ ۱۹۲۷ء میں سرکار کی طرف سے کچھ اور

آراضی دی گئی جو سیٹلمنٹ کے دوسرے خاندانوں کو دیدی گئی۔
 ۱۹۳۱ء میں کلیان پور سیٹلمنٹ کے باشندے نیچے لکھے ہوئے
 کاموں پر لگے ہوئے تھے۔

۵۴	کانپور کے کارخانوں میں
۱۱۹	سیٹلمنٹ کے درزی خانہ میں
۱۷	کپڑے کی بنائی پر
۷۵	کھیتی باڑی پر
۶	ملازمت میں
۲۷۱	میزان

ان لوگوں کی اوسط ماہوار آمدنی ذیل میں درج ہے :-
 ذات خاندان کر لکھا پاسی پانچ شخص کے لکھا پاسی کام کرنیوالے لکھا پاسی
 پائی آنے روپیہ پائی آنے روپیہ پائی آنے روپیہ
 بھانٹو ۶ — ۱۵ — ۱۵ ۳ — ۱۳ — ۶ ۶ — ۱۲ — ۸
 بابڑہ ۰ — ۱۳ — ۱۷ ۰ — ۱۰ — ۷ ۵ — ۱۴ — ۹
 کنجھڑ ۱ — ۷ — ۴ ۶ — ۶ — ۳ ۱۰ — ۱۲ — ۳
 اہیر ۳ — ۱۵ — ۵ ۸ — ۲ — ۳ ۱۱ — ۱۴ — ۲۰
 کروال ۱۱ — ۰ — ۵ ۷ — ۱۳ — ۳ ۱۰ — ۶ — ۲
 آریہ نگر سیٹلمنٹ — سیٹلمنٹ ۱۹۲۹ء میں کھولا گیا تھا اس کے نظام

کے لئے کلیان پور سے ایک تجربہ کار آدمی کو منجربنا کھجیا گیا۔ ۱۹۳۱ء میں اس کی عمارتیں بن رہی تھیں۔ امید یہ کی جاتی تھی کہ مکمل ہو جانے پر یہ ایک ترقی دیا ہوا سیٹلمنٹ ہو گا۔ اُس وقت اس میں ۳۰۰ آدمیوں کے رہنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کی آبادی ۲۲۹ تھی۔ یہ کھیتی باڑی کا سیٹلمنٹ تھا۔ ۶۲ جگہ اراضی جس کی آبپاشی نہر کے پانی سے ہو سکتی تھی اس سیٹلمنٹ کو دی گئی تھی۔ درمی بننے کے کارخانے کی بھی شروعات کر دی گئی تھی۔

جو لوگ اپنا چال چلن دُست کر لیتے تھے انکو سیٹلمنٹ سے باہر رہنے کی اجازت مل جاتی تھی۔ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۲ء تک کلیان پور سیٹلمنٹ سے تین آدمیوں کو باہر جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس میں سے صرف ایک شخص کو سیٹلمنٹ واپس آنا پڑا۔ بقیہ ۲۹ آدمیوں کے خلاف کوئی شکایت نہیں ملی۔ ۱۹۱۹ء میں فضل پور سیٹلمنٹ سے ۶۴ آدمیوں کو باہر رہنے کی اجازت دی گئی تھی یہ لوگ گاؤں میں رہتے اور کھیتی باڑی کرتے تھے۔ لیکن سیٹلمنٹ کے باہر جانے پر ان کو بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا جس کے برداشت کرنے کے لئے وہ تیار نہیں تھے۔ اس لیے وہ اپنی مرضی سے دوبارہ سیٹلمنٹوں میں واپس چلے آئے۔ ۱۹۳۱ء کے ایک سرکاری اعلان سے پتہ چلتا ہے کہ فوج سے چھوٹے ہوئے سپاہیوں کے سیٹلمنٹ مندرجہ ذیل مقامات پر تھے۔

- (۱) نجیب آباد — پتھر گڑھ — قلع — ضلع بجنور
- (۲) راجہ آباد — ضلع بریلی
- (۳) آسا پور — کانٹھ — ضلع مراد آباد
- (۴) فضل پور — ضلع مراد آباد
- (۵) جیت پور — فتح پور — جعفر پور — ضلع گورکھ پور
- (۶) میٹھن گنج — کان پور
- (۷) چھو پور اسکول — ضلع الہ آباد
- (۸) دورا اسکول — ضلع کانپور
- پیشمر کار سیٹلمنٹ صرف کلیان پور ہی میں تھا۔ پینل ریفارمر (Penal Reformer) میں بھرتی۔ سی۔ ڈکویسری نے فضل پور سیٹلمنٹ کے مہجرین اور فوج سے تعلق رکھتے تھے ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں انھوں نے ان دستاویزوں کا تذکرہ کیا تھا جو سیٹلمنٹ کے بنانے میں پڑتی ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں سلطانہ ڈاکو کی گرفتاری کے بعد جب اس کے گروہ کے بھانئوں کو بریلی سیٹلمنٹ میں رکھنے کی تجویز کی گئی تو ان سے تقریباً روز ہی جھگڑا ہوتا تھا اور ایسا خیال ہوتا تھا کہ بھانئو سیٹلمنٹ میں نہیں رہیں گے۔ لیکن رفتہ رفتہ معاملہ سدھ گیا اور وہ سیٹلمنٹ میں خاموشی سے رہنے لگے۔
- ریکلیمنڈ ڈپارٹمنٹ کی ۱۹۳۷ء کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے

کہ صوبہ متحدہ میں جوائنم پیشہ ذاتوں کے لیے پوسٹلینٹ ہیں۔ ۱۹۳۱ء تک کلیان پور کے پوسٹلینٹ کے باشندوں کو کپڑا بننا۔ سلائی۔ کٹائی۔ رستی بٹھا۔ اور کھیتی باڑی کا کام سکھلایا گیا۔ بابوڑہ اور اہڑیہ اچھی کسائی کر سکتے ہیں۔ لیکن کسی بھی کام میں ان کا دل نہیں لگتا تھا۔ کلیان پور پوسٹلینٹ میں ایک اسکول تھا جہاں لڑکے اور لڑکیوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔

مکتی فوج Salvation Army کے پوسٹلینٹ

ذیل کے نقشے میں ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ سے صوبہ متحدہ کی ان جوائنم پیشہ قوموں کے اعداد دیئے ہوئے ہیں۔ جو مکتی فوج (Salvation Army) کے پوسٹلینٹ میں رہتے تھے۔

۱۹۳۱ء	۱۹۲۱ء	ذات
۱۲۲۷	۷۸۶	بھانٹو
۱۲۶	x	کردال
۶۲۵	۵۳۶	بابوڑہ
۲۷	x	کنجھڑ
۷۳۹	۸۲۲	ڈوٹم
۲۶۴	۱۹۲	سالہ
۳	۲	بردار
۱	x	اہیر
۱	۲	دلیرا
۱۳-۱۳	۲۳۲۱	

اوپر کے ان اعداد کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۳۱ء میں ان سیٹلمنٹوں کی آبادی میں ۱۹۳۱ء کے مقابلہ میں ۲۹ فیصدی اضافہ ہو گیا تھا تین نئی ذات کے لوگوں کو سیٹلمنٹ میں بھرتی کیا گیا۔ یہاں پر تعلیم پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ یہاں کے اسکول میں تعلیم ختم کرنے کے بعد بہت سے طالب علم مزید تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جوان لوگ پڑھائی میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔ یہاں پر عورتوں۔ مردوں اور بچوں کو متعدد قسم کے کام سکھائے جاتے ہیں جیسے ٹوکری اور ڈولیا بنانا۔ کپڑا بنانا۔ مونج کافریش بنانا۔ قالین۔ درمی اور نیوٹا بنانا۔ مرغی پالنا اور کپڑے سینا۔ بنائی اور کڑھائی کا کام دیکھتی کسانیں سکھائی جاتی تھیں۔ کچھ آدمیوں کو بڑھی گیری۔ موٹر ڈرائیوری تیل کے انجن چلانا۔ بجلی کا کام وغیرہ بھی سکھائی گئی تھیں۔ بہت سے لوگ سیٹلمنٹ کے اندر رہ کر اور بہت سے سیٹلمنٹ کے باہر رہ کر اپنی گذراوقات بخوبی بسر لیتے تھے۔

(۱) فضل پور ضلع مراد آباد

(۲) کانٹھ ضلع مراد آباد

(۳) صاحب گنج ضلع کیری

(۴) آریہ نگر ضلع لکھنؤ

(۵) گورکھ پور

(۶) کلیان پور ضلع کانپور

ان چھ سیٹلمنٹوں میں سے پہلے تین سیٹلمنٹ کا انتظام
 فوج سے چھوٹے ہوئے سپاہیوں کے ماتحت تھا۔ آریہ نگر لکھنؤ
 سیٹلمنٹ کا انتظام آریہ پرت ندھ بھا اور گورکھ پور سیٹلمنٹ
 کا انتظام ہرچن سیوک سنگھ کے ذریعہ ہوتا تھا۔ کلیان پور
 سیٹلمنٹ کا انتظام سرکار خود کرتی ہے۔
 ان سیٹلمنٹوں میں نیچے لکھی ہوئی ذات کے لوگ
 رہتے ہیں۔

(۱) بھانٹو

(۲) کنجڑ

(۳) سانہ

(۴) بابوڑہ

(۵) بوریہ

(۶) اہیر

(۷) کردال

(۸) ڈوم

(۹) گج بندھ

ان سٹیٹمنٹوں کی آبادی ذیل میں درج ہے :-

میزان	جو فرار تھے	میزان	جو موجود تھے	نام سٹیٹمنٹ
۲۲۶	بیچے ۶۲	۲۳۷	بیچے ۹۶	گورکھپور
۵۰	بیچے ۱۰	۲۸۹	بیچے ۱۵۰	آرتھنگر
۲۶	بیچے ۲	۱۴۸	بیچے ۷۸	کانتھ
۱۰	بیچے ۱	۲۰۰	بیچے ۸۸	صاحب گنج
۳۱۳	بیچے ۶۱	۸۳۷	بیچے ۵۵۵	فضل پور
۲۳۳	بیچے ۸۵	۷۰۰	بیچے ۳۸۳	کلیان پور
۸۷۷	۲۲۲	۲۲۱۱	۱۳۵۰	۱۴۱
	۲۲۲	۲۲۲	۵۴۱	۵۲۰

سیٹلمنٹوں کے اندر کی آبادی ۲۲۸۸ ہے۔ صوبہ متحدہ میں جرائم پیشہ ذاتوں کے رجسٹری شدہ اشخاص کی تعداد ۲۵۶۱۵ ہے اور غیر رجسٹری شدہ کو شامل کر کے جرایم پیشہ ذاتوں کی کل آبادی ۱۲ لاکھ کے قریب ہے۔ ان اعداد کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیٹلمنٹوں کے ذریعہ کتنے کم لوگوں کا سدھار ہو سکتا ہے اور یہ کہ سیٹلمنٹوں کی کتنی زیادہ کمی ہے۔

بظلمات اس کے سیٹلمنٹوں میں کافی بھیڑ ہونے کے باعث جرایم پیشہ ذاتوں کے سرکش آدمیوں کو زیادہ تعداد میں سیٹلمنٹوں میں نہیں بھرتی کیا جاسکتا ہے۔ مگر ان کی بھرتی کے لیے ہر سال ضلع کے افسران اور پولیس حکام سفارش کرتے رہتے ہیں۔ اس کا ایک بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ جرایم پیشہ ذاتوں کے دل سے سیٹلمنٹوں کا خوف ہٹتا جا رہا ہے۔ ایک اور بات قابل غور یہ ہے کہ سدھرے ہوئے لوگوں کے بسانے کے لئے کالونیوں کا بھی کافی انتظام نہیں ہے۔ ان کی نئی کالونیاں آباد کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ سیٹلمنٹ سے سدھر کر ایک آدمی کے باہر کالونی میں آباد ہونے کے لیے جانے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ سیٹلمنٹ میں ایک نئے سرکش جرایم پیشہ شخص کے لیے جگہ خالی ہو جائے گی۔ صاحب گنج اوز کا نڈ کے سیٹلمنٹوں کے باشندے محض جھبستی کسانی ہی کرتے ہیں فضل پور میں ایک فوجی اسپتال بن گیا ہے لہذا

وہاں بے گیارہ خاندانوں کو کاٹھ کے سیٹلمنٹ میں بھیج دیا گیا ہے۔ اور وہاں کی موجودہ آراغنی کا نیا بند و بست کر دیا گیا ہے۔ آریہ نگر کے سیٹلمنٹ میں بھی خاص پیشہ کھیتی باڑی کرتا ہے لیکن یہاں کی آبادی کے حساب سے کھیتی کے لیے بہت سی کم آراغنی ہے جو ان کی ضرورت کے لیے ناکافی ہے۔ اس سیٹلمنٹ کے پاس کل ۳۲۰ بیگھے زمین ہے جو محکمہ زراعت کے انسپکٹر کی رائے میں کل ۱۶ خاندانوں کے لیے کافی ہے لیکن سیٹلمنٹ کے اندر بڑھنگاری کو روکنے کے لیے اس آراغنی کو زیادہ لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اس سیٹلمنٹ میں پہلے کھیتی کو اپریٹو (ادا و باہمی) کے طریقوں پر کی جاتی تھی لیکن وہ ناکامیاب ثابت ہوئی۔ اس لیے لوگ آج کل یہاں نجی طور پر اپنی اپنی علیحدہ کھیتی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ کپڑا بننے کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اس سیٹلمنٹ کو پانچ ہزار روپیہ بغیر سود کے دینا منظور کیا گیا ہے۔ اس رقم میں سے ۴۶،۴۶ روپیہ ابھی باقی ہے اسکے علاوہ ایک ہزار روپیہ مستقل ایڈوانس کا بھی باقی ہے سیٹلمنٹ کے کچھ آدمی وقتاً فوقتاً مزدوری کرنے کے لیے لکھنؤ کے کارخانوں میں بھی جاتے رہتے ہیں۔

گو رکھپور سیٹلمنٹ کے باشندے زیادہ تر ڈوم ہیں۔ یہ لوگ لکھپور پرنسپلٹی میں ستمروں کا کام کرتے ہیں۔ گزشتہ دو سال سے ۱۱ ڈوم

فوج کی نوکریاں کرنے لگے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کام کو بڑی محنت اور ایمانداری سے انجام دے رہے ہیں۔ اس لیے یہ زیر تجویز ہے کہ جرایم پیشہ اقوام کے قانون کو کچھ بڑیا ان پر سے ہٹالی جائیں فضل پور اور کلیان پور کے سیٹلمنٹوں میں زیادہ تر لوگ سنگاری اور گھریلو مزدوروں میں لگے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی ان کے لیے کام کی ضرورت ہے۔ فضل پور سیٹلمنٹ کے سپروائزر اور پولیس دالوں میں باہمی ناجاتی ہو جانے سے سیٹلمنٹ میں رہنے والے بھانتوں نے پھر سے جرم کرنا شروع کر دیا تھا۔ جاچ کرنے سے پتہ چلا کہ اس ناجاتی کی وجہ یہ تھی کہ پولیس افسر کی جگہ توڑ دی گئی تھی۔ اس لیے یہ جگہ پھر بحال کر دی گئی ہے اور اُس افسر کی پھر سے تقرری ہو گئی ہے۔ اس افسر کا کام سیٹلمنٹ کے نیچر اور پولیس کے درمیان ربط اور تعلق قائم کرنا ہے۔ اب حالت بہت حد تک پھر سدھر گئی ہے۔

۱۹۴۷ء میں سیٹلمنٹوں کے منافع اور نقصان کا حساب ذیل میں درج ہے:-

سیٹلمنٹ	تعداد جرہ پٹری شدہ	تعداد غیر جرہ پٹری شدہ	منافع نقصان
فضل پور	۵۳۴	۶۱۱	۱-۱۴-۲۳۷۵۰ -
کانٹھ	۸۳	۹۱	۰-۱۵-۱۹۳ -
صاحب گنج	۷۰	۱۴۴	۶-۲-۱۹ -
آدیہ نگر	۱۴۶	۱۹۳	۲-۱-۴۵۲ -
کلیان پور	۴۶۴	۴۶۸	۱۱-۱۳-۲۹۵۲ -
گورکھ پور	۳۲۳	۱۶۰	۳-۰-۴۶۶ -

کھلیان پور میں زیادہ تر لوگ درزی گیری کا کام کرتے ہیں۔ ہر کام کرنے والے کی اوسط مزدوری جس میں بچے اور عورتیں بھی شامل ہیں ۵ روپیہ۔ سات آنے ماہوار ہوتی ہے۔ بل میں کام کرنے والوں کو بہت اچھی مزدوریاں ملتی ہیں۔ کچھ لوگ تو ایک تنو روپیہ ماہوار سے زیادہ پیدا کرتے ہیں سب سے کم کام کرنے والوں کی آمدنی ۳۰ روپیہ ۷ آنے ماہوار اور اوسط کام کرنے والوں کی آمدنی چالیس روپیہ ماہوار تھی۔ ۱۹۲۹ء میں یہ اعداد ۹ روپیہ اور ۲۶ روپیہ ۷ آنے ماہوار تھے۔ ۱۹۴۱ء میں سیٹنٹ کے ۹۸ آدمی بلوں میں کام کرتے تھے۔ یہاں کی موٹر لاری کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے ان لوگوں کو مقررہ وقت پر بلوں میں کام کرنے کے لیے پہنچنا دشوار ہو گیا تھا۔ لیکن اب نئی موٹر لاری خرید لی گئی ہے اور جیسے ہی پٹرول ملنے لگے گا یہ مشکل بھی دور ہو جائے گی۔ یہاں کے بہت سے باشندے اپنی سائیکلیں رکھنے لگے ہیں اور ان ہی پر کارخانوں میں کام کرنے جاتے ہیں۔

گورنمنٹ نے کانپور میں ایک مزدور بستی بنانے کی منظوری دیدی ہے۔ اس بستی میں جرائم پیشہ ذات کے وہ لوگ رہیں گے جو بلوں میں کام کرتے ہیں۔ پی۔ ڈبلو۔ ڈی نے کوآرڈر کا بنانا بھی شروع نہیں کیا ہے۔ ان کے نہ بننے سے کارخانہ داروں اور مزدوروں

دونوں ہی کو تکلیف اٹھانا پڑ رہی ہے۔ مزدوروں کو سیٹلمنٹ سے شہر تک روزانہ آنا جانا پڑتا ہے اور اس عرصہ میں اگر ان کو جرم کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ آ جاتا ہے تو وہ اُس میں نہیں چُوسکتے ہیں۔

تعلیم۔ سیٹلمنٹ میں تعلیم کا انتظام ہے۔ سیٹلمنٹ میں پرائمری اسکول ہیں۔ جرائم پیشہ ذات کے بچوں کو جرم کرنے سے بچانے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُن کو اُن کے والدین کے اثر سے دُور رکھا جائے اور ان کو اچھی تعلیم دی جائے لیکن روپیہ کافی نہ ہونے کے باعث اس کا مناسب انتظام نہیں ہو سکا ہے۔ پھر بھی گورکھپور میں ایک ہوسٹل کھولا گیا ہے جس میں ۱۹ لڑکے اور ۴ لڑکیاں رہتی ہیں گورکھپور سیٹلمنٹ میں رہنے والے دُدم اپنے بچوں کو ہوسٹل میں بھرتی کرانے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اس کام کے لئے نہ تو روپیہ ہی ہے اور نہ جگہ ہی ہے۔ جرائم پیشہ ذات کے کچھ لڑکے اعلیٰ تعلیم پا رہے ہیں۔ آریہ نگر سیٹلمنٹ کا ایک لڑکا کانپور ایگریکلچرل کالج میں تعلیم پا رہا ہے۔ کانٹھ سیٹلمنٹ کا ایک لڑکا بلند شہر کے ایگریکلچرل اسکول میں تعلیم پا رہا ہے۔ اسی طور پر برادر ذات کے کچھ لڑکے ڈی۔ اے۔ وی کالج کانپور میں تعلیم پا رہے ہیں۔ کچھ ایڑیوں نے بھی اچھی تعلیم حاصل کر لی ہے۔

۱۹۲۷ء میں سرکار نے سیٹلمنٹوں کو مندرجہ ذیل رقمیں

دی گئی تھی۔

(۱) فضل پور کانٹھ۔ صاحب گنج۔ - - - ۲۴،۹۲ روپیہ

(۲) آریہ - - - - - ۷،۰۰۰

(۳) گورکھپور - - - - - ۲۱۱۳۴

(۴) کلیان پور - - - - - ۱۵۲۵۰

اس میں وہ رقم بھی شامل ہے جو
گھریلو صنعتوں کے لئے دی گئی تھی۔

اس کے علاوہ ملتی فوج (Salvation Army)

کی امداد کے لئے ۶۵،۰۰۰ روپیہ بغیر سود دیا جا چکا ہے۔ جو ابھی
تک وصول نہیں ہوا ہے۔ آریہ پرت نزدھ سمجھا کو بھی ۴۷۴۶

روپیہ بغیر سود کے دیا گیا ہے۔

ریکلیمیشن ڈپارٹمنٹ کی طرف سے ہر سال ریکلیمیشن ویک
یا ہفتہ منایا جاتا ہے۔ ۱۹۴۴ء میں یہ گورکھپور سیٹلمنٹ میں
منایا گیا تھا۔ یہ ہفتہ باری باری سے ہر سیٹلمنٹ میں منایا جاتا
ہے۔ اس موقع پر ہر سیٹلمنٹ سے دو لڑکیاں بھیجی جاتی ہیں جو
کھیل کود اور دلچسپی کے تماشوں میں حصہ لیتی ہیں۔ اس کے
ساتھ میں سیٹلمنٹوں میں تیار کی ہوئی چیزوں و سامان کی
تالیف بھی کی جاتی ہے۔

اس سال کی نمائش کا افتتاح مسٹر بی۔ آر۔ جمین آئی۔ سی۔ ایس۔ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے کیا تھا۔ کسٹمر صاحب مسٹر ایچ۔ ایس۔ بیٹس نے آخری دن تک صدر کے فرائض انجام دیئے تھے۔

۷۶ < ۷۷	ماہنامہ
۱۶۲ ع	نمبر
۱ ۲	صفحہ

Checked
1987

باہتمام
پنڈت مدن موہن شکل

سابقتیم مندر لکھیٹ پر پس

پل جہاڈ لال امین آباد۔ لکھنؤ میں چھپا

